مکتبہ اثریہ غازی پور انڈیا سے شائع ہونیوالا

دو ماہی مجلّہ

مکتبۂ أثریّہ

Maktaba Asaria

سیدواڑہ غازی پور (یو-پی) انڈیا

Qasimi Manzil
Syedwara - Ghazi Pur (U-P) India
Pin 233001 - Mobile : 0091-9453497685, 0091-9889572855

mdajmalansari52@gmail.com

mdajmalansari52@gmail.com

مکتبہ اثریہ غازیپور سے شائع ہونیوالا

دو ماہی دینی و علمی مجلہ

جلد ۱۳ شمارہ ۱

ربیع الاول / ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

محمد ابوبکر غازی پوری

سالانہ چندہ ۱۰۰/روپے

پاکستان کے لئے .... پاکستانی ۲۵۰/روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر ممالک سے دس ڈالر امریکی

ترسیل زر کیلیے اکاؤنٹ نمبر Punjab National Bank 0662010100011488 صرف محمد ابوبکر لکھا جائے

پتہ

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید واڑہ، غازیپور۔ یوپی

Pin. 233001 .... Mob.9453497685

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد اجمل مفتاحی

اداریہ

امریکہ کی اسلام دشمنی

امریکا کا ظالم وحشی درندہ صدر بش گیا تو لوگوں نے تالیاں بجائیں کہ چلو ظلم کا ایک دور ختم ہوا۔ اوباما آیا تو اس کا عالم اسلام نے پرجوش استقبال کیا کہ اب عالم اسلام کے تئیں امریکا کی پالیسی بدلے گی، اور امریکا عدل وانصاف اور انسانیت کی راہ اختیار کرے گا، عراق اور افغانستان کے لوگ اپنے ملک میں آزاد ہوکر زندگی گذاریں گے، پاکستان کے سرحدی علاقوں میں بم برسانے اور جانوں کے تلف کرنے کا سلسلہ ختم ہوگا، مصر میں جاکر اوباما نے یہی اعلان کیا تھا، یہی پیغام دیا تھا۔ بش کے دور میں جو لوگ قید خانوں میں جانوروں کی زندگی گزار رہے تھے وہ قید سے آزاد ہوں گے، یا کم از کم ان پر ان قید خانوں میں جو غیر انسانی اور غیر فطری سلوک کیا جارہا تھا اس کا سلسلہ ختم ہوگا، اوباما نے صدر بننے سے پہلے یہی اشارہ دیا تھا، افغانستان اور عراق سے امریکی فوجیں اپنے گھر واپس جائیں گی، اس کا اعلان اوباما نے بار بار اپنے انتخابی جلسوں میں کیا تھا، مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ، اوباما کے آنے کے بعد عالم اسلام کے بارے میں امریکہ کی دشمنی نے اور شدت اختیار کرلی ہے، اور امریکا کا موجودہ صدر نہایت مکار، دغا باز، جھوٹا ثابت ہورہا ہے۔ افغانستان میں اس نے مرنے کیلئے تیس ہزار اور فوجی بھیج دیئے، پاکستان پر بلاناغہ اور ہر روز حملوں کا سلسلہ جاری ہے۔ یمن، شام اور ایران کو امریکہ تباہ کرنے کی دھمکی دے رہا ہے، اور اب امریکا کے مغرور صدر کا نیا اعلان سامنے آیا ہے کہ امریکہ ہر اس ملک کو تباہ کردے گا جو امریکا کی پالیسی سے اختلاف کرے گا، اسرائیل کے بارے میں امریکا کا موقف پہلے ہی جیسا ہے، فلسطینیوں کا پوچھنے والا امریکا حکومت میں کوئی نہیں، اسرائیل کی خودسری مزید بڑھ گئی ہے۔

گویا اس نئے صدر کے آنے کے بعد بش کے دور سے بھی زیادہ حالات خراب ہیں اور امریکہ کی دشمنی عالم اسلام کے خلاف مزید بڑھ گئی ہے، ہمارے مسلم حکمراں میں کوئی دم خم نہیں ہے کہ امریکہ کے خلاف ایک لفظ بول سکیں، امریکہ جو چاہ رہا ہے کر رہا ہے اور مسلمان دم بخود ہے کہ وہ کرے تو کیا کرے۔

ان حالات میں اگر کوئی مسلمان اپنی جان پر کھیل کر کے اپنے دشمن کو ناکوں چنے چبوا رہا ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ دہشت گرد ہے، وہ معصوم کی جان لے رہا ہے، جب مسلم حکومتیں امریکی ظلم کے خلاف اپنا منھ بند کئے رہیں گی مسلمانوں کی دادرسی ان سے نہیں ہوسکتی تو آخر مسلمان کرے تو کیا کرے۔ کیا وہ ظلم کی چکی میں بے بسی کے ساتھ پستا رہے، وہ ان ظالموں سے اپنے مقدور بھر بدلہ بھی نہ لے، جب آدمی عدل وانصاف پانے سے مایوس ہوجاتا ہے تو وہ اپنے طور پر خود اقدام کرتا ہے اور وہ سب کچھ کرتا ہے جو اس کے بس میں ہوتا ہے، ان کے اقدام کو جائز ناجائز کے پیمانے سے ناپنا حد درجہ بے وقوفی ہے۔ آخر کیوں ہم کسی کو اتنا ستائیں کہ وہ خودسر ہوجائے اور اپنی مایوس زندگی سے تنگ آکر غلط راہ پر جا پڑے۔ یہ تو طاقت والوں کے سوچنے کی بات ہے۔

اعلان گذشتہ پرچہ میں جو جلد نمبر ۱۲ ر کا آخری پرچہ تھا اعلان کیا گیا تھا کہ اب زمزم نامساعد حالات کی وجہ سے بند کیا جا رہا ہے۔ مگر بعض بزرگوں اور دوستوں نے اس کی شدید مخالفت کی اور اپنا بھرپور تعاون دلانے کا یقین دلایا، اس لئے اسی پرچہ میں دوسرا اعلان بھی شائع کیا گیا تھا کہ سردست دو پرچہ نہیں شائع کیا جائے گا اور اس دوران زمزم کی توسیع اشاعت کیلئے کوشش کی جائے گی کہ کم ازکم اس کے پانچ سو نئے خریدار بن جائیں تاکہ پرچہ مسلسل شائع ہوتا رہے۔ اب یہ شمارہ جلد ۱۳ ر کا پہلا شمارہ ہے جو ایک شمارہ ناغہ کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔ ان شاء اللہ اس کے بعد اس جلد کے مزید شمارے وقت پر شائع ہوں گے، یعنی ہر دو ماہ کے اندر شائع ہوں گے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ زمزم کے حالات سدھر جائیں اس کے لئے دعا بھی کریں اور اس کے لئے اپنے طور پر کوشش بھی کریں۔ میں پھر ان حضرات سے گذارش کرتا ہوں کہ جن کے ذمہ زمزم کا بقایا ہے اس کی ادائیگی کی فکر کریں اور زمزم کو خسارہ سے بچالیں، زمزم موجودہ وقت میں بہت زیادہ زیر بار ہے۔

نبوی ہدایات

محمد ابوبکر غازیپوری

(۱)......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں سے نکاح کرنے میں لوگ چار چیزیں دیکھتے ہیں۔ (۱) مال (۲) اس کی نسبی شرافت (۳) اس کی خوبصورتی (۴) اس کی دینداری۔ پس تم دیندار عورت کو اختیار کرو۔ (مشکوٰۃ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں بتلایا کہ عورتوں سے نکاح کرنے میں لوگ چار چیزوں کو سامنے رکھتے ہیں۔ بعض تو یہ دیکھتے ہیں کہ اس کے گھر والوں کے پاس مال کتنا ہے ہمیں جہیز کتنا ملے گا، چار چکے والی اور دو چکے والی، ٹی وی، فریج، صوفہ سیٹ وغیرہ سامان ملے گا کہ نہیں، اگر ان قیمتی سامانوں کے ملنے کی ان کو توقع ہوتی ہے تو وہ اس عورت سے نکاح کرنے کو محض اس کی مالداری کی وجہ سے خواہشمند ہوتے ہیں۔

اور شادی کرنے والوں کی ایک قسم یہ دیکھتی ہے کہ لڑکی کا گھرانہ اونچا ہے یا نہیں، اس کا خاندان شریف ہے یا رذیل، لڑکی کیسی بھی ہو نیک صالح، دیندار اور نماز، روزہ کی پابند ہو اگر اس کا تعلق اونچے خاندان سے نہیں ہے تو اس سے لوگ نکاح کرنے کو پسند نہیں کرتے۔

اور کچھ لوگ لڑکی کی صرف خوبصورت دیکھتے ہیں، ہنری ہے کہ بے ہنری، اونچے گھرانہ کی ہے یا اس کا گھرانہ اخلاقی اعتبار سے پامال ہے، ان کو لڑکی کی مالداری یا غریبی سے بھی مطلب نہیں ہوتا ہے، بلکہ صرف لڑکی کا ظاہری حسن دیکھ کر اس کو بیوی بنانا چاہتے ہیں۔

اور اللہ کے بندوں کی چوتھی قسم وہ ہے جو کسی عورت کو بیوی بنانے کیلئے یہ دیکھتی ہے کہ لڑکی کا گھرانہ دیندار ہے کہ نہیں، لڑکی خود صالح اور نیک اطوار ہے کہ نہیں، نکاح کیلئے ان کا معیار صرف دین اور دینداری ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چاروں قسموں

میں سے نکاح کیلئے دیندار لڑکی کو اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے کہ اصل چیز دین ہی ہے بقیہ چیزوں کی اللہ کے یہاں کوئی اہمیت اور قیمت نہیں۔

افسوس آج کل ہم لوگوں نے شادی بیاہ کے سلسلہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت کو جس طرح نظر انداز کر دیا ہے اسے بتلانے کی ضرورت نہیں، جس کا مسلم معاشرہ پر ایسا خراب اثر پڑا ہے کہ ہماری شادیاں ہندو گھرانوں کی بالکل مثال بن گئی ہیں، وہی رسم ورواج، وہی لین دین، وہی فضول خرچیاں، وہی دکھاوا جو ہندو گھرانوں کا امتیاز تھا اب ان کو ہماری شادیوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

(۲)...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کھانا رکھا جائے تو تم لوگ جوتے اتار دیا کرو اس میں تمہارے قدموں کیلئے زیادہ راحت ہے۔

قربان جایئے آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پاک کہاں کہاں پہونچتی تھی۔ جوتے اتار کر کھانا کھانے میں جو راحت، آرام اور سکون ہے وہ جوتے پہن کر ہر گز نہیں، نیز اس میں کھانے کا اکرام اور اللہ کی نعمت کی قدر دانی بھی ہے اور تواضع اور فروتنی کا اظہار بھی ہے، مگر آج کل میز کرسی پر کھانا اور پاؤں میں جوتے پہن کر کھانا کھانا ہمارا فیشن بن گیا ہے، اور اب تو پلیٹ ہاتھ میں لے کر چلتے پھرتے کھڑے ہو کر جانوروں کی طرح کھانا کھانا جدید طبقوں کا فیشن بن گیا ہے، ہم غیروں کے نقال ہیں اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایتوں اور سنتوں سے ہم بیزار ہیں۔

(۳)...... حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی برتن میں کھایا پھر اس برتن کو چاٹ کر صاف کر لیا تو برتن کھانے والے کو دعا دیتا ہے کہ اللہ تجھ کو جہنم کی آگ سے آزاد کر دے جیسا تو نے مجھ کو شیطان سے آزاد کیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو کھانا کھا کر کھانے کے برتن کو انگلیوں سے یا زبان سے چاٹ لینا چاہئے تا کہ کھانے کا کوئی حصہ شیطان کا حصہ نہ بنے، حدیث

mdajmalansari52@gmail.com

سے معلوم ہوتا ہے کہ جس برتن میں کھانا رہ جاتا ہے اسکو شیطان کھاتا ہے۔

بعض لوگ اس کو بڑی بات سمجھتے ہیں کہ کھانے کے برتن کو صاف نہ کریں، وہ برتن صاف کرنے اور اس کو چاٹنے کو حرص اور طمع خیال کرتے ہیں، برتن صاف نہ کرنا اور اس کو نہ چاٹنا یہ متکبرانہ عمل ہے، اللہ کی نعمت کی قدر اور انسان کا تواضع یہ ہے کہ وہ اللہ کا عطا کردہ ایک ایک دانہ کو اپنے لئے نعمت سمجھے اور اس کو ضائع نہ ہونے دے۔

(۴)...... حضرت مقدام بن معد یکرب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مسلمان کسی کا مہمان بنے مگر اس آدمی نے اپنے مہمان کی ضیافت نہیں کی تو دوسرے مسلمان کا حق ہوتا ہے کہ وہ اس مہمان کے کھانے پینے کا انتظام کرے۔ (مشکوٰۃ)

مہمانوں کا اکرام اور ان کا اعزاز کرنا مسلمانوں کے ذمہ واجب ہوتا ہے۔ اس کا اسلام میں اتنا اہتمام ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے، یعنی مہمان نوازی ایمان کا تقاضا ہے، اور مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے مہمانوں کو عزت کا مقام دے اور کھانے پینے میں سے جو اچھی چیز میسر ہو اس سے ضیافت کرے، اگر کوئی بد بخت ایسا ہے جو اپنی دنائت، بخل یا کسی اور وجہ سے اپنے مہمان کی عزت نہیں کرتا تو پھر آس پاس کے جو لوگ ہیں ان کی ذمہ داری بن جاتی ہے کہ وہ اس مہمان کے ساتھ حسن سلوک کریں اور اس کو اپنا مہمان بنا کر اس کی ضیافت کا اہتمام کریں۔

مہمانوں کا اپنے مسلمان بھائی پر ایسا حق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم کبھی ایسے لوگ کے پاس جاتے ہیں جو ہماری مہمانی نہیں کرتے ہیں تو ہمیں کیا کرنا چاہئے تو آپ نے ارشاد فرمایا اگر وہ لوگ خود سے تمہاری ضیافت نہیں کرتے ہیں تو تم ان کے مالوں میں سے اتنا لے سکتے ہو جو ایک مہمان کیلئے کافی ہو۔

''حقیقۃ الفقہ'' کتاب پر ایک نظر

غیر مقلدین مجتہدین کی قابلیت کے کچھ نمونے

جمیل مفتاحی

''حقیقۃ الفقہ'' نامی کتاب کو جس کے مصنف مولانا یوسف جے پوری ہیں۔ بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اور اس کو حنفیت شکن کہا جاتا ہے۔ زمزم کی پہلی جلد کے تین شماروں میں اس کتاب پر مدیر زمزم کے قلم سے تبصرہ شائع ہوا تھا، بعض حضرات کا شدید تقاضا ہے اس مضمون کو دوبارہ شائع کیا جائے، ان کی خواہش کے احترام میں اس مضمون کی تینوں قسطوں کو ایک ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔

مولانا محمد یوسف جے پوری مشہور غیر مقلد عالم ہیں، اور بقول مولانا مقتدیٰ حسن ازہری ریکٹر جامعہ سلفیہ بنارس ''وہ ایک صاحب نظر عالم تھے'' مولانا جے پوری چونکہ بقول مولانا مقتدیٰ حسن ازہری ''فقہ حنفی کی ناہمواریوں سے واقف تھے'' انھوں نے بقول مولانا ازہری صاحب فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنے کیلئے ایک کتاب حقیقۃ الفقہ کے نام سے تالیف فرمائی جو بڑی تحقیقی اور مفید ہے۔

میں بہت دنوں سے اس کتاب کا نام سنا کرتا تھا، جماعت غیر مقلدین کے اصاغر و اکابر اس کتاب کو بڑی اہمیت دیتے ہیں، بہت سی تحریرات میری نظر سے گذریں جن میں اسی کتاب کے مشتملات و مضامین سے فقہ حنفی پر بمباری کی گئی ہے، اور فقہ کی ناہمواریوں کو ظاہر کیا گیا ہے۔

حقیقۃ الفقہ کتاب کی خود احناف کی نگاہ میں کیا اہمیت ہے، بقول مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ:

''اس میں بعض وہ مسائل ہیں جن کے ائمہ مجتہدین قائل نہیں ہیں اور بعض مسائل میں اپنی طرف سے کتر بیونت کرکے اور اپنے خیال میں ان کو گھناؤنا بنا کر پیش کیا گیا ہے''۔ (مجلہ المآثر شمارہ ۲ جلد ۶)

اس کتاب کی اس واشگاف حقیقت کے باوجود غیر مقلدین جماعت میں اس کتاب کو بڑی اہمیت دی گئی ہے، اس لئے کہ اس میں فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کیا گیا تھا اور اس کا مصنف ایک صاحب نظر عالم تھا۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا ابھی تک یہ کتاب میرے مطالعہ سے گزری نہیں تھی صرف اس کا نام سنا کرتا تھا، دو ماہ قبل کی بات ہے کہ ایک کتب خانہ میں مجھے یہ کتاب دستیاب ہوگئی، اور میں نے فقہ حنفی کی ناہمواریوں سے واقف ہونے کے لئے اس کا مطالعہ دوران سفر ٹرین ہی میں شروع کردیا اور از اول تا آخر اس ''صاحب نظر عالم'' کی یہ کتاب پڑھ ڈالی۔

جی ہاں پڑھ ڈالی، مگر ہوا کیا، مجھے فقہ حنفی کی ناہمواریوں کا کہیں سراغ تو لگا نہیں البتہ میرا یہ احساس مزید بڑھا کہ جماعتِ غیر مقلدین میں ''جہل'' کی فراوانی بہت زیادہ ہے ان کے صاحب نظر علماء کی علمی سطح بھی بہت پست ہوتی ہے، اور ان کے صاحب نظر عالم لوگ کسی اچھے عربی مدرسہ کے متوسط درجہ کی استعداد کے طلبہ کے برابر بھی علمی استعداد نہیں رکھتے ہیں۔

جماعت غیر مقلدین کے علماء پر یہ میرا کوئی الزام نہیں ہے تجربات نے ہمیں اس نتیجہ تک پہونچایا ہے، جامعہ سلفیہ بنارس میں آج کل ''پی، ایچ، ڈیوں'' کا جمگھٹا ہے، انھیں پی ایچ ڈیوں میں سے کوئی صاحب ڈاکٹر رضاء اللہ نامی ہیں، سال گزشتہ دہلی سے شائع ہونے والے مرکزی جمیعت اہلحدیث کے پرچہ ترجمان میں ان کا ایک مضمون شائع ہوا تھا، عنوان تھا:

''سلفیت کا تعارف اور اس کے متعلق بعض غلط فہمیوں کا ازالہ''[1]

اس مضمون میں یہ پی ایچ ڈی صاحب لغت میں سلفیت کا معنیٰ بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں ''لغوی اعتبار سے'' سلفی سالف کی جمع ہے۔

---

[1] یہ مضمون جامعہ سلفیہ بنارس سے شائع ہونے والے محدث پرچہ میں بھی چھپا ہے۔
(دیکھو محدث دسمبر ۱۹۹۷ء)

جی ہاں غیر مقلدین پی ایچ ڈیوں کے نزدیک لغوی اعتبار سے سلفی سالف کی جمع ہے اس قابلیت پر کون نہ مرجائے اے خدا، اندازہ لگایئے جماعت غیر مقلدین میں جہل کی فراوانی کا، اور پھر ان کی تعلّی آمیز تحریریں دیکھئے، ان کا ہر صاحبِ قلم براہ راست امام ابوحنیفہ سے پنجہ آزمائی کرتا نظر آئے گا۔

اس مضمون میں ڈاکٹر رضاء اللہ نے یہ حدیث نقل کی ہے۔

لا تزال طائفة من امتی علے الحق ظاھرین"

اور اس کا یہ دلچسپ اور پی ایچ ڈیانہ ترجمہ کیا ہے:

''میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر غالب رہے گی''

اہل علم غور فرمالیں کیا اس حدیث کا یہی ترجمہ ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے قطعاً غور نہیں کیا کہ جب وہ جماعت حق پر غالب رہے گی تو خود حق کیا ہوگا؟ کیا حق مغلوب نہیں ہوگا، اور حق کو مغلوب کر لینے کے بعد وہ جماعت قابل مدح کیسے ٹھہرے گی۔

جن لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ سلفی کو سالف کی جمع بتلائیں اور ایک حدیث کا بھی صحیح ترجمہ نہ کرسکیں ان کو دعویٰ ہوتا ہے کہ ہم لوگ اپنے اجتہاد کے زور پر کتاب وسنت سے استفادہ کرلیں گے، اور ان کو مسائل شرعیہ معلوم کرنے کے لئے کسی راہنما کی ضرورت نہیں ہے۔ وفی ذالک عبرة لاولی الابصار.

بات چل رہی تھی مولانا یوسف جے پوری اور ان کی کتاب حقیقۃ الفقہ کی، مولانا جے پوری کی کتاب پڑھنے کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ کیا غیر مقلدین جماعت میں اب علم اتنا عنقاء ہوگیا ہے کہ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری جیسا فاضل بھی مولانا جے پوری کو صاحب نظر آدمی کہتے ہوئے شرم نہیں کھاتا، اور صرف مولانا مقتدیٰ حسن ازہری ہی کیا، اس جماعت کا ہر چھوٹا بڑا اس کتاب کے بل بوتے پر اچھلتا کودتا نظر آتا ہے۔

مولانا یوسف جے پوری کی یہ کتاب اپنے علمی مواد کے اعتبار سے کس پایہ کی اور علم وتحقیق کے کس معیار کی ہے، اس سے اجمالی واقفیت تو مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے اس کتاب کے بارے میں مختصر مگر جامع تبصرے سے معلوم ہوگئی۔ میں

اپنے اس مضمون میں مولانا کی قابلیت کے کچھ نمونے پیش کر رہا ہوں جن سے قارئین کو مزید معلوم ہوگا کہ یہ کتاب علم وتحقیق کے اعتبار سے کس پایہ کی ہوگی اور مولانا کتنے بڑے صاحب نظر عالم تھے، اور جو لوگ اس قابلیت کے لوگوں کو بھی صاحب نظر کہتے ہوں، خود ان کی نظر کتنی بلند ہوگی اور ان کی اپنی تحقیق و بحث کا معیار کتنا بلند ہوگا۔

اس کتاب کو پڑھنے کے بعد میرا اپنا تأثر یہ ہے کہ مولانا محمد یوسف جے پوری کی علمی سطح بہت پست ہے، قرآن وحدیث، فقہ وتفسیر وغیرہ علوم کی بات تو الگ ہے، مولانا جے پوری کو نحو وصرف اور عربی زبان وادب سے بھی بس برائے نام ہی تعلق تھا، معمولی معمولی عربی عبارتوں کا بھی صحیح ترجمہ کرنے کی مولانا موصوف میں صلاحیت واستعداد نہیں تھی، قارئین میری یہ بات سن کر چونکیں نہیں درج ذیل نمونوں سے عبرت حاصل کریں۔

(۱) مولانا جے پوری نے اپنی اس کتاب میں اعلام الموقعین سے یہ عبارت نقل کی ہے۔ انما حدثت هذه البدعة في القرن الرابع المذمومة علىٰ لسانه صلى الله عليه وسلم.

اور اس کا ترجمہ کیا ہے:

یہ تقلید کی بدعت چوتھی صدی میں جاری ہوئی ہے، یہ وہ زمانہ ہے کہ جس کی مذمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو چکی ہے'' ص ۴۵

اہل علم غور فرمالیں کہ مولانا سے اس سادہ سی بات بالکل واضح عربی عبارت کا ترجمہ بھی صحیح نہیں ہو سکا ہے، اس عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔

یہ بدعت چوتھی صدی میں جاری ہوئی ہے، یہ وہ بدعت ہے جس کی مذمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ثابت ہو چکی ہے۔

یعنی مذمت کا تعلق بدعت سے ہے زمانہ سے نہیں ہے، مذموم بدعت کو کہا جا رہا ہے زمانہ کی مذمت نہیں کی جا رہی ہے۔ المذمومۃ مؤنث ہے جو عبارت میں بدعت کی صفت ہے قرن کی نہیں۔

حقیقۃ الفقہ کا صاحب نظر غیر مقلد عالم جو فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنے کے

لئے مستقل ایک کتاب لکھنے کا حوصلہ رکھتا ہے، اس کی علمی سطح یہ ہے کہ وہ نحو وصرف اور عربی زبان سے ایسا جاہل ہے کہ معمولی عربی عبارت کا صحیح ترجمہ بھی نہیں کرسکا۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ جلد دوم سے مولانا جے پوری نے یہ عبارت نقل کی ہے:

فلقد تفانوا اصحاب الحديث وتلاشوا وتبذل الناس بطلبه يهزأبهم اعداء الحديث"

اوراس کا ترجمہ یہ کیا ہے:

اصحاب حدیث یکے بعد دیگرے مرتے چلے گئے اور (جو بچے وہ) حقیر سمجھے جاتے تھے لوگوں نے علم کی نگہداشت چھوڑ دی اور کتاب وسنت کے دشمن ہوگئے۔ (ص۴۹)

میں اہل علم سے گذارش کروں گا کہ وہ خط کشیدہ عبارت میں غور کر کے بتلائیں کہ یہ ترجمہ اس عربی عبارت کے کن الفاظ کا ہے، ناظرین اس عبارت کا صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

اصحاب حدیث ختم ہوگئے اور کمزور پڑ گئے، لوگوں نے طلب حدیث کے لئے باوقار طریقہ چھوڑ دیا، دشمنانِ حدیث حدیث والوں کا مذاق اڑانے لگے"

(۳) ص۵۰ میں واد من النظر فی الصحیح کا ترجمہ کیا ہے۔

"اور بغور صحیحین (بخاری ومسلم) کو دیکھئے۔

مشہور ہے کہ کانے کو ہر چیز دو ہی نظر آتی ہے، یہاں بھی مولانا جے پوری "صحیح" سے صحیحین یعنی بخاری ومسلم سمجھ رہے ہیں، یہ صرف جہالت وحماقت ہی نہیں بلکہ فریب کاری کا بھی کھیل کھیلا جارہا ہے، کہنے والا تو یہ کہنا چاہتا ہے کہ اہل علم کو صحیح حدیث کے حصول کی تگ ودو میں لگے رہنا چاہئے خواہ وہ صحیح حدیث بخاری ومسلم میں ہو یا حدیث کی کسی اور کتاب میں، مگر مولانا جے پوری اس کے برخلاف لوگوں کے ذہنوں میں اس غلط وفریب کارانہ ترجمہ سے یہ بٹھلانا چاہتے ہیں کہ صحیح حدیث کا وجود بخاری ومسلم کے علاوہ اور کہیں نہیں ہے۔

(۴) **قال ابن مسعود لا يقلدن احدكم دينه رجلا ان أمن أمن وان**

کفر کفر.

کا ترجمہ کیا ہے۔

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ کوئی شخص دین کے بارے میں کسی کی تقلید نہ کرے کیوں کہ اگروہ (متبوع) مومن رہا تو اس کا مقلد بھی مومن رہے گا اور اگر وہ کافر ہوا تو اس کا مقلد بھی کافر رہے گا''

اہل علم زیر خط عبارت کو پڑھ کر بتلائیں کہ مولانا جے پوری کا مذکورہ عربی عبارت کا ترجمہ کہاں تک صحیح ہے۔وان آمن آمن وان کفر کفر کا یہی ترجمہ ہوگا۔اور لایقلدن احدکم دینه کا ترجمہ مولانا نے صحیح کیا ہے؟ صحیح ترجمہ ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

''کوئی اپنے دین کو کسی کا قلادہ نہ بنائے کہ وہ مومن رہے گا تو میں بھی مومن رہوں گا اور وہ کافر ہو جائے گا تو میں بھی کافر ہو جاؤں گا''

(۵) وجمهور المجتهدين لا يقلدون الا صاحب الشرع کا ترجمہ کیا ہے۔

مولانا جے پوری جوش غیر مقلدیت میں جمہور المجتہدین کا ترجمہ ''تمام مجتہدین'' کر رہے ہیں۔

(۶) اسی صفحہ میں حاشا للہ کا ترجمہ ''خدا ان سے خوش ہو'' کر کے مولانا نے اپنی بے نظیر قابلیت سے ہم سب کو خوش کر دیا ہے، اصل عربی اور اس کا ترجمہ دیکھئے:

هل اباح مالك وابو حنيفة والشافعي قط لاحد تقليدهم حاشا الله منهم. ہرگز روا نہیں رکھا مالک اور ابوحنیفہ اور شافعی نے (خدا ان سے خوش ہو) کسی کے لئے اپنی تقلید کو۔ ص ۶۹

کسی نے بھلا کب سنا ہوگا حاشا الله منهم کا یہ فاضلانہ ترجمہ۔

(۷) اور مولانا جے پوری نے تو درج ذیل مشہور عبارت کا جو غیر مقلدانہ ترجمہ کیا ہے وہ غیر مقلدین علماء کی قابلیت کا ایسا شاہکار ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روح

تمام مجتہدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ ص ۶۹

جن کا وہ کلام ہے خوش ہوگئی ہوگی، امام مالک فرماتے ہیں:

مامن أحد الا ماخوذ من كلامه ومردود عليه الا رسول الله صلى الله عليه وسلم.

مولانا جیپوری نے اس کا ترجمہ کیا ہے:

''امام مالک نے فرمایا جو ہے سوا پنے کلام سے ماخوذ ہوگا اور اسی پر اس کا کلام رد کردیا جائے گا سوائے رسول اللہ کے'' (ص ۴۳)

یہ ترجمہ دیکھ کر اہل علم عش عش کررہے ہوں گے اور زبان وادب کے ماہرین غش کھا کر گر رہے ہوں گے۔ مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روح قبر میں تڑپ رہی ہوگی کہ کس جاہل کے زیر قلم میری یہ بات آگئی ہے۔

افسوس اس سفاہت وجہالت کے باوجود غیر مقلدین کو ائمہ دین کی اتباع وپیروی سے شرم آتی ہے، اور اجتہاد کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور فقہ حنفی کی ناہمواری ظاہر کرنے کی ہمت ہوتی ہے، قابل داد ہیں وہ لوگ جو علم وقابلیت کی اس پونجی کے بل بوتے پر فقہ حنفی سے پنجہ آزمائی کا حوصلہ رکھتے ہیں، اور قابل مدح وستائش ہیں وہ لوگ جو استعداد وصلاحیت کے فقد ان کے باوجود بھی مجتہد بننے کا خواب دیکھتے ہیں، ناظرین اس عبارت کا صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں، امام مالک فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہر شخص کی کچھ بات لی بھی جاتی اور چھوڑ بھی دی جاتی ہے''

یعنی صرف اللہ کے رسول کی ذات ہی ایسی ہے جس کی ساری باتیں قابل قبول ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کا یہ مقام نہیں خواہ وہ علم ومعرفت اور عقل وفقہ میں کتنا اونچا بھی مقام رکھتا ہو جس کی ساری باتیں قابل قبول وقابل عمل ہوں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بہت مشہور کلام ہے، شاید ہی کوئی ایسا عربی داں اور عالم ہو جس کی نگاہ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات بار بار گزری نہ ہو، مگر اس مشہور عبارت کا بھی مولانا یوسف جے پوری سے جو فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو بتلانے کے لئے حقیقۃ

الفقہ جیسی ''شاہکار'' کتاب تصنیف کررہے ہیں صحیح ترجمہ نہ ہوسکا،اس جہالت کے باوجود غیر مقلدین دانشوراورڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے والےلوگوں کی نگاہ میں مولانا جے پوری صاحب نظرعالم ہی ہیں۔ (فالی الله المشتکیٰ)

(۸) ص ۷۷ میں یہ عبارت نقل کی گئی ہے:

ماجاء عن النبی صلی الله علیه وسلم واصحابه فخذیه ثم التابعین ثم الرجل فیه مخیر.

اوراس کا ترجمہ مولانا نے یہ کیا ہے:

''اور جوآنحضرت اور صحابہ سے پہونچے اس پرعمل کرنا پھر تابعین میں انسان مختار ہے''

اہل علم دیکھ رہے ہیں کہ یہ صاحب جوفقہ حنفی کی ناہمواریوں کوظاہر کرنے کے لئے''حقیقۃ الفقہ'' لکھ رہے ہیں ان کا مبلغ علم کیا ہے،عربی زبان کی کتنی شدبد ان میں ہے،معمولی عربی عبارت کا نہ ترجمہ صحیح کرپاتے ہیں نہ مطلب صحیح سمجھ پاتے ہیں،مگران کی حقیقۃ الفقہ پڑھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ علم وفقہ کے عرش وکرسی کے تاجدار ہیں،ائمہ احناف ان کے سامنے طفل مکتب ہیں،اور موصوف سے بڑا نہ کوئی فقیہ ہے اور نہ مجتہد،تعلّی وترفع کی انتہا کہ توبہ بھلی۔

ناظرین اس عبارت کا صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

جوآنحضور اور صحابہ کرام سے پہونچے اسے لے لو پھر تابعین سے لو اس کے بعد آدمی کو اختیار ہے۔

یہ کلام حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ہے،حضرت امام موصوف کا مقصد یہ ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور تابعین کا زمانہ خیر القرون کا زمانہ ہے اس زمانہ کی خیریت وبھلائی کی شہادت خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے،اللہ کے رسول کا ارشاد ہے:'' **خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم**'' پہلا زمانہ آنحضورؐ کا ہے دوسرا زمانہ صحابہ کرام کا تیسرا زمانہ تابعین کا اور خیر وبھلائی ان تینوں زمانہ کوشامل ہے،اس وجہ سے امام احمد فرماتے ہیں کہ مسائل میں دیکھو کہ آنحضور کا ارشاد کیا ہے

اوراس پر عمل کرو پھر دیکھو کہ صحابہ کرام کا عمل کیا تھا اس پر عمل کرو تابعین کے زمانہ کو دیکھو اور ان کا قول اختیار کرو، اس کے بعد تم کو اختیار ہے کہ تم خود بھی اجتہاد سے کام لے سکتے ہو۔

مگر ہمارے موصوف جے پوری صاحب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام کو ان کے مقصد کے بالکل خلاف اس کا غلط اور محرفانہ ترجمہ اپنے قارئین کے سامنے پیش کر کے فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔

ہم آگے چل کر بتلائیں گے کہ غیر مقلدین کے ''صاحب نظر عالم'' قسم کے لوگ جہالت کے ساتھ ساتھ بے ایمانی کے وصف میں بھی ممتاز ہوتے ہیں، اور ان کا سینہ آتش حسد سے تپتا رہتا ہے حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے بعد تابعین کا بھی ایک خاص مقام ہے، ان کے علم وفقہ پر امت مسلمہ کو اعتماد کرنا چاہئے، چونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی تابعی ہیں، امام احمد کے اس کلام سے خود امام ابوحنیفہ کا بھی مقام معلوم ہوتا ہے، بس یہی بات ان غیر مقلدین کو کھٹک گئی اور ان کے کلام میں معنوی تحریف کر کے اس کا وہ جاہلانہ ترجمہ کیا گیا جس کا نظارہ قارئین کر چکے ہیں۔

(۹) آپ نے اندھے کی لاٹھی کا فلسفہ سنا ہے؟ یعنی اندھا لاٹھی بس چلائے جاتا ہے، کہاں پڑی، کس کو لگی اس سے اندھے کو کوئی سروکار نہیں ہوتا، کبھی یہی حال غیر مقلدین کے ''صاحب نظر'' عالم قسم کے لوگوں کو ہوتا ہے، مولانا جے پوری کی اس کتاب میں ہمیں اس قسم کی بھی کئی مثالیں ملتی ہیں مثلاً مولانا نے کئی عبارتیں نقل کی ہیں جسمیں ''نظر فی'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، مگر مولانا نے اندھے کی لاٹھی کی طرح ہر جگہ اس کا ترجمہ الگ الگ کر کے فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنے کا دلچسپ فریضہ انجام دیا ہے۔ ص ۴۷ میں ''وانظر فی ذالک لنفسک'' کا ترجمہ کیا ہے۔ ''اور اس سے اپنی جان پر رحم کرنا'' اور ص ۶۷ پر ''انظر فی ذٰلک لنفسک'' کا ترجمہ کیا ہے ''اور اپنے واسطے حجت تلاش کرنا'' اور اسی صفحہ پر ''لینظر فیه لدینه'' کا ترجمہ کیا ہے، ''تا کہ اس میں وہ غور کرے''

یعنی بالکل اندھے کی لاٹھی جیسا ترجمہ، کیا بکا کیا کہا اس سے کچھ مطلب نہیں بس

فقہ حنفی کی ناہمواری ظاہر ہونی چاہئے۔

(۱۰) ص ۸۲ پر یہ عبارت ہے:

"والمذهب الواحد بلا شک لا یحتوی علیٰ کل احادیث الشریعة الا ان قال صاحبه اذا صح الحدیث فهو مذهبی"

ناظرین اس کا دلچسپ مگر جناتی اردو والا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں، مولانا ترجمہ فرماتے ہیں:

"یقیناً کوئی مذہب بھی تمام احادیث شریعت پر حاوی نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ یہاں تک کہ (امام) صاحب المذہب نے کہہ دیا کہ جب بھی حدیث صحیح مل جاوے تو وہی میرا مذہب ہے"

اس دلچسپ ترجمہ پر سر دست میں اپنی گفتگو ختم کرتے ہوئے مولانا جے پوری کی بے ایمانی کے دو چار منظر سے ناظرین کو محظوظ کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) ص ۷۴ فتح الباری کی یہ عبارت نقل کی ہے:

"وفی هذاالوقت ظهرت البدع ظهورا فاشیا الی قوله وتغیرت الاحوال تغیرا شدیدا"

اور اس کا ترجمہ کیا ہے:

"اور اسی وقت سے بدعتیں پھیلنے لگیں اور (دین میں) بہت کچھ تغیر (تقلید سے) واقع ہوگیا۔

مولانا جے پوری اپنی غیر مقلدانہ دیانت سے کام لیتے ہوتے اس عبارت میں جو دین اور تقلید کا بریکٹ میں اضافہ کردیا ہے، یہ ان کی بے ایمانی اور مقلدین سے عداوت کی بدترین مثال ہے، اس عبارت کا سادہ ترجمہ یہ ہے۔

"اور اس وقت بدعتیں ظاہر ہوئیں اور حالتوں میں شدید تغیر واقع ہوا"

حافظ ابن حجر (جو خود شافعی المذہب اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں) نے نہ تقلید کا ذکر کیا ہے اور نہ مقلدین کا، مگر ہمارے جے پوری صاحب اپنی کامل دیانت سے کام لے کر ان کے اس کلام کو مقلدین اور تقلید کے رد میں پیش کررہے ہیں۔

آسماں راحق بود گر خوں ببارد برزمیں

ص ۱۴۳ میں شیخ جیلانی نے یہ کلام نقل کیا ہے۔

"قیل للشیخ الجیلانی هل کان له ولی علی غیر اعتقاد احمد بن حنبل فقال ما کان ولا یکون"

اور اس کا جو ترجمہ کیا ہے وہ یہ ہے:

''حضرت پیران پیر سے پوچھا گیا کہ حنبلی مذہب والوں کے سوا اور مذہب میں کچھ ولی ہوئے ہیں یا نہیں فرمایا نہ تو ہوئے ہیں اور نہ ہونگے:

حالانکہ سوال مذہب کے بارے میں نہیں ہے عقیدہ کے بارے میں ہے، عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔

''شیخ جیلانی سے پوچھا گیا کہ امام احمد کے عقیدہ کے خلاف رہ کر کوئی ولی ہوا ہے تو آپ نے فرمایا نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا''۔

عقیدہ کے بابت سوال کو مذہب کے بارے کا سوال بنا کر مولانا جے پوری نے دیانت وامانت کو منہ چڑایا ہے۔

مولانا اس بے ایمانی سے ثابت کرنا کیا چاہتے ہیں؟ شاید ناظرین کا ذہن وہاں تک نہ پہونچے، چونکہ اولیاء اللہ کی بیشتر تعداد فقہ حنفی کی پابند تھی اور مذہب حنفی پر عامل تھی، یہ ایک ایسی نا قابل انکار حقیقت ہے کہ جس کا انکار ان کے لئے ممکن نہیں جن کے قلوب علم وتحقیق اور دیانت وامانت اور عدل وانصاف کے نور سے جگمگا رہے ہیں۔ غیر مقلدین کو جن کو فقہ حنفی سے حسد وجلن ہے اور مذہب حنفی سے کڑھن ہے۔ یہی بات کھٹکتی رہتی ہے، جب ان کے خیال میں حنفی مذہب کو کتاب وسنت سے واسطہ نہیں ہے تو پھر اولیاء اللہ کی جماعت آخر اس مذہب کی گردیدہ فریفتہ کیوں رہی ہے، اور انکا مذہب مذہب حنفی کیوں رہا۔

تو اب صاحب نظر قسم کے غیر مقلد عالموں نے اس بات پر پورا زور صرف کرنا شروع کردیا کہ امام احمد کے مذہب کے خلاف جس کا مذہب تھا وہ اللہ کا ولی ہو ہی نہیں سکتا اور اس کے لئے شیخ جیلانی کی ان کے مطلب کے لئے غیر مفید عبارت کو تحریف معنوی کی

خراد پر چڑھا کر اپنے لئے مفید مطلب بنانے کی سعی نامشکور کی جانے لگی، اور جہالت و بے ایمانی کے پورے ہتھیار سے لیس ہو کر یہ فریضہ انجام دیا گیا۔

مگر ان حضرات نے اس پر قطعاً غور نہیں کیا کہ امام احمد کے مذہب کے علاوہ صرف حنفی مذہب نہیں ہے، بلکہ شافعی و مالکی مذہب بھی ہیں تو کیا ان دونوں مذہبوں کے ماننے والوں میں بھی کوئی ولی اللہ نہیں گزرا؟ برا ہو فقہ حنفی اور مذہب حنفی سے عداوت و بغض کا کہ آدمی عقل سے بالکل پیدل ہی ہو جاتا ہے، اچھا اگر مذہب حنبلی کے علاوہ کہیں کوئی ولی اللہ نہیں گزرا تو اس سے ان غیر مقلدین لا مذہبین کو کیا فائدہ حاصل ہوا، کیا مذہب حنبلی میں ولی اللہ کے گزرنے اور پائے جانے سے ان کے کھیتی لہلہا اٹھی اور ولایت الٰہیہ کی ان کی وادی غیر ذی ذرع میں بہار آ گئی؟ اللہ کے ولیوں کا گزر صرف مذہب حنبلی میں تسلیم کر لیا جائے تو بھی ولیوں کا گروہ مقلدین ہی میں رہا غیر مقلدین کی کھیتی تو سوکھی کی سوکھی ہی رہی، ان کو اس سے کیا نفع حاصل ہوا۔

مولانا محمد یوسف جے پوری کی کتاب حقیقۃ الفقہ جس کو بقول مولانا مقتدیٰ حسن ازہری ایکٹر جامعہ سلفیہ بنارس فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنے کیلئے مصنف نے لکھی تھی، اس سے فقہ حنفی کی ناہمواری کیا ظاہر ہوتی اس کتاب سے خود مولانا محمد یوسف کی جہالت آشکارا ہوتی ہے، میں نے متعدد مثالوں سے واضح کیا تھا کہ مولانا جے پوری کو معمولی عربی بھی نہیں آتی تھی، نحو و صرف سے مولانا جاہل تھے، عربی کی بہت واضح اور سادہ عبارتیں نہ مولانا سمجھ پاتے تھے اور نہ ان کا صحیح ترجمہ کر سکتے تھے۔

(۱) حجۃ اللہ البالغہ سے مولانا نے یہ عبارت نقل کی ہے۔

وقال لم یزل الناس یسئلون من اتفق من العلماء الخ

اور اس کا یہ دلچسپ ترجمہ کیا ہے۔

''کہا شیخ عزالدین عبدالسلام نے ہمیشہ سے لوگ اس پر تھے کہ علماء کے متفق فتویٰ دریافت کرتے'' ص ۸۰

یہ ہے مولانا جے پوری کی قابلیت کا ایک عظیم شاہ کار اور اس قابلیت پر فقہ حنفی سے

پنجہ آزائی کا شوق ہے مولانا جے پوری کو، اور مجتہد بننے، کا بھی اسی قابلیت پر شوق ہے، جو شخص معمولی عربی عبارت کا بھی صحیح ترجمہ نہ کر سکے وہ غیر مقلدوں کی دنیا میں ''صاحب نظر عالم'' کہلاتا ہے، ناظرین کرام اس عبارت کا صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

کہا شیخ عز الدین عبد السلام نے ہمیشہ سے لوگوں کا معمول یہی تھا کہ جس کسی سے بھی ہوتا مسائل معلوم کرلیا کرتے تھے''

دونوں ترجموں کا ناظرین فرق ملاحظہ ملاحظہ فرما کر مولانا جے پوری کی قابلیت کی داد دیں۔

(۲) مولانا جے پوری نے ایضاح الحق الصریح سے یہ فارسی عبارت نقل کی ہے۔

وارادہ وتقلید شخصے معین از مجتہدین ومشائخ درارکان دین لازم نے الخ

اور اس کا ترجمہ یہ کیا ہے:

''اور مرید ہونا اور مقلد ہونا کسی شخص معین کا مجتہدوں اور مشائخوں سے ارکان دین میں نہیں ہے'' (ص ۸۱)

''درارکان دین لازم نے'' کا مولانا کے نزدیک خط کشیدہ جملہ ترجمہ ہے، مولانا یا تو فی الواقع اس عبارت کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکے ہیں، یا قصداً انھوں نے یہ تحریفی ترجمہ کیا ہے۔ بات چاہے جو ہو مولانا کی شبیہ بگڑ ہی کر سامنے آتی ہے، ناظرین کرام اس عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہوگا۔

''اور مرید ہونا اور مقلد ہونا کسی شخص معین کا مجتہدوں اور مشائخوں میں ارکان دین میں لازم نہیں ہے''

ارکان دین میں کسی چیز کا نہ ہونا اور مفہوم رکھتا ہے اور ارکان دین میں کسی چیز کا لازم نہ ہونا اور مفہوم رکھتا ہے، اہل علم اس فرق کو خوب سمجھتے ہیں، مگر میں عوام کیلئے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ارکان دین میں سے کسی چیز کے نہ ہونے کا مطلب تو بالکل ظاہر ہے اور وہ یہ کہ اس کا دین کے ارکان سے کوئی تعلق نہیں، اور دین کے ارکان میں لازم نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا تعلق دین کے ارکان ہی میں سے ہے مگر یہ تعلق لزوم اور وجوب کا نہیں

ہے، صاحب ایضاح کا مطلب یہ ہے کہ کسی سے مرید ہونا اور کسی شخص معین کی تقلید کرنا اس کا تعلق بھی ارکان دین ہی سے ہے مگر اس کا درجہ لازم اور واجب کا نہیں ہے، بلکہ استحباب واستحسان کا ہے، کتاب کا مصنف تو یہ کہنا چاہتا ہے اور تقلید اور پیری و مریدی کو ارکان دین میں سے قرار دیتا ہے اگر چہ درجہ وجوب ولزوم میں نہیں بلکہ استحباب واستحسان کے درجہ میں، اور مولانا جے پوری اپنی غیر مقلدانہ ذہنیت کے پیش نظر اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ یہ چیزیں دین کے ارکان میں سے نہیں ہیں، غیر مقلدیت اور جہالت و بے ایمانی میں کتنا قرب ہے، ناظرین اندازہ کریں۔[1]

(۱۳) مولانا جے پوری درج ذیل عبارت کا ترجمہ فرماتے ہیں:

وھذا کلہ نفی للتقلید وابطال لمن فھمہ و ھدی لرشدہ

ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ اس میں تقلید کی تردید اور ابطال ہے جو فہم رکھتا ہے اور ہدایت نصیب ہوئی اسے سمجھتا ہے ص ۸۴

اہل علم غور فرمائیں کہ لمن فھمہ وھدی لرشدہ کا یہی ترجمہ ہوگا اگر مولانا نے یہ عبارت کو سمجھ کر ترجمہ کیا ہوتا تو اس کا ترجمہ یہ کرتے۔

ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ اس میں تقلید کی تردید وابطال ہے اس کے لئے جس نے اس کو (یعنی میری تحقیق کو) سمجھا اور اسے ہدایت ملی۔

(۱۴) مولانا **بل الدلیل اقتضیٰ العمل بقول المجتھد فیما احتاج الیہ** کا ترجمہ فرماتے ہیں۔

"بلکہ دلیل کا مقتضیٰ تو یہ ہے کہ خواہ کوئی سا مجتہد ہو، اس کے قول پر جس مسئلہ میں حاجت پڑے کیا جائے، ص ۸۵

یہ کون سی اردو ہے۔ "اور خواہ کوئی سا مجتہد" کس کا ترجمہ ہے۔

(۱۵) **"واجمع الصحابۃ علی ان من استفتیٰ ابا بکر و عمر امیری المومنین فلہ ان یستفتی اباھریرۃ ومعاذ بن جبل وغیر ھما من غیر نکیر**

---

[1] ایضاح الحق الصریح کی اس عبارت پر متعدد وجوہ سے کلام کیا جا سکتا ہے مگر سر دست اسکو میں چھوڑتا ہوں۔

" کا ترجمہ مولانا فرماتے ہیں۔

''اور متفق ہو گئے صحابہ اس پر کہ جو فتویٰ پوچھے دونوں مومنوں کے سردار ابوبکر اور عمر سے تو اسے روا ہے کہ فتویٰ پوچھے ابوہریرہ اور معاذ بن جبل وغیرہ سے اور بلا کھٹکے ان کے قولوں پر عمل کرے''

ناظرین کرام خط کشیدہ عبارت اس عربی عبارت کے کس جزو کا ترجمہ ہے، کسی غیر مقلد عالم سے پوچھ کر ہمیں مطلع فرمادیں۔

اور دوسرا سوال غیر مقلدوں سے یہ بھی کرلیں کہ کیا بلا کھٹکے صحابہ کرام کے قولوں پر عمل کرنا مذہب غیر مقلدیت میں جائز ہے؟ اگر وہ کہیں کہ ہاں! تو پھر ان سے اس پر ایک تحریر لے لیں۔

(۱۶) مولانا جے پوری درج ذیل عبارت کا ترجمہ فرماتے ہیں:

''بل اوجب علم الدین بما بعث به سیدنا محمد اصلی الله علیه وسلم والعمل بشریعته''

بلکہ ان پر اس بات پر ایمان لانا واجب کیا ہے جس کے لئے ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور عمل کرنا ان کی شریعت پر'' ص ۸۶

کیا کوئی غیر مقلد عالم بتلائے گا کہ مولانا نے اس عبارت کا صحیح ترکیا ہے؟

اوجب علم الدین کا ترجمہ ایمان لانا واجب کیا ہے، کرنا کتنی بڑی جہالت ہے، مگر غیر مقلدوں کا ہر جاہل بھی مجتہدی بننے کا شوق رکھتا ہے۔

(۱۷) فی کل ما یاتی ویذر کا یہ دلچسپ ترجمہ کیا

''ہر کام خواہ وہ کرنے کا ہو یا چھوڑنے کا'' (ص ۹۱)

جس جاہل کو کل ما یاتی ویذر کا مفہوم بھی معلوم نہ ہو وہ داد اجتہاد دینے کو تیار ہے اور ''حقیقۃ الفقہ'' لکھ کر فقہ کی ناہمواری ظاہر کرنے کا شوق پالے ہوئے ہے۔

(۱۸) **''وما امرنا باتباع مذهب من المذاهب راساًفضلا عن اتباع مذهب معین''** کا ترجمہ فرماتے ہیں:

''اور نہیں حکم دیے گئے ہیں ہم کہ تابعداری کریں مذہبوں میں سے خاص کر کسی مذہب کی''

غیر مقلدین علماء سے گذارش ہے کہ وہ بتلائیں کہ کیا مولانا جے پوری کا یہ ترجمہ محرفانہ اور غلط نہیں ہے، ناظرین اس عبارت کا پہلے صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

''اور ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا ہے کہ کسی مذہب کی اتباع کریں کسی مذہب معین کی بات تو الگ رہی''۔

مولانا نے خط کشیدہ ترجمہ کس عبارت کا کیا ہے؟ اور ''خاص کر'' کیا فضلاعن کا ترجمہ ہے؟ اور پھر مولانا جے پوری نے جو یہ فرمایا ہے کہ مطلب یہ ہے اللہ اور اس کے رسول نے چاروں مذہبوں میں سے کسی مذہب کی اتباع کا حکم نہیں دیا ہے، مولانا کا یہ مطلب اس عبارت کے کس جزو سے ثابت ہوتا ہے۔

میں مولانا جے پوری سے پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ اور اس کے رسول نے مذہب غیر مقلدیت کا حکم دیا ہے، یا مذہب سلفیت کا حکم دیا ہے؟ غیر مقلدیت اور سلفیت کی اتباع کا حکم کتاب وسنت میں کہاں ہے؟ اور غیر مقلدین یہ بھی بتلائیں کہ کس حنفی، شافعی، مالکی، یا حنبلی نے اس کا دعویٰ کیا ہے کہ مذہب حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب کی اتباع کا حکم خدا اور رسول نے دیا ہے؟

دراست اللبیب کی اس عبارت کا حاصل تو یہ ہے کہ اللہ ورسول نے خاص اور غیر خاص کسی بھی مذہب کی اتباع کا حکم نہیں دیا ہے۔ مگر جے پوری صاحب یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ ورسول نے عام طور پر تو کسی مذہب کی اتباع کا حکم دیا ہے مگر خاص کر کسی مذہب کی اتباع کا حکم نہیں دیا ہے، واہ رے مولانا کی دیانت وامانت اور قابلیت وشرافت۔

(۱۹) مولانا جے پوری امام داؤد ظاہری کے اس کلام کا ''انظروا فی امر دینکم'' یہ فاضلانہ ترجمہ کرتے ہیں۔

''اور اپنے دین کے معاملہ میں حجت تلاش کرو معصوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی'' ص ۹۵

یقین جانئے کہ مولانا کی اس عربی دانی پر طبیعت عش عش کر کے رہ گئی ہے انظروافی امر دینکم کا یہ لمبا چوڑا ترجمہ غیر مقلدین کی فیکٹری میں تیار ہوتا ہے ناظرین اس عبارت کا ترجمہ بس اتنا ہے۔

''تم لوگ اپنے دین کے معاملہ میں غور کرو''

(۲۰) ولم یات قرن بعد ذالک الا وھو اکثر فتنة واوفر تقلیداً. کا ترجمہ فرماتے ہیں۔ ''اور کوئی صدی ان کے بعد نہیں آئی مگر وہ ان سے زیادہ فتنہ میں تھے اور قوی تر تقلید میں''۔ ص ۹۷

یعنی ''صدی'' جس کو زمانہ سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ مولانا کے نزدیک ذوی العقول کی ایک قسم ہے، اور **بعد ذالک** کا ترجمہ ''ان کے بعد'' مولانا کے نزدیک ہے، ہے کچھ اس جہالت وحماقت کی انتہاء، ناظرین صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمالیں۔

اور اس کے بعد کوئی صدی نہیں گذری مگر اس صدی میں فتنہ زیادہ رہا اور تقلید کی کثرت زیادہ رہی۔

(۲۱) ص ۱۰۵ میں **بل قد یکون کافراً** کا ترجمہ ''بلکہ کافر ہی ہو جاتا ہے'' کر کے اپنی قابلیت وعلمیت کو عیاں وآشکارا کر دیا ہے۔

(۲۲) مولانا جے پوری کی قابلیت اور ان کی عربی دانی ومجتہدانہ صلاحیت کا ایک شاہکار یہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے، پہلے مولانا کی نقل کردہ عبارت دیکھئے،

''قلت فان تعلمت الفقه قالوا تسأل وتفتی الناس وتطلب للقضاء وان کنت شابا''.

اس کا ترجمہ جیسے کہ اہل علم جانتے ہیں یہ ہوگا۔

میں نے کہا کہ اگر میں فقہ سیکھوں؟ تو لوگوں نے کہا کہ تم سے مسائل پوچھے جائیں گے اور تم لوگوں کو فتویٰ دو گے اور قضاء کیلئے تمہیں بلایا جائے گا اگر چہ تم نوجوان ہی ہو (یعنی اگر چہ تمہاری عمر کم بھی ہو) اور مولانا **وان کنت شابا** کا ترجمہ فرماتے ہیں۔

........اگر چہ تم ان سے بچنے والے ہو گے'' ص ۱۲۲

ناظرین بھی اس عربی دانی پر پھڑک گئے ہوں گے اور مولانا جے پوری کی اجتہادی صلاحیت کا انھوں نے بھرپور اندازہ کرلیا ہوگا اور ان کو یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ اس کی کیا حقیقت ہے، جو شخص وان کنت شابا کا ترجمہ، اگر چہ تم ان سے بچنے والے ہو گے'' کرے اس کا شمار جماعت غیر مقلدین میں'' اہل نظر عالم'' میں ہوتا ہے۔

(۲۳) ص ۲۲۴ میں ایک عبارت میں یہ جملہ آیا ہے۔

''**فجاوبت احادیث الشریعة بعضها بعضا**''.

مولانا جے پوری نے اس کا ترجمہ کیا ہے'' بعض حدیثیں بعض کے خلاف ہوجائیں'' اہل علم غور فرمائیں کہ جے پوری صاحب کی علمی وعربی استعداد کتنی پختہ ہے، اس عبارت کا صحیح ترجمہ کچھ یوں ہوگا۔

''پس شریعت کی احادیث بعض بعض سے متفق ہوئیں''

(۲۴) ص ۱۴۸ میں حجۃ اللہ البالغہ سے ایک عبارت نقل کی ہے جس میں وارد ہوا ہے۔

''**وانما الحق ان اکثرها اصول مخرجة علی قولهم**''

اور اس کا یہ غیر مقلدانہ ترجمہ کیا ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ اکثر ان اصول وقواعد سے ایسے ہیں کہ من گھڑت ہیں اور ان پر تھوپے گئے ہیں''

اس ترجمہ سے نہ صرف یہ کہ غیر مقلدین کی علمیت وقابلیت، آشکارا ہوتی ہے بلکہ ان کی بددیانتی وبے ایمانی کا بھی اظہار ہوتا ہے، اور محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے تحریف وغلط بیانی کی کسی یہودی درسگاہ میں تمرین حاصل کی ہے۔

(۲۵)'' **ومذهب کل مجتهد ما قال ولم یرجع عنه** کا ترجمہ کیا ہے۔

''ہر وہ مسئلہ جس کو کسی شخص نے امام کے قول سے مستنبط کیا ہے اس کا مذہب ہوسکتا ہے''

ناظرین غور فرمائیں کہ اس عبارت کے اس ترجمہ کی داد کن الفاظ میں دی جائے اس کا صحیح ترجمہ یہ ہوگا۔

''ہر مجتہد کا مذہب وہ قول ہوتا ہے جس سے اس نے رجوع نہ کیا ہو''۔

کہاں اس عبارت کا یہ ترجمہ اور کہاں مولانا والا وہ غیر مقلدانہ وترجمہ، ناظرین دونوں کا فرق ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۹) ص ۱۶۵ میں **الشریعة مالا تدرک لولا خطاب الشارع** کا ترجمہ کیا ہے۔ ''شریعت خطاب شارع ہی کا ہے اور بس''

جب کہ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔

''شریعت وہ چیز ہے کہ اگر شارع کا خطاب نہ ہوتا تو اسے جانا نہیں جا سکتا تھا''

(۳۰) ص ۱۷۵ پر میزان شعرانی سے امام شافعی کا یہ قول نقل کیا ہے۔

وکان الشافعی یقول الحدیث علیٰ ظاھرہ لکنه اذا احتمل عدة معان فاولاھا ماوافق الظاھر.

اور اس کا یہ فاضلانہ ترجمہ کیا ہے۔

''امام شافعی فرماتے تھے کہ حدیث اپنے ظاہری معنیٰ پر ہے لیکن جب اس میں دور سے معانی کا احتمال پیدا کر دیا جائے تو لائق عمل وہی معنیٰ ہے جو ظاہر ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا یہ ترجمہ بھی اندھے کی لاٹھی والا ہے اور مولانا جے پوری کی جہالت کا آئینہ دار، ناظرین کرام اس عبارت کا صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں اور اس صاحب نظر غیر مقلد عالم کی جہالت عقل وخرد اور دیانت کی داد دیں، امام شافعی کے اس کلام کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔

''امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ حدیث کو ظاہر پر رکھا جائے گا لیکن اگر حدیث میں متعدد معنیٰ کا احتمال ہو تو اولیٰ معنیٰ وہ قرار پائے گا جو ظاہر ''حدیث'' کے موافق ہوگا''

حضرت امام شافعی کہنا کیا چاہتے ہیں اور جے پوری صاحب اپنے اس غلط اور تحریفی ترجمہ سے بتلانا کیا چاہتے ہیں ناظرین دونوں ترجمہ میں غور فرما کر خود فیصلہ کر لیں۔

(۳۱) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت کے اس ٹکڑے کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"وغرور هولاء اشد كثيرا واقبح من غرور من قبلهم"

صاحب نظر جے پوری صاحب کا ترجمہ فرماتے ہیں

"ان لوگوں نے پہلے لوگوں سے جن کا ذکر ہو چکا سخت دھوکا کھایا ہے اور برے پھنسے ہیں" (ص ۱۳)

اہل علم داد دیں اس فاضلانہ ترجمہ کی، مولانا جے پوری کے اس عالمانہ وفاضلانہ ترجمہ سے دنیائے غیر مقلدیت یقیناً پھڑک اٹھی ہوگی، ناظرین کرام اس عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔

"ان لوگوں کا دھوکا پہلے لوگوں سے زیادہ شدید اور زیادہ قبیح ہے"

مولانا جے پوری کی یہ کتاب "حقیقۃ الفقہ" جس کا دنیائے غیر مقلدیت میں بڑا نام ہے اس کی پوری حقیقت یہی ہے جس کا مشاہدہ ناظرین کرتے چلے آرہے ہیں، لفظ لفظ سے مولانا جے پوری کی جہالت آشکارا ہے، اور لطف یہ ہے کہ کتاب کا یہ نسخہ جس سے میں حوالہ پیش کررہا ہوں، تصحیح ونظر ثانی کے بعد چھاپا گیا ہے، الکتاب انٹرنیشنل جامعہ نگر دہلی ۲۵ نے اس کو شائع کیا ہے اور باعث تعجب بات تو یہ ہے کہ اس نسخہ کی تصحیح اور اس پر نظر ثانی غیر مقلدوں کے مشہور عالم مولانا داؤد صاحب راز نے کی ہے اسی سے اندازہ لگتا ہے کہ غیر مقلدوں میں علم کی فراوانی کا کیا حال ہے۔

اور باوجود عقل وخرد اور علم وفہم کی اس کم مائیگی کے غیر مقلدوں کی جماعت کے وہ لوگ بھی جو سلفی کو سالف کی جمع بتلاتے ہیں میدان اجتہاد میں خم ٹھونک کراترتے ہیں، اور امام احمد سے اعلیٰ اور افضل اپنے کو سمجھتے ہیں "اور ہم تقلید نہیں کریں گے" کا نعرہ بڑے زور سے بلند کرتے ہیں، جہالت وسفاہت کی اس فراوانی کے باوجود مولانا محمد یوسف جے پوری کو ہمت وجرأت ہوئی کہ فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنے کے لئے "حقیقۃ الفقہ" لکھیں۔ اللھم انی اعوذبک من شرور النفس ومن سیأت الاعمال، ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔

غیر مقلد عالم مولانا محمد یوسف جے پوری نے فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنے

لے لئے ''حقیقۃ الفقہ'' کے نام سے ایک سلفی وبدعت شکن کتاب نہایت قابلیت سے تحریر فرمائی تھی، مولانا جے پوری نے جس قابلیت سے اس کتاب کو تصنیف کیا تھا زمزم کے ناظرین کرام اس کا نمونہ گزشتہ دو قسطوں میں ملاحظہ فرما چکے ہیں، مولانا جے پوری کی علمی قابلیت کا اظہار ان دو قسطوں میں اچھی طرح ہو چکا ہے، اور ناظرین کے علم میں یہ بات آچکی ہے کہ مولانا جے پوری جن کو حنفی فقہ کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنے کا شوق تھا، وہ عربی زبان کی معمولی شد بد سے بھی محروم تھے، معمولی معمولی عربی عبارت کا ترجمہ کرنے سے بھی وہ عاجز تھے، مگر جرأت وہمت کا عالم یہ تھا کی وہ فقہ حنفی سے پنجہ آزمائی کرر ہے تھے وہ ہی فقہ حنفی جس بارے میں میں اونچے درجہ کے اہل حدیث عالموں کا یہ اعتراف تھا کہ:

''اہل حدیث یا غیر مقلدین کے یہاں فقہ حنفی کو علوم میں بہت اونچا درجہ حاصل ہے ان کے مدرسہ میں یہ باقاعدہ پڑھائی جاتی ہے، ان کے نصاب تعلیم میں داخل ہے قدوری سے لے کر ہدایۃ تک تمام کتابیں باالتزام طلباء کو پڑھائی جاتی ہیں، ان کے یہاں اسے مسائل کا بہت بڑا ماخذ سمجھا جاتا ہے وہ فقہ کے مسائل پر عمل کرتے ہیں اور قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لئے اس کی تعلیم ضروری سمجھتے ہیں۔

(الاعتصام ص۴ کالم ص۲ ۹ر فروری ۱۹۶۲ء)

اور جس فقہ حنفی کی مشہور ترین کتاب ہدایۃ کے بارے میں میاں صاحب شیخ الکل فی الکل رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ:

''آخر عمر میں انھوں نے اپنے ذمہ صرف قرآن وحدیث اصول حدیث اور ہدایۃ کو خاص کر لیا تھا'' (ص ۲۹۵ الحیات بعد الممات)

اسی فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنے کے لئے جے پوری صاحب نے ''حقیقۃ الفقہ'' لکھی۔

اگر مولانا جے پوری نے اس کی ہمت (اپنی اسی قابلیت کے بل بوتے پر جس کا نمونہ زمزم کے قارئین گزشتہ دو قسطوں میں دیکھ چکے ہیں) کر ہی لی تھی تو اہل حدیث ہونے کے ناطے یا مسلمان ہونے کے ناطے کم از کم امانت ودیانت کے گلے پر چھری پھیرنے سے

تو پرہیز کرنا چاہئے تھا، سچائی کے ہتھیار سے لیس ہو کر میدان میں کودتے، مگر قارئین یہ جان کر حیرت زدہ رہ جائیں گے کہ مولانا محمد یوسف جے پوری فقہ حنفی کی ناہمواریوں کو ظاہر کرنے کا حوصلہ رکھنے والے اور حقیقۃ الفقہ لکھنے والے نے اس کتاب میں کذب دروغ گوئی بے ایمانی اور بددیانتی کا وہ مثالی ریکارڈ قائم کیا ہے جس کی نظیر خود دنیائے غیر مقلدیت میں ڈھونڈنے سے کم نظر آئے گی، آج کی اس صحبت میں ہم ناظرین کرام کو اسی کا تماشا دکھائیں گے۔ اس مختصر سے مضمون میں مولانا جے پوری کی ایک ایک بات کا تو محاسبہ کرنا ممکن نہیں ہے مگر دیگ کے چند دانوں سے پوری دیگ کی حالت کا اندازہ کر لینا کسی کم پڑھے لکھے اور معمولی انسان کے لئے بھی مشکل نہیں ہوتا۔ میں قرآن کے الفاظ تلک عشرۃ کاملۃ کو سامنے رکھ کر دنیائے غیر مقلدیت کو چیلنج کرتا ہوں کہ ان دس مثالوں میں مولانا جے پوری کی دیانت و امانت کو دلیل سے ثابت کردیں۔

(۱) مولانا جے پوری لکھتے ہیں:

''امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کی احدیث ضعیف ہیں، ص ۲۵۱ اور حوالہ دیا ہے، شرح وقایہ ص ۱۰۸ اور ص ۱۰۹ کا''

قارئین کرام شرح وقایہ کوئی نایاب نہیں ہر جگہ اور ہر مدرسہ میں دستیاب ہونے والی کتاب ہے، میرا دعویٰ ہے کہ مولانا جے پوری صاحب نے یہ سفید جھوٹ بولا ہے اور شرح وقایہ پر بہتان تراشی کی ہے، مولانا جے پوری تو اس دنیا سے اپنے اچھے برے اعمال نامہ کے ساتھ جاچکے، اب غیر مقلدوں کا کوئی عالم اٹھے شرح وقایہ سے اس کی اصل عبارت پیش کر کے میرے دعویٰ کو غلط ثابت کرے۔

اگر کسی کو اس کا زعم ہے کہ یہ بات شرح وقایہ کے ترجمہ میں ہے، تو عرض یہ ہے کہ شرح وقایہ کا وہ ترجمہ کس کا ہے اور مولانا جے پوری کی بات شرح وقایہ کی کس عبارت کا ترجمہ ہے، وہ اصل عبارت شرح وقایہ میں کہاں ہے؟

میں صدفی صد یقین رکھتا ہوں کہ کوئی غیر مقلد عالم اصل شرح وقایہ سے مولانا جے پوری کے اس سفید جھوٹ کو سچ نہیں ثابت کرسکتا۔

(۲) اسی شرح وقایہ کے حوالہ سے مولانا جے پوری نے یہ بات بھی لکھی ہے:

''حضرت ابن عمرؓ والا اثر فاتحہ خلف الامام نہ پڑھنے کا ضعیف ہے'' (ایضاً)

میں قارئین کو یقین دلاتا ہوں کہ مولانا جے پوری کا یہ کلام بھی سوفی صد جھوٹ ہے۔ اور کوئی غیر مقلد ہمت نہیں کرے گا کہ شرح وقایہ سے اصل عربی عبارت پیش کر کے مولانا جے پوری کو سچا ثابت کرے۔

(۳) شرح وقایہ ہی کے حوالہ سے مولانا جے پوری نے یہ بھی لکھا ہے:

حضرت علی کا قول بھی منع فاتحہ میں ضعیف ہے باطل ہے۔

(شرح وقایہ ص ۱۰۹) ص ۲۵۱

مولانا کا یہ کلام بھی دروغ بے فروغ ہے، شرح وقایہ میں اس طرح کی کوئی بات نہیں ہے، اگر کسی میں ہمت ہو تو شرح وقایہ کی اصل عبارت پیش کر کے مولانا کو سچا ثابت کرے۔

(۴) مولانا جے پوری نے شرح وقایہ ہی کے حوالہ سے یہ جھوٹ بھی گڑھا ہے، فرماتے ہیں: اذا کبر الامام فکبر وا الخ والی حدیث ضعیف ہے، (ایضاً) اور حوالہ دیا ہے شرح وقایہ ص ۱۱۰ کا۔ ص ۲۵۱،

میں اہل علم حضرات سے گذارش کروں گا کہ وہ شرح وقایہ کھنگال ڈالیں انھیں مولانا جے پوری کی اس من گھڑت بات کا کہیں وجود نہیں ملے گا اگر کسی غیر مقلد میں ہمت ہو تو اصل عبارت پیش کر کے دکھلائے۔

یہ ایک موضوع سے متعلق ایک ہی۔ انس میں چار جھوٹ مولانا جے پوری کی علمی ثقاہت و دیانت کا ایک عجیب وغریب نمونہ ہے، جس سے قارئین یقیناً حیرت زدہ ہوں گے۔

(۵) مولانا جے پوری لکھتے ہیں:

''انی وجھت الخ نماز کے اندر پڑھنا مسنون ہے (ابو یوسف)

شرح وقایہ ص ۹۴

مولانا نے حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی طرف شرح وقایہ کے حوالہ سے جو بات منسوب کی ہے اس کا اس شرح وقایہ میں کہیں وجود نہیں ہے۔ صاحب شرح وقایہ پر غلط الزام لگاتے ہوئے مولانا کو ذرا بھی شرم نہیں آئی، شرح وقایہ میں تو صاف صاف لکھا ہے:

ثم یثنی ولا یوجہ اراد بالثناء سبحانک اللہ الیٰ آخرہ والتوجہ قرأۃ انی وجھت وجھی الآیۃ بعد التحریمۃ. (ص۱۴۴۔جلد۔۱)

یعنی تحریمہ کے بعد سبحانک اللھم والی دعا پڑھے انی وجھت وجہی والی دعا نہ پڑھے شرح وقایہ میں صرف یہی ایک قول مذکور ہے، مگر مولانا جے پوری دن کے اجالے میں یہ سفید جھوٹ بول رہے ہیں کہ شرح وقایہ میں یہ لکھا ہے کہ امام یوسف کا قول ہے کہ انی وجھت والی دعا نماز میں پڑھنا مسنون ہے۔

کیا اہل حدیث علماء اخلاق وکردار کی اس سطح پر اتر آئے ہیں کہ صریح دروغ گوئی میں بھی ان کو شرم نہیں آتی۔

مولانا جے پوری نے اس مسئلہ کے لئے منیۃ المصلی کا بھی حوالہ دیا ہے، مگر ان کی خیانت یہ ہے کہ منیۃ المصلی میں جو اصل مسئلہ ہے اس کا اخفاء کیا ہے، اور جو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول مذکور ہے صرف اس کو ظاہر کیا ہے دوسری خیانت یہ کی ہے کہ اس کی لغت امام یوسف کی طرف اس طرح کی ہے کہ گویا منیۃ میں یہ تصریح ہے کہ امام ابو یوسف نے انی وجھت وجھی کہنے کو مسنون قرار دیا ہے۔

منیۃ میں یہ مسئلہ اس طرح ہے:

ثم یقول سبحانک اللھم الخ

پھر نماز پڑھنے والا سبحانک اللھم (آخر تک) پڑھے گا۔

ویقول انی وجھت وجھی الخ عند ابی یوسف

اور انی وجھت وجھی والی دعا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ یعنی حنفیہ کے نزدیک جو اصل مسئلہ ہے وہ سبحانک اللھم پڑھنے کا ہے، امام ابو

یوسف رحمۃ اللہ علیہ انی وجھت والی دعا کو بہتر اور افضل قرار دیتے ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سبحانک اللھم پڑھنا ان کے نزدیک مسنون نہیں ہے اور انی وجھت والی دعا پڑھنا مسنون ہے، بلکہ مسنون دونوں ہی دعائیں ہیں اس لئے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں ہی دعائیں منقول ہیں البتہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک سبحانک اللھم پڑھنا اولیٰ اور افضل ہے اور امام ابو یوسف کے یہاں انی وجھت والی دعا پڑھنا افضل ہے۔

(۶) مولانا جے پوری ہدایہ شرح وقایہ اور منیۃ سے یہ مسئلہ نقل کرتے ہیں:

صبح کی فرض کے بعد سنت پڑھ سکتا ہے (ص ۲۵۳)

حالانکہ یہ بھی مولانا کا سفید جھوٹ ہے، اس طرح کا کوئی مسئلہ ان تینوں کتابوں میں سے کسی میں بھی منقول نہیں ہے، بلکہ ہدایہ میں تو صاف صاف لکھا ہے۔

واذا فاتتہ رکعتا الفجر لایقضیھما قبل طلوع الشمس لا نہ یبقی نفلا مطلقا وھو مکروہ بعد الصبح.

یعنی اگر مصلی سے فجر کی سنت چھوٹ جائے تو طلوع آفتاب سے پہلے اس کی قضا نہیں کرے گا اس لئے کہ اب یہ دو رکعت محض نفل ہیں اور نفل پڑھنا صبح کی نماز کے بعد مکروہ ہے۔

اس صراحت کے باوجود جے پوری صاحب ہدایہ کی طرف یہ بات منسوب کر رہے ہیں کہ صبح کی فرض کے بعد سنت پڑھ سکتا ہے، آخر جھوٹ کی بھی کوئی حد ہے۔

اور شرح وقایہ میں یہ مسئلہ اس طرح لکھا ہے:

وان فاتت سنۃ الفجر فان فاتت بدون الفرض لایقضیٰ قبل طلوع الشمس وکذا بعد الطلوع.

یعنی اگر فجر کی سنت فوت ہو جائے تو اگر یہ سنت بلا فرض کے فوت ہوئی ہے (یعنی فرض تو پڑھ لیا ہے مگر فجر کی سنت چھوٹ گئی ہے) تو نہ اس سنت کی آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے قضا کرے گا نہ طلوع ہونے کے بعد۔

شرح وقایہ میں تو صاف صاف یہ لکھا ہے مگر جے پوری صاحب وہ بات کہہ رہے ہیں جو میں نے ابھی ان کی کتاب سے نقل کیا ہے۔

شرح وقایہ اور ہدایہ کے بارے میں مولانا جے پوری کی اس غلط بیانی کے بعد یہ بتلانے کی ضرورت نہیں ہے کہ منیہ کے بارے میں بھی مولانا نے جھوٹ بولا ہوگا بلکہ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ منیہ کا حوالہ بھی مولانا نے غلط دیا ہے، منیۃ المصلی میں اس مسئلہ کا وجود ہی نہیں ہے، اگر کسی غیر مقلد میں ہمت ہے تو منیہ سے یہ حوالہ عربی عبارت کے ساتھ نقل کر کے دکھلا دے۔

(۷) مولانا یوسف صاحب لکھتے ہیں:

"درمیانی قعدہ سے ہاتھ ٹیک کر اٹھنے میں مضائقہ نہیں (ہدایہ)

یہ بھی مولانا یوسف جے پوری کے جھوٹ کا اعلیٰ شاہکار ہے کوئی بھی غیر مقلد مولانا کی اس بات کو ہدایہ کی اصل عربی عبارت نقل کر کے سچ ثابت نہیں کر سکتا، اگر کسی غیر مقلد میں ہمت ہے تو آگے بڑھے اور یہ کارنامہ انجام دے۔

ہدایہ میں مصلی کے رکعت پوری کرنے بعد کھڑے ہونے کی کیفیت کے بیان میں یہ صراحۃ مذکور ہے۔

ولا يعتمد بيديه على الارض

یعنی زمین پر ٹیک لگا کر نہ کھڑا ہو۔

اور قعدہ اولیٰ کے بعد مصلی کیا کرے تو صرف اتنا لکھا ہے:

فاذا كان وسط الصلوٰة نهض اذا فرغ من التشهد.

یعنی وسط صلوٰۃ میں تشہد پڑھنے کے بعد کھڑا ہو جائے۔

قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ غیر مقلدین کی فیکٹری میں جھوٹ کس طرح تیار کیا جاتا ہے۔

(۸) مولانا جے پوری ہدایہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

انگلی سے حرکت دینا بھی جائز ہے (ہدایہ ص ۳۹۶ جلد۔۱)

یہ بھی مولانا یوسف جے پوری کی سراسر غلط بیانی ہے، ہدایہ میں پورے تشہد کا بیان آپ پڑھ جایئے اس مسئلہ کا کہیں نام ونشان آپ کو نہیں ملے گا۔

(۹) مولانا جے پوری شرح وقایہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

تین میل کی مسافت میں قصر جائز ہے (حقیقۃ الفقہ ص ۲۵۵)

مولانا یوسف جے پوری کا یہ بھی دروغ بے فروغ ہے، شرح وقایہ کا ایک ایک صفحہ آپ پڑھ ڈالئے آپ کو کہیں ایسی عبارت نظر نہیں آئے گی، جس کا یہ ترجمہ یا مطلب ہو شرح وقایہ میں وضاحت کے ساتھ سفر شرعی کی مقدار جس میں قصر جائز ہے تین شب وروز کی اوسط چال کی مسافت بتلائی گئی ہے۔

(۱۰) مولانا جے پوری سے خدا سمجھے جھوٹ پر جھوٹ بولتے ہوئے انھیں شرم نہیں آتی۔ وتر کے سلسلہ میں جو بات مولانا نے نقل کی ہے، ان تینوں کتابوں میں کسی ایک میں بھی اس کا نام ونشان نہیں، کاش مولانا جے پوری میں ذرا بھی خدا کا خوف ہوتا تو ایک سانس میں تین تین جھوٹ نہ بولتے، قارئین کرام ہدایہ میں وتر کے بارے میں جو بات مذکور ہے وہ یہ ہے۔

الوتر ثلث ركعات لا يفصل بينهن بسلام لماروت عائشة انهٗ عليه السلام كان يوتر بثلاث وحكى الحسن اجماع المسلمين على الثلاث.

یعنی وتر تین رکعت ہے سلام سے فصل نہیں کیا جائے گا، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے، اور حسن بصری سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ تین رکعت وتر پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

ہدایہ میں یہ لکھا ہے اور مولانا کی گل افشانی وہ ہے جس کا ذکر اوپر ہوا، اور شرح وقایہ میں بھی صاف لکھا ہے۔

الوتر ثلث ركعات وتر تین رکعت ہے۔

اور منیۃ المصلی میں بھی یہی لکھا ہے منیہ کی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

الوتر ثلاث ركعات يقرأ الفاتحة والسورة فى جميع ركعاتها ويقنت فى الثالثة قبل الركوع (ص ۱۴۴)

یعنی وتر تین رکعت ہے، تمام رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھی جائے گی اور تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھے گا۔

ہم حیران ہیں کہ کتاب وسنت کا نام لینے والے اور اپنے کو اہل حدیث کہلوانے کا شوق رکھنے والے لوگ بھی کذب ودروغ گوئی میں اس قدر جرأت کا ثبوت دیں گے اور وہ بھی ان کتابوں کا نام لے لے کر جو عام طور پر متداول ہیں اور کوئی شخص بھی ان کے صدق وکذب کو معلوم کرنے کے لئے بہت آسانی سے ان کتابوں کی طرف رجوع کرسکتا ہے۔

یہ تو میں نے ایک مضمون کے پیش نظر صرف دس مثالیں پیش کی ہیں ورنہ اس کتاب میں اس طرح کی کذب بیانیاں بہت ہیں، اور کتاب کی اس قدر وقیمت کے باوجود اہل حدیث حلقوں میں اس کی پذیرائی کا عالم یہ ہے کہ اس کے ایڈیشن پر ایڈیشن شائع ہورہے ہیں اور فقہ حنفی کی ناہمواری ظاہر کرنے کے لئے اس کتاب کو اہل حدیث دنیا کا شاہکار سمجھا جاتا ہے۔ ناظرین اندازہ فرمائیں کہ غیر مقلدوں اور اہل حدیث کہلانے والوں میں علم کے فقدان کا حال کیا ہے کہ ان کا اعتماد اب مولانا جے پوری جیسے کم علم اور غیر فقیہ عالم کی کتاب ''حقیقۃ الفقہ'' پر باقی رہ گیا ہے۔ وفی ذلک عبرۃ لاولی الابصار۔

ناظرین کرام اگر آپ نے اس مضمون کو سنجیدگی سے پڑھا ہے تو آپ کو یقین ہوگیا ہوگا کہ مولانا جے پوری نے ان دس مسئلوں کے حوالوں میں دیانت وامانت کا گلا گھونٹ کر رکھ دیا ہے اور جن کتابوں کی طرف ان دس مسئلوں کی نسبت کی ہے وہ سراسر غلط اور جھوٹ ہے مگر آج بھی غیر مقلدوں کی شرم وحیا اور عناد وتعصب کا عالم یہ ہے کہ اس حقیقت کے واشگاف ہوجانے کے باوجود بھی کہ مولانا جے پوری نہایت غیر ثقہ عالم تھے، جھوٹ بولنے میں ان کو ذرا بھی باک نہیں تھا علم کی پونجی سے وہ محروم تھے، تقویٰ وورع سے دور تھے ان تمام حقائق کے واضح ہوجانے کے باوجود بھی ایک غیر مقلد ڈاکٹر صاحب ان کی اور ان کی اُس کتاب ''حقیقۃ الفقہ'' کی تعریف میں یوں لب کشا ہیں:

''مولانا جے پوری رحمہ اللہ ایک صاحب نظر عالم اور فقہ حنفی کی ناہمواریوں سے واقف تھے انھوں نے ان مآخذ کی ایمانداری کے ساتھ مطبع وسال طباعت کی نشاندہی فرمائی جہاں سے مقدمہ اور دونوں حصوں کو مسائل اخذ کئے تھے''

(مقدمہ ضمیر کا بحران)

اگر ایمانداری اسی کا نام ہے جس کا نمونہ مولانا جے پوری نے اپنی اس کتاب میں پیش کیا ہے تو ایمانداری کا لفظ لغت سے ختم کر دینا چاہیئے ،اور اگر صاحب نظر عالم مولانا جے پوری ہی جیسے لوگوں کو کہا جاتا ہے جو عربی کی عام فہم عبارتوں کا صحیح ترجمہ بھی نہ کر سکیں تو مبارک ہے وہ جماعت جس میں ایسے صاحب نظر عالم پیدا ہوتے ہیں۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

☆☆☆☆☆☆☆

اسلاف کے علوم سے مستغنی ہوکر کوئی حق وصواب کا راستہ نہیں پاسکتا

مدعیان عمل بالحدیث یہ شور مچاتے رہتے ہیں کہ ہمارے لئے صرف قرآن و حدیث کافی ہے۔ ہمیں کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں، ہمیں نہ صحابہ کرام کی تقلید کی حاجت ہے اور نہ ائمہ دین میں سے کسی امام کی تقلید کی ضرورت ہے۔ یہ بات اتنی گمراہ کن ہے جس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا، یہ وہ دعویٰ ہے کہ قرون مشہور لہا بالخیر سے لیکر آج تک سوائے فرقۂ ظاہریہ کے کسی نے نہیں کیا۔ فرقۂ ظاہریہ نے سب سے پہلے یہ شوشہ چھوڑا تھا مگر امت نے ان کے اس دعویٰ کو مردود قرار دیا اور آج امت کا اسی بات پر اتفاق ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں ائمہ اربعہ ایک طرف ہوں اور فرقہ ظاہریہ کا مذہب کچھ اور ہو تو ان کے اختلاف سے اجماع کا خرق نہیں ہوگا۔ یعنی ائمہ اربعہ کے اجماعی مسئلہ پر فرقۂ ظاہریہ کا اختلاف کچھ اثر نہیں کرے گا۔ جسکا حاصل یہی ہے کہ امت میں یہ ایک بے اعتبار فرقہ ہے۔

''اہل حدیث'' فرقہ بھی فرقہ ظاہریہ ہی کی روش پر ہے، اس لئے اگر یہ فرقہ بھی کسی اجماعی مسئلہ میں اپنا مذہب الگ بنائے ہوئے ہے تو اس سے اس اجماعی مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور اہل حدیث کا مذہب باطل اور مردود قرار پائے گا، مثلاً تین طلاق کا مسئلہ ہے، تراویح کا مسئلہ ہے، اجماع کے حجت ہونے کا مسئلہ ہے، تقلید کا مسئلہ ہے، ادلۂ اربعہ کا مسئلہ ہے، ان تمام مسئلوں میں اہل حدیث فرقہ نے جمہور امت سے ہٹ کر اپنی راہ الگ نکالی ہے، اس لئے اس راہ کے غلط ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ یوں کہہ لیں کہ اس راہ کے غلط ہونے پر امت کا اجماع ہے۔

رہا یہ دعوی کہ ہمارے لئے صرف قرآن وحدیث کافی ہے، [1] عام وخواص میں سے کسی کو کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں ہے، قرآن وحدیث سے ہر شخص مسئلہ معلوم کرسکتا ہے یہ دعویٰ انتہائی غلط ہے اور اس کا غلط ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے، یہ ایک ایسا فتنہ ہے جس کی خطرناکیوں کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا، نہ معلوم اس راستہ سے کتنے لوگوں نے اپنا ایمان کھودیا، اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس فتنہ سے حفاظت فرمائے۔

''اہل حدیث'' جماعت میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کا بڑا مقام ہے، یہ مولانا صاحب اس جماعت کے ''شیخ الاسلام'' تھے، ان کے بارے میں مولانا داؤد راز لکھتے ہیں:

''ہم اپنے مفتی (یعنی مولانا ثناء اللہ امرتسری) کے لئے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کے سوا اور کوئی رجحان نہیں پاتے............ وہ سلف اور خلف اور مجتہدین اور محدثین کی نقل نہیں کرتا بلکہ کتاب وسنت کے نصوص سے استشہاد کر کے ایسے طریقہ سے اپنا فتوی لکھتا ہے کہ ایک عاشق کتاب وسنت اس کو پڑھ کر فوراً یہ ذہن نشین کرلیتا ہے کہ حق وصداقت اس فتوی کے ساتھ ہے۔

یعنی مولانا داؤد راز نے مولانا امرتسری کے بارے میں بتلا دیا ہے کہ وہ سلف وخلف ائمہ مجتہدین اور محدثین سب سے مستغنی تھے۔ خود کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے استشہاد کر کے فتوی لکھتے تھے، جو عین حق وصواب ہوتا تھا۔

مولانا داؤد راز کے اس بیان سے بھی یہ معلوم ہوا کہ جماعت اہل حدیث سلف وخلف اور ائمہ مجتہدین اور محدثین سب سے بے نیاز قوم ہے، اور یہ معلوم کرلیں کہ سلف کا پہلا مصداق صحابۂ کرام ہیں، یعنی یہ جماعت اور اسکے علماء اور عوام سب نہ صرف ائمہ مجتہدین

---

[1] فتاوی ثنائیہ کے دیباچہ میں صاحب دیباچہ مولانا داؤد راز لکھتے ہیں:
اور یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ مسلک اہل حدیث کا بنیادی اصول صرف کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کی پیروی ہے، رائے قیاس اجماع سب کتاب وسنت کے ماتحت ہیں، اس اصول کی بناء پر اہل حدیث کے نزدیک ہر سمجھدار مسلمان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جملہ افراد امت کے فتاوے، ان کے خیالات کو کتاب وسنت پر پیش کرے جو موافق ہوں سر آنکھوں پر تسلیم کرے ورنہ ان کو جواب دے۔

اور محدثین سے مستغنی ہیں، بلکہ صحابہ کرام کے علوم کی بھی ان کو حاجت نہیں۔

سلف وخلف سے استغناء کا نتیجہ کیا ہے؟ ہم چند مثالوں سے ان کے عوام اور عام اہل علم کو تو چھوڑیے انکے شیخ الاسلام کو پرکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے فتاووں میں کیسے کیسے غنچے کھلائے ہیں۔

(۱) مولانا ثناء اللہ صاحب سے سوال کیا گیا، مجھے نوکری کے باعث ظہر کے وقت ہمیشہ فرصت رہتی ہے، اور عصر میں فرصت نہیں ملتی کیا ظہر کے ساتھ عصر ملا کر پڑھنے کی اجازت ہے؟ مولانا نے فتوی دیا۔

واقعی اگر وقت عصر نہیں ملتا تب ظہر کے ساتھ عصر جمع کرلیا کریں، صحیح بخاری میں ملتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر وعصر اور مغرب وعشاء جمع کی تھیں.

(۴۳۶ فتاوی ثنائیہ)

یہ تو مولانا کا جواب ہے اور اس صفحہ پر فتاوی نذیریہ سے اس جواب کو قرآن وحدیث کے خلاف بتلایا ہے، قرآن کی آیت اور ایک حدیث سے نقل کرکے لکھا ہے۔

''ہر نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا جیسا کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے فرض ہے'' اور مولانا ابوسعید شرف الدین لکھتے ہیں، حوالہ صحیح ہے مگر استدلال صحیح نہیں ص ۶۱۵۔ معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام کا فتوی قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔

(۲) مولانا سے مسئلہ پوچھا گیا۔

زید تاجر ہے روز مرہ اسے بوقت ظہر سودا فروخت کرنے سے فرصت نہیں ملتی صورت موجودہ میں جمع تاخیر کرسکتا ہے؟

مولانا نے جواب دیا، کرسکتا ہے (ج ۱ ص ۶۰۲)

اور مولانا ابوسعید شرف الدین اسی جگہ اسکا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''صورت مذکورہ میں ہرگز جائز نہیں'' اور قرآن سے اس مسئلہ کو غلط ہونا ثابت کیا ہے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ ابوسعید شرف الدین جماعت اہل حدیث میں ''بیہقی وقت'' کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔

(۳) مولانا ثناء اللہ صاحب سے سوال کیا گیا، ''عشاء کی نماز کی بعد تراویح پڑھی جارہی ہے جو شخص اوپر سے آیا ہے (یعنی بعد میں آیا ہے) وہ اپنا فرض کس طرح ادا کرے''

اس کا جواب مولانا امرتسری نے دیا: ''جس نے فرض نماز نہ پڑھی ہو وہ تراویح میں مل کر فرض ادا کرے جیسے حضرت معاذ کے مقتدی کرتے تھے'' (ص ۶۱۷، ج ۱)

اس جواب کو غلط بتلاتے ہوئے ابو سعید شرف الدین صاحب فرماتے ہیں، ''یہ مسئلہ معاذ والی حدیث پر قیاس کیا گیا ہے، مگر یہ قیاس صحیح نہیں ہے اس لئے کہ معاذ کی نماز گو نفل ہے مگر نیت تھی کہ میں فرض پڑھ رہا ہوں اور اقامت بھی فرائض کی تھی۔

اور پھر مولانا کے اس جواب کو حدیث سے غلط ثابت کیا ہے۔

(۴) مولانا ثناء اللہ صاحب سے سوال کیا گیا قرآن مجید میں جو بعض آیتوں کے آخر میں یا بیچ میں لا، ح، ط، م وغیرہ نشان منقوش ہیں اس کی کیا دلیل ہے۔

مولانا نے اس کا جواب دیا ''ان الفاظ کی پابندی لازم نہیں زیادہ سے زیادہ جائز ہے۔ (ص ۶۲۹ ج ۱)

اور ابو سعید شرف الدین بیہقی وقت فرماتے ہیں:

''یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بعض مقام ایسے بھی ہیں کہ وہاں پابندی لازم ہے اور ترک سے معنیٰ بدل جاتے ہیں۔

(۵) مولانا ثناء اللہ صاحب سے سوال کیا گیا، ''کوئی شخص فرض نماز ادا کرے اور سنت مؤکدہ یا غیر مؤکدہ کو ترک کردے تو خدا کے پاس اس ترک سنت کا کیا مؤاخذہ ہوگا؟ مولانا نے جواب دیا۔

ترک سنت سے رفع درجات میں کمی رہتی ہے مؤاخذہ نہیں ہوگا (ص ۶۲۸) اور ابو سعید شرف الدین نے مولانا کے جواب کو احادیث کی روشنی میں غلط ثابت کیا ہے۔

(۶) مولانا امرتسری سے سوال کیا گیا کہ کیا جنبی آدمی قرآن پڑھ سکتا ہے، تو مولانا نے جواب دیا، جنبی قرآن نہیں پڑھ سکتا (ص ۵۱۸ ج ۱) اس پر ایک صاحب نے اشکال وارد کیا اور جنبی کا قرآن پڑھنا احادیث سے اور ابن قیم کے قول سے صحیح ثابت کیا

تو مولانا نے اپنا فتویٰ واپس لے لیا یعنی انہوں نے بھی جنبی کے لئے قرآن پڑھنے کو جائز کیا اور فرمایا "ارجع الی الحق" میں حق کی طرف رجوع کرتا ہوں، پھر مولانا عبدالسلام مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی کے حوالہ سے ثابت کیا کہ جنبی قرآن نہیں پڑھ سکتا اور اس کو جمہور کا مذہب بتلایا، اور ابن قیم کے مذہب کا بطلان ثابت کیا، مولانا ثناء اللہ صاحب اب گومگو کی حالت میں ہو گئے اور چپ سادھ لی، "لا الیٰ ھٰولاء ولا الیٰ ھولاء".

(۷) مولانا سے سوال کیا گیا کہ وتر کی نماز کے بعد سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْس تین بار کے بعد سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ. پڑھنا کیسا ہے، تو مولانا نے جواب دیا ان کلمات کو چھوڑ دیں، مولانا کے اس جواب کو ابوسعید شرف الدین نے اور ایک صاحب نے احادیث کے حوالہ سے غلط بتلایا اور کہا کہ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْس کے بعد رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ کہنا بھی احادیث میں وارد ہے لہٰذا منع نہیں۔ (ج ۱ ص ۵۲۲)

(۸) مولانا امرتسری کا فتویٰ ہے کہ زوال کے وقت نفل نماز پڑھنی جائز ہے، (ص ۵۴۴) اس کا رد کرتے ہوئے مولانا اشرف الدین فرماتے ہیں۔

"پس ثابت ہوا کہ زوال کے وقت نماز پڑھنی منع ہے خواہ یوم جمعہ ہو یا کوئی اور یوم، اس لئے کہ منع کی حدیثیں صحیح ہیں اور جواز کی صحیح نہیں، صحیح کے مقابلہ میں غیر صحیح پر عمل باطل ہے۔ (ایضاً)

(۹) مولانا ثناء اللہ صاحب سے صلوٰۃ التسبیح کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے جواب میں فرمایا۔

صلوٰۃ التسبیح کا ثبوت کسی صحیح حدیث سے نہیں (ص ۵۹۱) مولانا اشرف الدین نے اس کا رد کرتے ہوئے لکھا۔

صلوٰۃ التسبیح کی حدیث سنن بی داؤد اور ابن ماجہ اور طبرانی و صحیح ابن خزیمہ و مستدرک حاکم میں مختلف طرق سے مروی ہے اور ابن خزیمہ اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے، اور بعض محدثین نے بھی اس کی تصحیح کی ہے۔ جس کی تفصیل الترغیب والترہیب منذری میں

ہے،لکھا ہے کہ محدثین کی ایک جماعت نے بھی اسکی تصحیح کی ہے، پس عدم صحت کا حکم ثابت نہیں۔

پھر مولانا ثناء اللہ صاحب کی بات کو غیر محقق بتلاتے ہوئے یہ فقرہ لکھا ہے، ''اختلاف چیز دیگراست و تحقیق چیزے دیگراست'' جس کا حاصل ہے کہ مولانا کی یہ بات غیر تحقیقی ہے۔

(۱۰) مولانا ثناء اللہ صاحب سے سوال ہوا، زید تاجر ہے روزمرہ اسے بوقت ظہر سودا فروخت کرنے سے فرصت نہیں ملتی صورت موجودہ میں جمع تاخیر کرسکتا ہے؟

مولانا نے جواب دیا ''کرسکتا ہے'' (ج۱ ص۶۰۳ فتاوی ثنائیہ)

اس کا رد کرتے ہوئے بیہقی وقت ابوسعید شرف الدین صاحب فرماتے ہیں ''صورت مذکورہ میں ہرگز جائز نہیں'' اور فرمایا کہ مولانا امرتسری کا یہ فتویٰ آیت ''ان الصلوٰة کانت علی المو منین کتابا موقوتا'' کے خلاف ہے۔

فتاوی ثنائیہ جلد اول سے میں نے یہ دس مثالیں ذکر کی ہیں کہ مولانا ثناء اللہ صاحب جو کہ جماعت اہل حدیث کے شیخ الاسلام تھے ان کے علماء کے بقول نماز کے بارے میں پوچھے گئے مسائل میں کیسے کیسے غچے کھا گئے، اور سوالات کا صحیح جواب قرآن وحدیث سے نہیں دے سکے، اور اگر کہیں قیاس سے کام لیا تو ان کا قیاس بھی غلط رہا، اب ناظرین خود اندازہ لگالیں کہ کسی عامی یا عام قسم کے علماء کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ اس میں اتنی صلاحیت ہوگی کہ وہ بلا تقلید ائمہ اور بلا سلف پر اعتماد کئے ہوئے کتاب وسنت کی صحیح مراد کو پہونچ سکتا ہے۔ اور وہ خود مجتہد بن کر کتاب وسنت سے مسائل شرعیہ کا استنباط اور استخراج کرسکتا ہے۔

مگر وائے افسوس کہ اہل حدیث فرقہ آج اپنے لوگوں کو اسی گمراہی کی دعوت دیتا ہے، کہ تقلید حرام ہے، ائمہ مجتہدین پر اعتماد مت کرو، سلف وخلف سے بیزار رہو، قرآن وحدیث کو خود سے سمجھو، جاہل مطلق ہو تو کیا ہوا، علامہ بننے کی ہوس پیدا کرو، دین اگر تمہارے اجتہاد کے نتیجہ میں بازیچہ اطفال بن رہا ہے تو بن جانے دو مگر دیکھو کبھی کسی امام کی

تقلید مت کرنا اور امام ابو حنیفہ کے فقہ کے تو قریب بھی مت جانا۔

دوستو! خوب سمجھ لو کہ ہم تک دین سلف ہی سے پہونچا ہے، ان پر اعتماد کئے بغیر اور ان کے علوم سے استفادہ کئے بغیر ہم اپنا دین وایمان محفوظ نہیں رکھ سکتے اور نہ شرعی مسائل میں حق وصواب کا راستہ پاسکتے ہیں، جو فرقہ یا جو گروہ تم کو صحابہ کرام، ائمہ مجتہدین، محدثین عظام سے برگشتہ کرتا ہے، اور ان قدسی جماعت کو ہیچ سمجھتا ہے، سمجھ لو کہ اس کی دعوت ایک شیطانی دعوت ہے، ایسے لوگوں سے اگر ہم نے دامن نہیں بچایا تو ہمارا انجام کتنا خطرناک ہوگا، اس پر تم خود غور کرلو۔

قارئین زمزم نوٹ فرمائیں

جلد نمبر ۱۳ کا شمارہ نمبر ۱

ربیع الاول اور ربیع الثانی سے شروع ہو رہا ہے۔

یعنی اس جلد کے صرف پانچ شمارے شائع ہوں گے۔

ترسیل زر بذریعہ بینک

پنجاب نیشنل بینک

اکاؤنٹ نمبر: 0662010100011488

نام صرف ''محمد ابو بکر'' لکھیں۔

محمد اجمل مفتاحی

قربانی تین دن یا چار دن

سوال:۔ غیر مقلدین چار دن قربانی کرتے ہیں، اور چوتھے روز کی قربانی کو بھی سنت بتلاتے ہیں، اس کی حقیقت کیا ہے؟ جمہور اہل اسلام کا مذہب اس بارے میں کیا ہے؟

جواب:۔ (۱) قربانی کے تین روز ہیں یا چار روز یہ مسئلہ بعد کا ہے، غیر مقلدین یہ بتلائیں کہ وہ قربانی ہی کیوں کرتے ہیں، ان کے علماء تو لکھتے ہیں کہ قربانی کی فضیلت کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے، مشہور غیر مقلد عالم شارح ترمذی مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی جلد سوم صفحہ ۳۵۴ پر لکھتے ہیں۔

ابن العربی نے ترمذی کی شرح میں فرمایا ہے کہ قربانی کی فضیلت کے بارے میں کوئی بھی صحیح حدیث نہیں ہے۔

مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں "بات وہی ہے جو ابن العربی نے کہی،

تو جب مبارکپوری صاحب جیسا عظیم الشان "اہل حدیث" عالم اور محدث بھی اسی کا قائل ہے کہ قربانی کی فضیلت کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں تو غیر مقلدین بلا فضیلت والا یہ عمل کیوں کرتے ہیں؟

(۲) کیا غیر مقلدین کا کوئی عالم یہ ثابت کرسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چوتھے روز قربانی کی ہے؟ تو چوتھے روز قربانی سنت رسول کیسے ہوگی؟

(۳) غیر مقلدین کے مشہور غیر مقلد عالم "شیخ الکل فی الکل حضرت علامہ ابوالبرکات احمد شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ" پاکستان اپنے فتاویٰ اہل حدیث خورد (جس کا مشہور نام فتاویٰ برکاتیہ ہے) میں فرماتے ہیں۔

چوتھے دن قربانی کا عمل، نبی کے عمل کے خلاف ہے، کیونکہ اصل قربانی عید کے دن کی ہوتی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ عید کے دن قربانی کی ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

اگر قربانی کے وسائل (یعنی جانور) موجود ہوں تو عید کے دن قربانی کرنا ضروری ہے اگر وسائل نہیں تو دوسرے دن بھی جائز ہے، اگر دوسرے دن بھی میسر نہیں تو تیسرے دن، اگر تیسرے دن بھی وسائل میسر نہیں تو چوتھے دن صرف جائز ہے سنت نہیں (ص ۲۷۸) معلوم ہوا کہ چوتھے دن قربانی خلاف سنت ہے۔

(۴) چوتھے دن قربانی کے قائل صرف امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ ہیں، حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام ثوری، حضرت امام مالک، حضرت امام احمد یہ تینوں ائمہ صرف تین دن قربانی کے قائل ہیں۔ اور صحابہ کرام میں سے یہی مذہب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی ہے اور یہی مذہب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی ہے اور یہی مذہب حضرت عبداللہ بن عمر اور یہی مذہب حضرت عبداللہ بن عباس اور یہی مذہب حضرت ابو ہریرہ اور یہی مذہب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہم کا بھی ہے ان کے علاوہ اور بہت سے صحابہ کرام کا یہی مذہب ہے کہ قربانی صرف تین دن ہے چنانچہ حنبلی مذہب کی مشہور کتاب ''المغنی'' میں لکھا ہے۔

قربانی کے تین دن ہیں، عید کا دن اور دو دن اس کے بعد کے اور یہی قول حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوھریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا ہے، حضرت امام احمد نے فرمایا کہ قربانی کے تین دن ہیں یہ بات بہت سے صحابہ کرام سے مروی ہے، اور یہی قول امام مالک اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ علیہ کا ہے۔ (المغنی ص ۹۳۸ ج ۸)

مزید اس کتاب میں لکھا ہے۔

ہم نے جن صحابہ کا نام لیا ہے کہ ان کا مذہب صرف تین دن قربانی کا ہے، صحابہ کرام میں ان حضرات صحابہ کا کوئی بھی مخالف نہیں، ہاں حضرت علی سے ایک روایت چوتھے دن کی بھی ہے مگر دوسری روایت ان سے ہمارے مذہب جیسی ہے۔ (ایضاً)

مؤطا امام مالک میں صحیح سند سے مروی ہے اس کے راوی حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے شاگرد ہیں۔

نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ عید کے دن کے بعد قربانی کے دو دن ہیں، پھر حضرت امام مالک فرماتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی بات مجھے پہونچی ہے۔

حضرات ناظرین!

آپ خود اندازہ لگالیں کہ غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ قربانی چوتھے روز بھی سنت ہے، کتنی غلط بات ہے، خود ان کے علماء چوتھے روز قربانی کے عمل کو خلاف سنت بتلاتے ہیں۔

ابن قدامہ کی کتاب المغنی سے معلوم ہوا کہ عام صحابہ کرام کا مذہب صرف تین دن قربانی کا تھا۔

حضرت علیؓ سے چوتھے دن قربانی کی جو روایت مروی ہے، وہ حضرت علیؓ کا قول ہے۔ غیر مقلدین صحابہ کرام کے قول کو حجت نہیں مانتے ان کے نزدیک صرف قرآن و حدیث ہی حجت ہیں، نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دوسرا قول جمہور صحابہ کے قول کے مطابق ہے جیسا کہ حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے مؤطا میں ذکر کیا ہے اور یہی وجہ ہے حضرت امام احمد فرماتے ہیں، جیسا کہ المغنی میں ہے۔

ایام الاضحی التی اجمع علیھا ثلاثۃ ایام . یعنی قربانی کے ایام جن پر اجماع ہوا ہے تین دن ہیں۔ (ص ۹۳۸ ج ۸)

غیر مقلدین نے امت کے اس اجماعی اور متفق علیہ مسئلہ سے الگ راہ نکالی ہے۔

(۵) غیر مقلدین اس حدیث سے چار روز قربانی پر استدلال کرتے ہیں۔

حضرت جبیر بن مطعم فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ایام تشریق سب کے سب ایام ذبح ہیں۔

لیکن ابن قیم زاد المعاد میں فرماتے ہیں کہ "یہ حدیث منقطع ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کا موصول ہونا ثابت نہیں ہے۔ (ص ۳۱۸ ج ۲)

معلوم ہونا چاہئے کہ غیر مقلدین کے نزدیک ابن قیم کا بڑا مرتبہ ہے، وہ ابن قیم اس حدیث کو منقطع یعنی ضعیف بتلا رہے ہیں۔

غیر مقلدین ان سوالات کا جواب دیں۔

(۱) آپ کے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ قربانی کی فضیلت کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے، تو آپ حضرات یہ غیر فضیلت والا عمل کیوں فرماتے ہیں؟

(۲) آپ کے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھے روز قربانی کبھی نہیں کی اور چوتھے روز قربانی کا عمل سنت نہیں ہے، تو آپ لوگ غیر مسنون قربانی کیوں کرتے ہیں؟ غیر مسنون عمل پر اصرار کرنا از روئے شرع جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) چار روز قربانی کی حدیث بتصریح ابن قیم ضعیف ہے، آپ اس ضعیف حدیث کو کیوں سینہ سے لگائے ہوئے ہیں؟

(۴) حضرت امام احمد رحمتہ اللہ علیہ کی تصریح آپ کے سامنے ہے کہ تین روز قربانی پر اجماع ہے، آپ لوگ چار روز قربانی کر کے اجماعی عمل کو کیوں ٹھکرا رہے ہیں؟

(۵) جن صحابہ کرام نے تین روز قربانی کو جائز رکھا ہے اور چوتھے روز قربانی کو وہ جائز نہیں رکھتے۔ ان کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

(۶) براہ کرم چار روز قربانی کے بارے میں آپ کا جو مذہب ہے اس کو صرف قرآن وصحیح حدیث سے ثابت کر کے ہمیں مسرور فرمائیں۔

(۷) ان صحابہ کرام، تابعین عظام، ائمہ عالی مقام اور محدثین عظام کا نام پیش کریں جو چوتھے دن بھی قربانی کے قائل تھے۔

امید ہے کہ ان سوالات کا معقول جواب دیں گے۔

محمد اجمل مفتاحی

حضرت امام ابوحنیفہ کے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر پڑھنے پر اعتراض اور اس کا جواب

محمد ابوبکر غازیپوری

مکرمی حضرت مولانا صاحب زید مجدہٗ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ایک غیر مقلد عالم صاحب نے ہمارے بعض دوستوں سے کہا کہ تمہاری کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی تھی، پھر اس نے کہا کہ کیا یہ بات عقل میں آنے والی ہے، میں نے بعض علماء سے اس کے بارے میں پوچھا تو ان کے پاس اس کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں تھا، براہ کرام آپ اس بارے میں کچھ تحریر فرمادیں، کرم ہوگا اور خدشات دور کریں، آپ کی صحت وعافیت اور زمزم کی بقاء کے لئے دعا گو ہوں۔

عبدالقیوم انصاری

دھولیہ مہاراشٹر

زمزم!

آپ کا خط ملے ہوئے چند ہفتے گزر گئے اور میرا حال اور زمزم کا حال دونوں کا برا ہے، زمزم کا خریداروں کی طرف سے بقایاجات وصول نہیں ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے زمزم کو مالی دشواریوں کا سخت سامنا ہے، میرا حال بھی کچھ بہت اچھا نہیں ہے، پاؤں کی تکلیف ہر روز بڑھتی جا رہی ہے، لکھنا پڑھنا بہت کم ہوگیا ہے۔

آپ کے سوال کا جواب میری کتاب ''ارمغان حق'' جلد اول کے صفحہ ۲۱۰ پر ہے۔ یہ مضمون تقریباً بارہ صفحے کا ہے اس کو پڑھ لیں ان شاء اللہ تسلی ہو جائے گی۔

البتہ غیر مقلد عالم صاحب کو مطمئن کرنا بہت مشکل ہے۔ ان حضرات کا اعتراض

تحقیق حق یا اعتراف حق کیلئے نہیں ہوتا ہے، ان کا مقصد عوام کو حضرت امام اعظم اور احناف کی کتابوں سے بدظن کرنا ہوتا ہے، یہ ان کی دین کی سب سے بڑی خدمت ہوتی ہے، غیر مقلدیت کی چکی صرف اسی مقصد کیلئے گھوما کرتی ہے۔

بہر حال مختصراً عرض یہ ہے کہ ہم اگر اسلاف کو اپنے اوپر قیاس کریں تو یہ بڑا احمق پنا ہے، ان کا زمانہ کچھ اور تھا ہمارا زمانہ کچھ اور ہے، اس زمانہ کی برکتیں ہمارے زمانہ میں کہاں، ان کے علم میں برکت تھی، ان کی عبادتوں میں برکت تھی، ان کے وقتوں میں برکت تھی، ان کے لکھنے پڑھنے میں بھی برکت تھی، ان کی زندگی مسلسل عبادت، مسلسل جہاد، مسلسل علم اور سراپا خیر اور پھر تقوی و طہارت اور نفس کی پاکیزگی جو ان کو حاصل تھی ان کا اس زمانہ میں بڑے سے بڑے متقی عابد اور زاہد میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، غیر مقلد حضرات کا احمق پنا یہی ہے کہ وہ اسلاف کو اور ان کے زمانہ کو اپنے اوپر اور اپنے زمانہ پر قیاس کرتے ہیں، اور جو چیز ان کو اس زمانہ میں محال نظر آتی ہے اس کو یہ حضرات اس زمانہ میں بھی اس کا وقوع محال سمجھتے ہیں، آج کون ہے جو تین لاکھ حدیث کا حافظ ہو، چھ لاکھ حدیث یاد رکھتا ہو، دس لاکھ حدیث یاد رکھتا ہو مگر اسلاف میں کتنے محدث ایسے گزرے ہیں جن کے حافظہ میں اتنی مقدار حدیث کی محفوظ تھی، ایک مجلس میں سو سو حدیثیں سن کر اسی مجلس میں اسکو اپنے حافظہ سے دہرا دینے کا واقعہ ایک دو محدث کا نہیں دسیوں محدث کا ہے۔ حتی کہ اس زمانہ کے خلفاء و امراء بھی اس ذوق و شوق اور ایسے ہی قوت حافظہ کے مالک تھے، مامون خلیفہ عباسی نے ایک مرتبہ ایک محدث سے سو حدیثیں سنیں اور اسی وقت اسی محدث کے سامنے اپنے حافظہ سے دہرا دی، اس کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ رمضان میں روزانہ ایک ختم قرآن کرتا تھا، یعنی پورے رمضان میں تیس ختم۔ علم کا شوق یہ تھا کہ علی بن المدنی (جو امام بخاری کے سب سے بڑے شیخ ہیں) کی مجلس میں جگہ پانے کیلئے ایک روز پہلے ہی سے جگہ بنا لیتے تھے اور رات بھر جاگ کر گزار دیتے کہ ان کی جگہ پر دوسرا نہ قبضہ کر لے، چنانچہ جعفر بن درستویہ کا بیان ہے کہ **کنا ناخذ المجلس فی مجلس علی بن المدینی وقت العصر الیوم لمجلس غد نقعد طول اللیل مخافة ان لانلحق من الغد**

موضعاً . یعنی جعفر بن درستویہ کا بیان ہے کہ علی بن المدینی سے حدیثیں سننے کے شوق میں لوگ ایک روز قبل ہی سے ان کی مجلس میں جگہ حاصل کرنے کیلئے عصر کے وقت سے بیٹھنا شروع کر دیتے تھے اور اس کے لئے رات بھر جاگا کرتے تھے۔

ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ ہم مصر میں سات مہینہ رہے اور اس درمیان ہم نے شوربا نہیں چکھا، ایک شیخ کی مجلس سے اٹھتے تو دوسرے کا وقت ہو جاتا اور دوسرے کے درس سے اٹھتے تو تیسرے کا وقت ہو جاتا، دن کو حدیثیں سنتے اور رات کو اس کو نقل کرتے اتنا وقت نہیں ملتا تھا کہ ہم آگ جلائیں اور کھانا پکائیں۔ ایک دفعہ ہم نے مچھلی خریدی مگر تین دن تک وہ پڑی رہی اور ہم کو اس کو پکانے کا موقع نہیں ملا، جب وہ بدبو دینے لگی تو ہم نے اس کو کچی ہی کھالیا، اس طرح کے کتنے واقعات ہیں جن سے ہمارے اسلاف کی زندگی روشن وتاباں تھی۔ آج ہم اس کا کیا تصور کر سکتے ہیں۔

اسلاف کی عبادتوں کا بھی یہی حال تھا۔ عشاء کے وضو سے فجر پڑھنے کا واقعہ صرف امام ابوحنیفہ کا نہیں ہے بلکہ اسلاف کی ایک بڑی جماعت سے اس طرح کے واقعات منقول ہیں، ان واقعات کے بارے میں کسی غیر مقلد نے کبھی زبان نہیں کھولی نہ اسکوان میں کوئی اشکال پیدا ہوا، ان اللہ کے بندوں کو اشکال صرف امام ابوحنیفہ کے بارے میں پیدا ہوتا ہے۔

حضرت امام مالک کے بارے میں ان کی باندی کا بیان ہے کہ وہ عام طور پر صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھتے تھے۔ ان کی باندی کہتی ہے کہ انچاس سال سے میں ان کا یہی معمول دیکھ رہی ہوں۔ (ترتیب المدارک ج ۳ ص ۲۵۰)

عبدالملک بن حبیب رات بھر کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ فجر کا وقت ہو جاتا۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ ماصلیت ھذہ الصلوٰۃ الا بوضوء العشاء الآخرۃ. یعنی میں نے فجر کی نماز ہمیشہ عشاء کے وضوء سے پڑھی ہے۔ (ایضاً ج ۳ ص ۴۴)

ابوبکر محمد بن اللباد کا بیان ہے کہ محمد بن عبدوس نے عشاء کے وضوء سے صبح کی نماز تیس سال تک پڑھی۔ صلی الصبح بوضوء العتمة ثلاثین سنة. پندرہ سال پڑھنے کے زمانے میں اور پندرہ سال عبادت کے شوق میں۔ (ایضاً ج ۳ ص ۱۲۴)

یوسف بن عمر قواس کہتے ہیں کہ ابو بکر نیشاپوری سے میں نے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ کیا تم ایسے آدمی کو جانتے ہو جس نے چالیس سال اس طرح گذار دیے کہ وہ رات کو گھٹنے کے بل پڑا رہتا تھا اور صرف پانچ دانہ چوبیس گھنٹے میں اس کی غذا تھی اور فجر کی نماز عشاء کے وضوء سے اس نے پڑھی؟ پھر انہوں نے خود اس کا جواب دیا کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔ اور یہ ساری باتیں میری شادی سے قبل کی ہیں، میں اس کو کیا کہوں جس نے میری شادی کرائی، مگر اس نے میرے ساتھ خیر خواہی کا ارادہ کیا۔

یہ سارے واقعات اور اس سے بھی زیادہ محیر العقول واقعات ہمارے اسلاف کی زندگیوں میں موجود ہیں، آج ان کو پڑھو تو ہماری عقلیں دنگ اور حیران رہتی ہیں، اور اگر آدمی غیر مقلدوں جیسی عقل والا ہو تو وہ ان کو محال سمجھ کر انکار کر دے گا۔ مگر واقعہ واقعہ ہے اور تاریخ کے سفینوں میں یہ واقعات محفوظ ہیں۔

تو اگر حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہیں یہ لکھا ہو کہ انہوں نے چالیس سال تک عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز ادا کی ہے تو یہ ایسی کون سی بات ہوگی جس کی مثال تاریخ میں اور کسی کی زندگی میں نہیں ملتی ہے۔ جب اس طرح کے واقعات اوروں کے یہاں بھی پائے جاتے ہیں تو صرف امام ابو حنیفہ ہی کے بارے میں اشکال کیوں پیدا ہوتا ہے۔؟ دوسروں کے بارے میں غیر مقلدوں کے لب کیوں حرکت نہیں کرتے۔؟

بات دراصل یہ ہے کہ غیر مقلدوں کے دلوں میں امام ابو حنیفہ کا بغض سمایا ہوا ہے اس لئے ان کا ہر ہنر ان کو عیب نظر آتا ہے، اور چونکہ ان کے مزاج میں فتنہ ہوتا ہے اس وجہ سے وہ فتنے اٹھاتے رہتے ہیں، میری آپ سے گذارش ہے کہ غیر مقلدین کی باتوں پر آپ دھیان نہ دیں، اور اگر کسی بات میں خدشہ محسوس کریں تو اہل علم سے ضرور رجوع کر لیا کریں۔

............﴿ نوٹ ﴾............

میں نے اس مضمون میں جو واقعات نقل کئے ہیں ان کو شیخ ابو غدہ رحمہ اللہ کی کتاب ''صفحات من صبر العلماء'' طبع ثالث سے لیا ہے۔

طٰہٰ شیرازی

محمد اجمل مفتاحی

خمارِ سلفیت

ضعیف حدیث، علمائے اہل حدیث اور شیخ کلو حفظہ اللہ

بیٹا: ابا جی

باپ: جی بیٹا

بیٹا: ابا جی، شیخ کلو حفظہ اللہ، آج کل کچھ درہم برہم ہیں، یعنی ایک قدم گھر کے اندر اور ایک قدم گھر کے باہر، یعنی کچھ الجھے الجھے نظر آتے ہیں، حدیث ضعیف پر پہلے بڑی شاندار گفتگو کرتے تھے، اور اب جب بھی ان کے سامنے ضعیف حدیث کا نام لو تو ان کا چہرہ سکڑ جاتا ہے، اپنے علماء اہل حدیث سے خاصے بددل نظر آتے ہیں۔

باپ: جی بیٹا، وہ گزشتہ دنوں میرے پاس آئے تھے، ان کے ہاتھ میں فتاویٰ ثنائیہ کی پہلی جلد تھی، کہہ رہے تھے کہ میں نے کتنے چائے خانوں کو اپنی تقریر سے آباد کیا ہے، میری تقریر سے چائے خانوں کی عام فضاء یہ بنی تھی کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنا بالکل باطل ہے، میں نے اپنے علماء کی کتابوں سے یہی جانا تھا، مگر اس فتاویٰ ثنائیہ نے ہماری ساری کوششوں پر پانی پھیر دیا ہے، اس میں جگہ جگہ لکھا ہے کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، اس سے جو حکم ثابت ہوتا ہے وہ درجہ استحباب میں ہوتا ہے، اب میں اس قابل نہیں رہا کہ چائے خانوں میں جاؤں۔

بیٹا: ابا جی، اس کا اعلان تو میں بھی کیا کرتا ہوں، کئی دفعہ حنفیوں کو چیلنج بھی دیا ہے۔

باپ: بیٹا، ذرا احتیاط سے کام لو، ورنہ شرمندگی اٹھانی پڑے گی،

بیٹا: ابا جی تو کیا ضعیف حدیث قابل رد نہیں ہوتی ہے؟

باپ: بیٹا، دیکھو فتاویٰ ثنائیہ میں لکھا ہے۔

حدیث ''لاترفع الایدی الافی سبعة مواطن '' گو ضعیف ہے مگر عمل اس پر ہے، (ج ا ص ۵۲۵) اور صفحہ ۵۰۷ پر لکھا ہے'' حدیث کا ضعیف ہونا ثبوتِ جواز واستحباب کے منافی نہیں ہے، اور صفحہ ۵۱۰ پر ہے'' بعد نماز فرض ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ذکر دو روایتوں میں آیا ہے، جن کو حضرت میاں صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتویٰ میں نقل کیا ہے گو وہ ضعیف ہیں مگر ضعیف حدیث کے ساتھ بھی جو فعل ثابت ہو وہ بدعت نہیں ہوتا، ایسا تشدد کرنا اچھا نہیں ہے۔''

بیٹا: ابا جی تو ہم لوگ صرف احناف کی ضد میں ضعیف احادیث کا انکار کرتے ہیں۔

باپ: بیٹا، ہمارے علماء کا احادیث کے باب میں جو طرز عمل ہے اس سے میں بھی پریشان ہوں، کئی دفعہ احناف کے سامنے مجھے شرمندگی اٹھانی پڑی ہے اسی لئے میں نے تم کو محتاط رہنے کا مشورہ دیا ہے۔

بیٹا: ابا تو کیا ہمارے علماء کرام احادیث کے بارے میں انصاف سے کام نہیں لیتے؟

باپ: پتہ نہیں بیٹا۔

محمد اجمل مفتاحی

فتاویٰ ثنائیہ سے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے

شیخ کلو حفظہ اللہ کا فتاویٰ ثنائیہ کے بارے میں فتویٰ

بیٹا: ابا جی

باپ: جی بیٹا

بیٹا: ابا جی، آج بعد نماز فجر شیخ کلو حفظہ اللہ نے بڑا دھما کہ خیز اعلان کر دیا، پورے محلہ میں "چوں چوں" کا بازار گرم ہے۔

باپ: شیخ کلو حفظہ اللہ نے کیا اعلان کر دیا؟

بیٹا: انہوں نے یہ اعلان کیا کہ کہ "فتاویٰ ثنائیہ غیر معتبر کتاب ہے، اس سے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے"۔ اس اعلان کے بعد ہنگامۂ رُست وخیز محلہ میں برپا ہے، ایک طرف شیخ کلو حفظہ اللہ کی علمی جلالت قدر کی دھاک سے لوگ "مرہوب" ہیں، اور دوسری طرف شیر پنجاب کی شیخ الاسلامی سے لوگ "مرہوب" ہیں۔

باپ: بیٹا، شیر پنجاب شیخ الاسلام حضرت مولانا امرتسری رحمہ اللہ کے مقابلہ میں شیخ کلو کی کوئی حقیقت نہیں ہے، شیخ الاسلام کے بارے میں ہمارے علماء لکھتے ہیں:

> مولانا ثناء اللہ امرتسری برصغیر وہندوپاک میں بیسویں صدی کی بلند پایہ علمی شخصیات میں سے ایک منفرد اور ممتاز شخصیت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا ثناء اللہ کو بیشۂ تحقیق شیر مرد بنا کر دنیا میں اتارا۔ مولانا ثناء اللہ کی شخصیت ایک ایسے صاحب رشد وہدایت کی شخصیت تھی جس کے سامنے ہر مدعی علم طفل مکتب نظر آتا تھا۔
>
> (ازحرف سناش) از فتاویٰ ثنائیہ۔

اور شیخ کلو حفظہ اللہ تو اپنے آپ ہی میاں مٹھو بنے ہوئے ہیں، لڑکے کو سعودیہ

بھیجوانا تھا تو اہل حدیث بن گئے، کل قادیانی بن جائیں، ان کا کیا ٹھکانا۔

بیٹا: آپ کا شیخ کلو پر یہ تبصرہ میری سمجھ سے باہر ہے، آپ تو ہمیشہ یہی کہا کرتے تھے کہ ہمیشہ دلائل پر نظر رکھو شخصیات پر نہیں، ہمارے اکابر علماء شخصیات پر نہیں دلائل پر نظر رکھتے تھے، انہوں نے دلائل کے سامنے صحابۂ کرام تک کو قابل اعتماد نہیں گردانا، اور آج آپ بلا دلیل شیخ الاسلام کو اٹھا رہے ہیں اور شیخ کلو کو گرا رہے ہیں، ہم کو آپ سے اس انصاف کی امید نہیں تھی۔

باپ: بیٹا، کیا شیخ کلو حفظہ اللہ نے اپنے اس فتویٰ کی بنیاد دلائل کو بنایا ہے۔؟

بیٹا: جی ابا جی، انہوں نے فتاویٰ ثنائیہ سے دسیوں فتاویٰ کو نقل کر کے بتلایا ہے کہ فتاویٰ ثنائیہ کے یہ فتاویٰ غلط ہیں، کتاب وسنت کے خلاف ہیں، علماء اہل حدیث نے بھی ان فتاوی کو غلط بتایا ہے۔ تو ایسی کتاب سے فتویٰ دینا کہاں سے جائز ہوگا۔

باپ: ذرا مولانا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دو ایک غلط فتوے مجھے بھی دکھاؤ

بیٹا: ابا جی، مولانا امرتسری قبرستان میں مسجد بنانے کو جائز کہتے ہیں (ج ۱ ص ۴۳۰) اور مولانا ابو سعید شرف الدین اس کو ناجائز بتلاتے ہیں اور اس کو قطعاً ممنوع لکھتے ہیں۔ (ج ۱ ص ۴۳۱)

مولانا امرتسری فاسق وفاجر اور نماز کو صحیح طور پر نہ ادا کرنے والے امام کے پیچھے نماز کو جائز بتلاتے ہیں، اور ابو سعید شرف الدین اس فتویٰ کی تغلیط کرتے ہیں، فرماتے ہیں، نہیں نہیں ہرگز ایسے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہئے۔ (ص ۴۳۲)

مولانا امرتسری کا فتویٰ ہے کہ اگر امام قرأت میں بھول جائے تو سجدہ سہو کرے۔ (ج ۱ ص ۵۳۷)

جبکہ دوسرے علماء حدیث اس فتویٰ کو غلط بتاتے ہیں، ان میں سے ایک صاحب لکھتے ہیں:

الحاصل احادیث سے..... قرأت بھول جانے پر سجدہ سہو کرنا نہیں۔ (ص ۵۳۹)

ایک صاحب نے مولانا امرتسری سے سنت کی تعریف پوچھی تھی تو اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ سنت مستحب سے ذرا موکد ہے، یعنی یثاب فاعلہ ولا یلام تارکہ سے سنت کا درجہ ذرا اس سے اوپر ہے۔ (ص ۳۴۵)

اس پر شرف الدین صاحب لکھتے ہیں:

پھر سنن ہدی اور مستحب میں فرق کیا ہے اور فمن رغب عن سنتی جیسی احادیث کا کیا جواب ہوگا، ایسے تو صدھا سنتوں کو مستحب بنا کر ترک کردیں گے۔ (ایضاً)

اس طرح کے بہت سے مسائل صرف جلد اول میں ہیں ان مسائل میں مولانا امرتسری کا فتوی کتاب وحدیث کے خلاف ہے۔

باپ: بیٹا، یہ ابوسعید شرف الدین کون بزرگ ہیں، پہلی دفعہ ان کا نام کان میں پڑ رہا ہے

بیٹا: ابا جی، آپ ان سے ناواقف ہیں؟ بڑا تعجب ہے۔ یہ ہماری جماعت کے بڑے دھاکڑ مولانا تھے، جیسے پہلوانوں میں گاما پہلوان۔ فتاویٰ ثنائیہ جلد اول کے شروع میں ان کے القاب اس طرح ہیں۔

"بیہقی زماں، علامہ دوراں، عارف باللہ المتین"

باپ: تب تو یہ مولانا ثناء اللہ صاحب کے ٹکر کے مولانا تھے۔

بیٹا: جی ابا جی تب ہی تو مولانا ثناء اللہ کے فتاوی کو غلط بتانے کی ان میں یہ جرأت پیدا ہوئی۔

ابا جی، کیا اب بھی فتاوی ثنائیہ پر ہمارے اہل حدیث علماء عمل کریں گے۔

باپ: پتہ نہیں بیٹا۔

محمد اجمل مفتاحی

پیر سجادہ نشین کی سلفیت سے مزاروں کی طرف واپسی

بیٹا: ابا جی

باپ: جی بیٹا

بیٹا: ابا جی، بلقیس کا تخت سلیمان کے ہاتھ میں آ گیا تھا، کوشش حضرت شیخ ہدہد حفظہ اللہ کی تھی۔

باپ: آ گیا تھا، کوشش شیخ ہدہد حفظہ اللہ کی تھی، تم پہیلیوں میں کیوں بات کرتے ہو، تخت بلقیس کا کیا قصہ ہے؟

بیٹا: ابا جی، خواجہ پیر دستگیر کے سجادہ نشین شیخ بقاء اللہ کی آمد و رفت چند مہینوں سے ہمارے شیخ جمن سلفی حفظہ اللہ کے یہاں تھی، شیخ سلفی حفظہ اللہ کی دعوت و تبلیغ سے سجادہ نشین کا ذہن بدل رہا تھا اور وہ سلفیت کے بحر قلزم میں قدم ڈالنے والے تھے، شرک سے توبہ کر کے خالص موحد بننے جا رہے تھے۔

باپ: پھر کیا ہوا، کیا انہوں نے سلفیت کے بحر قلزم میں پاؤں نہیں رکھا؟

بیٹا: نہیں ابا جی، کام بگڑ گیا، ان کا ایک مرید سجادہ نشین صاحب کی اس ذہنی کایا پلٹ سے بڑا پریشان تھا، اس نے اپنے پیر کو بتلایا کہ یہ سلفی لوگ توحید توحید تو بہت کرتے ہیں، مگر خود ان کے مذہب میں توحید کا پر کاٹا جاتا ہے۔

باپ: پھر کیا ہوا؟

بیٹا: پہلے تو سجادہ نشین صاحب کو اپنے اس مرید کی بات پر یقین نہیں آیا، مگر بعد میں اس کا ذہن سلفیت سے بدک گیا۔

باپ: شیخ جمن حفظہ اللہ نے اس کو قرآن وحدیث کے حوالہ سے سمجھایا نہیں؟

بیٹا: ابا جی بہت بہت سمجھایا مگر سجادہ صاحب پر نزول الابرار کتاب اور نواب صاحب بھوپالی کی کتابوں کا ایسا خراب اثر پڑا تھا کہ وہ کسی طرح یہ ماننے کو تیار ہی نہیں ہوا کہ ہم سلفی لوگ اہل توحید اور خالص موحد ہیں، وہ کہہ رہا تھا کہ تم لوگوں کا

رنگ بھی ہم ہی جیسے لوگوں کا ہے۔

باپ: بیٹا، نزول الابرار میں کیا لکھا ہے؟

بیٹا: ابا جی لکھا ہے کہ زندوں اور مردوں سے استغاثہ کرنے اور مدد چاہنے میں کچھ حرج نہیں اور اس کو جائز عمل لکھا ہے۔

باپ: اور نواب صاحب کی کتابوں میں کیا لکھا ہے؟

بیٹا: ابا جی نواب صاحب نے اپنی متعدد کتابوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی ہے بلکہ ابن قیم اور علامہ شوکانی سے بھی مدد مانگی ہے، شیخ سنت مدد دے ان کا قصیدہ بڑا مشہور ہے۔

باپ: بیٹا تم نے ان کتابوں میں اپنی آنکھوں سے ایسا کچھ لکھا ہوا خود دیکھا ہے؟

بیٹا: ابا جی، یہ بات بالکل صحیح ہے، میں حوالہ دے سکتا ہوں اور آپ کو بھی دیکھا سکتا ہوں۔

باپ: انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بیٹا: ابا جی ہم لوگوں کی سلفیت میں یہ رنگا رنگی کیوں ہوتی ہے؟

باپ: پتہ نہیں بیٹا۔

محمد اجمل مفتاحی

تحفۃ الالمعی جلد ہشتم تقریر ترمذی شریف

از حضرت مفتی سعید پالنپوری

صدر مدرس وشیخ الحدیث دار العلوم دیوبند

تحفۃ الالمعی کا تفصیلی تعارف گزشتہ سال زمزم میں آچکا ہے اس وقت میرے سامنے اس کتاب کی جلد ہشتم ہے، اس جلد پر شمائل ترمذی کے ساتھ پوری ترمذی شریف کی درسی تقریر مکمل ہوگئی ہے۔

اس جلد میں بھی وہ ساری خصوصیات ہیں جن سے گزشتہ تمام جلدیں مزین ہیں، بہترین کاغذ، بہترین جلد، بہترین کمپیوٹر کی کتابت اور طباعتی غلطیاں نہ ہونے کے برابر، حدیث کی ضرورت کے مطابق تشریح حل لغات، دلچسپ انداز بیان، بہترین انداز کی تفہیم جس میں مفتی سعید صاحب پالنپوری انفرادی شان رکھتے ہیں۔

یہ بات باعث مسرت ہے کہ اس شرح کے ذریعہ ترمذی شریف کا مکمل ترجمہ بھی مفتی صاحب کی شگفتہ تحریر کے ذریعہ وجود میں آگیا ہے، میں نے چند روز قبل میسور کے ایک سفر کے دوران مفتی صاحب سے گذارش کی تھی کہ اگر متن کے ساتھ صرف ترجمہ الگ سے شائع کردیا جائے تو عام لوگوں کو فائدہ زیادہ ہوگا، مفتی صاحب نے اس کی تائید کی اور کہا جلد ان شاء اللہ یہ کام بھی ہوجائے گا۔

اس جلد ہشتم کے بھی گزشتہ جلدوں کی طرح سیکڑوں صفحات ہیں۔ یعنی تقریباً ساڑھے چھ سو صفحات پر مشتمل یہ جلد ہے، اتنی ضخیم جلد کا مطالعہ کرنا کافی وقت چاہتا ہے۔ چند اوراق کے الٹنے پلٹنے سے جو چند باتیں قابل غور نظر آئیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱...... مفتی صاحب نے اس جلد میں بھی جہاں ''وضو'' کا ذکر آیا ہے، اس کو مؤنث ہی استعمال کیا ہے، میں نے گزشتہ تبصرہ میں عرض کیا تھا کہ لغت دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ مذکر ہے مؤنث نہیں۔

۲...... مفتی صاحب فرماتے ہیں ''لیس شیء اکرم عنداللہ من الدعاء''

اس کا خاص تعلق نماز سے ہے (ص ۴۶) کیوں خاص نماز سے ہے کیا کسی اور شارح نے اس کو خاص نماز سے متعلق کیا ہے؟

۳......ص ۲۶۹ پر مفتی صاحب نے اذا وفدوا کا ترجمہ کیا ہے "جب وہ قاصد بن کر جائیں گے"۔ "اذا وفدوا" کا یہ ترجمہ غلط ہے، تشریح میں مفتی صاحب نے صحیح ترجمہ کیا ہے، فرماتے ہیں "جب اہل محشر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں گے" حاضر ہونا ہی صحیح ترجمہ ہے۔

۴......ص ۲۷۱، "فجعل الناس یطوفون" کے بجائے "فجل" لکھ گیا ہے۔

۵......ص ۲۷۵، مفتی صاحب نے انکرنا قلوبنا کا مطلب بیان کیا ہے۔ "یعنی ہمارے قلوب کی طمانینت اور دلوں کا چین رخصت ہو گیا۔" میرے نزدیک اس کا تعلق دل کی کیفیت کے بدل جانے سے نہیں بلکہ ایمان میں تغیر واقع ہونے سے ہے۔

۶......ص ۵۵۰، اذا اکل طعاماً لعلق اصابعه الثلاث کا ترجمہ کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تین انگلیاں چاٹ لیا کرتے تھے، یہ ترجمہ بالکل غلط ہے۔ نکرہ اور معرفہ کا فرق ترجمہ میں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ صحیح ترجمہ ہوگا "تینوں انگلیاں چاٹ لیا کرتے تھے"۔

۷......ص ۴۷۸ پر پچھلوں کو انعام چکھائیں، کی جگہ "سکھائیں" لکھ گیا ہے،

۸......ص ۴۸۰ پر الانصار کرشی و عیبتی کا ترجمہ کرتے ہیں۔ "سنو یہ بکس جس کی طرف میں ٹھکانا پکڑے ہوئے ہوں میرے گھر والے ہیں اور میری اوجھ (پیٹ) انصار ہیں"۔ اس ترجمہ سے پہلی دفعہ معلوم ہوا کہ بکس کی طرف بھی ٹھکانا پکڑا جاتا ہے اور میری اوجھ اور اس کی تشریح پیٹ کرنا اور یہ ترجمہ کرنا میری اوجھ یعنی پیٹ انصار ہیں۔ مفتی صاحب سے عجیب معلوم ہوا، آپ دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث ہیں۔ معلوم نہیں مفتی صاحب نے کس عالم میں الانصار کرشی وعیبتی کا یہ ترجمہ کیا ہے اس کا صحیح ترجمہ ہے، آگاہ رہو بے شک میرے خاص لوگ جن کی طرف میں ٹھکانا پکڑتا ہوں۔

میرے گھر والے ہیں اور میرا خاندان انصار کے لوگ ہیں، مجمع البحار میں ہے "عیبتی ای خاصتی وموضع سری، ویکنی بھا عن القلوب والصدور التی ھی مواضع السرائر اور الکرش کے بارے میں لکھا ہے یستعمل بمعنی البطن، اب اگر مفتی صاحب نے کرش کا ترجمہ کہیں بطن دیکھ کر یہاں پیٹ کیا ہے یا سمجھا ہے تو اتنے بڑے عالم سے اتنی بھیانک اور اس حدیث کی ایسی غلط تشریح میرے سمجھ سے بالکل باہر ہے۔

۹......ص ۵۷۸ پر، مفتی صاحب کے نزدیک ما رأیت احداً اکثر تبسما من رسول اللہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت مسکرایا کرتے تھے، فرماتے ہیں "اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ سلم ہر وقت مسکرایا کرتے تھے" اکثر تبسما کا یہ مطلب لینا بہت زیادہ قابل تعجب ہے۔

۱۰......ص ۵۹۰ میں، وزر، یذر لکھا گیا ہے، یعنی ماضی کو زا، اور مضارع کو ذال سے، اور اس پر اعراب سے ظاہر ہوتا ہے کہ مفتی صاحب اس لفظ کو باب فتح سے خیال کر رہے ہیں، جب کہ یہ باب ضرب اور سمع سے ہے، اس لفظ کے بارے میں مفتی صاحب فرماتے ہیں "اس لفظ کا صرف مضارع مستعمل ہے، حالانکہ فعل امر بھی مستعمل ہے، خود قرآن میں ہے "ذرنی ومن خلقت وحیدا" اور منجد میں ہے ولا یستعمل منه لھٰذا المعنی سوی المضارع والامر.

۱۱......مفتی صاحب نے مزاح کا ترجمہ ہر جگہ دل لگی سے کیا ہے، مزاح کا ترجمہ دل لگی اگرچہ لغۃً درست ہے، مگر یہ ترجمہ میرے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کے مناسب نہیں ہے "دل لگی کرنا" صاحب ذوق کے لئے بڑا عامیانہ لفظ ہے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مزاح کا ترجمہ "دل لگی" صرف عنوان میں کیا ہے، حدیث کے ترجمہ میں آپ نے مذاق یا مزاح ہی ترجمہ کیا ہے۔

مفتی صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سوال کو "یارسول اللہ آپ ہم سے مزاح بھی کرتے ہیں" صحابہ کرام کا حضور پر اعتراض سمجھتے ہیں جیسا کہ ان کی تشریح سے ظاہر ہے، فرماتے ہیں "صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ ہمارے ساتھ دل لگی فرماتے

ہیں، یعنی کیا یہ بات آپ کے شایان شان ہے؟ یہ تشریح میرے نزدیک غلط ہے، صحابہ کرام کا یہ سوال حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور تعجب تھا نہ کہ بطور اعتراض تھا۔

۱۲...... مفتی صاحب نے عنوان قائم کیا ہے "صحابہ کرام پر اعتماد کیوں ضروری ہے"؟ اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"ملت اسلامیہ زمانہ کے طول وعرض میں نقل وتوارث کے ذریعہ ثابت ہوئی ہے وہیں جزیرۃ العرب سے باہر پوری دنیا میں دین صحابہ نے پہونچایا ہے" (ص ۵۰۰۲)

مفتی صاحب کا یہ کلام ذی شان "کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی" کے قبیل کا ہے۔

۱۳...... ص ۲۱۹ پر، "الا ادلکم علی قوم" کا ترجمہ مفتی صاحب نے یہ کیا ہے "کیا نہ آگاہ کروں میں آپ لوگوں کو ایسے لوگوں پر" یہ بچوں والا ترجمہ ہے، دل یدل کا ترجمہ آگاہ کرنے سے بہتر، پتہ بتلانا، مطلع کرنا، نشاندہی کرنا ہوتا ہے، اور پھر "آگاہ کروں ایسے لوگوں پر" یہ کیا اردو ہوئی!

۱۴...... مفتی صاحب نے ص ۵۴۵ پر، بردۃ کو فتح سے لکھا ہے یعنی با پر فتحہ دیا ہے، جب کہ اس کا با مضموم ہے، اور "بردۃ ملحاء" کا ترجمہ کیا ہے "معمولی چدریہ" "معمولی چدریہ کا لفظ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب نے حضرت شیخ کے ترجمہ سے اخذ کیا ہے، حضرت شیخ رحمہ اللہ کیلئے یہ ترجمہ بالکل صحیح ہے، مفتی صاحب کیلئے یہ ترجمہ اس وقت صحیح ہوگا جب کہ وہ بتلائیں کہ "معمولی" کس کا ترجمہ ہے اور "چدریہ" کس کا ترجمہ ہے، کیا لغت میں ملحاء کا ترجمہ معمولی ہے یا بردۃ مصغر ہے، حضرت شیخ نے جو کتاب لکھی ہے وہ عوام کیلئے ہے اس لئے وہاں حاصل ترجمہ تو چل جائے گا، مگر مفتی صاحب تو درس دے رہے ہیں اور اس درسی تقریر میں وہ کلمات کی لغوی تشریح بھی کرتے ہیں، مگر یہاں مفتی صاحب نے صرف حضرت شیخ کے ترجمہ پر اکتفاء کر دیا، میرے نزدیک اس کا الفاظ حدیث سے ملتا ہوا صحیح ترجمہ یہ ہوگا۔ صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تو سیاہ سفید دھاریوں والی ایک حقیر سی چادر ہے، اور حقیر کا ترجمہ بردۃ کے منکر واقع ہونے سے ہوگا، منکر سے کبھی تحقیر کا معنی بھی لیا جاتا ہے، قرآن میں ہے ان ھو الا رجل افتری،...... ملحاء کا ترجمہ لغت میں سفید

اورسیاہ دھاریوں والی چادر کیا گیا ہے، طلبہ کے سامنے الفاظ حدیث کی اصل حقیقت بیان کرنے کے بعد آپ جو چاہیں حاصل ترجمہ کریں۔

۱۵......ص ۱۵۰ پر مولانا فرماتے ہیں ''اللہ کی صفات بھی ہماری صفات کی طرح من وجہ مستقل ہیں مطلب بالکل سمجھ میں نہیں آیا کہ مفتی صاحب کہنا کیا چاہتے ہیں، اس کے بعد مفتی صاحب نے جو کچھ فرمایا اس سے بھی مذکورہ عبارت کا مطلب واضح نہیں ہوتا، مفتی صاحب نے ایک تو اللہ کی صفات کو بندوں کی صفات کی طرح قرار دیا، پھر صفات خداوندی کو من وجہ ہی مستقل کہا، میں نے حضرت مفتی صاحب کو فون کر کے اس کا مطلب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کا مطلب وہی ہے جو شرح عقائد والا صفات کے باب میں لاهي عينه ولاهي غيره کہتا ہے، مفتی صاحب کی اسی تشریح نے مجھے اور بھی غرق حیرت کر دیا۔

۱۶......ص ۴۰۷ پر ايهاالناس انی ترکت فيکم من ان اخذتم به لن تضلوا ، کا مفتی صاحب نے ترجمہ کیا ہے، ''لوگو! بیشک میں نے تم میں چھوڑا ہے ان کو کہ اگر لئے رہو تم ان کو تو ہرگز گمراہ نہیں ہوؤ گے''۔

یہ ترجمہ بالکل ابتدائی درجہ کے بچوں والا ہے۔

۱۷......ص ۲۱۸ پر مفتی صاحب نے اس حدیث کی شرح میں ما اصرمن استغفر ولو فعله ني اليوم سبعين مرة جو کچھ فرمایا ہے وہ بھی معنی شعر دربطن شاعر ہی کی مثال ہے۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں ''اس حدیث کا مضمون فرضاً ہی صحیح ہوسکتا ہے بایں طور کہ الیوم میں توسع کیا جائے اور سبعین کو مبالغہ پر محمول کیا جائے'' اس عبارت کا مفہوم کیا ہے؟ مفتی صاحب کہنا کیا چاہتے ہیں؟ حدیث پاک سے، اس عبارت کا تعلق کیا ہے؟ کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟ معنی الحديث في واد ومعنی المفتی فی واد وبينهما برزخان لايلتقيان.

میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ اس ضخیم جلد کے چند صفحات ہی میں دیکھ پایا، دران مطالعہ جو چیز قابل ملاحظہ نظر آئی اس کو نوٹ کرتا رہا، اور اپنی اس تحریر یا تبصرہ میں اس کا بے تکلف اظہار بھی کر دیا ہے، مفتی صاحب کے حکم کا انکار کرنا ہمارے لئے بڑا مشکل

ہوتا ہے ورنہ کسی کتاب پر تبصرہ کا کام بڑا نازک ہوتا ہے، اسی لئے زمزم میں اس کا عنوان نہیں ہوتا ہے، یہ تحریر بھی مفتی صاحب کے حکم پر لکھی گئی ہے۔

آخر میں کتاب کے نام کے بارے میں بھی مفتی صاحب غور کرلیں، تحفۃ الالمعی نام رکھنے میں کہیں ثنائے خود تو نہیں ہے؟ الالمعی کا ترجمہ ہے 'الذکی المتوقد'۔

اس کتاب پر میں نے جو گزشتہ مرتبہ تبصرہ کیا تھا اس تبصرہ کو مفتی صاحب نے جلد ششم میں شائع کردیا ہے، مگر ملاحظات جو تھے ان کو کاٹ چھانٹ کر، یہ بات بالکل غیر مناسب اور خلاف دیانت ہے، اس دفعہ کا تبصرہ اگر مفتی صاحب شائع کریں تو ان سے گذارش ہے کہ میری یہ پوری تحریر شائع کریں۔

یہ گذارش دوستانہ ہے نہ کہ ناقدانہ

☆☆☆☆☆
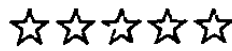
گذارش

خریدار حضرات سے گذارش ہے کہ گزشتہ سالوں کا چندہ جن حضرات کے ذمہ باقی ہے وہ براہ کرام روانہ فرمادیں۔

مکتبہ اثریہ غازیپور سے شائع ہونیوالا

دوماہی دینی وعلمی مجلّہ

جلد ۱۳

شمارہ ۲

زمزم

جمادی الاولیٰ، جمادی الاخری ۱۴۳۱ھ

مدیر مسئول ومدیر التحریر

محمد ابوبکر غازی پوری

سالانہ چندہ ۱۰۰/روپے

پاکستان کے لئے .... پاکستانی ۲۵۰/روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر ممالک سے دس ڈالر امریکی

ترسیل زر کیلئے اکاؤنٹ نمبر Punjab National Baink 0662010100011488 صرف محمد ابوبکر لکھا جائے

پتہ

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ، غازیپور۔ یوپی

Pin. 233001 .... Mob.9453497685

فہرست مضامین

محمد اجمل مفتاحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

کتاب وسنت اور سلفیت کے نام پر غیر مقلدین کا ایک ٹولہ ہر جگہ ادھم مچائے ہوئے ہے، ہندوستان ہو، پاکستان ہو، بنگلہ دیش ہو، برطانیہ اور امریکہ کے ممالک ہوں، جہاں بھی یہ ٹولہ موجود ہے وہاں کی دینی فضا کو مسموم کیے ہوئے ہے، اپنے سو، تمام مسلمانوں کو کافر، مشرک اور گمراہ کہنا یہی اس ٹولہ کی کتاب وسنت کی خاص دعوت ہے، اور یہی ان کی سلفیت کا کارنامہ ہے، خلیجی ممالک میں جہاں جہاں بھی اس گروہ کا وجود ہے ہماری اطلاع کے مطابق وہاں کی فضا کو اس نے مسموم کرر کھا ہے، اور تعجب ہوتا ہے کہ وہاں کی حکومتیں ان کے خلاف کارروائی کیوں نہیں کرتیں، ان کی زبان پر تالا کیوں نہیں لگاتی ہیں، سعودی حکومت میں جب تک ابن باز زندہ تھے اس گروہ کا بڑا زور وشور تھا، ابن باز کے بعض سعودی شاگرد اس فساد میں پیش پیش تھے، ہم نے جمعیۃ علماء کے پلیٹ فارم سے اس کے خلاف آواز اٹھائی تو اس کا زور کچھ کم ہوا، مگر بعض علاقے سعودی کے اب بھی ایسے ہیں جہاں ہندو پاک اور نیپال اور بنگلہ دیش سے گئے ہوئے کچھ فسادی وہاں ملازمت پاکر اور وہاں کی جالیات کے شعبہ میں پاؤں جما کر، سعودی مشائخ وعلماء کو احناف اور بطور خاص مسلک دیوبند سے متعلق افراد کو پریشان کئے رہتے ہیں، ''حائل'' شہر سعودیہ کا وہ شہر ہے جہاں یہ فتنہ پرور اور فسادی گروہ بہت سر اٹھائے ہوئے ہے، اس وقت ہندوستان کے دو شر پسند جن کا تعلق شہر حیدرآباد سے ہے، ایک کا نام حافظ محمد فاروق حیدرآبادی مدنی ہے، اس کا موبائل نمبر یہ ہے 00960-502985504۔ اور دوسرا حیدرآبادی کا حافظ محمد اسماعیل ہے جس کا موبائل نمبر یہ ہے 00966-502870917 اور تیسرا فسادی جوان پہلے دونوں سے بھی زیادہ شر پیدا کئے ہوئے ہے وہ نیپال کا رہنے والا ہے، اور اس کا نام منظور عالم ہے، جس کا موبائل نمبر یہ ہے 00966-556797876 مفسدین کی یہ جماعت میں حائل

شہر ہیں ان مقلدین کے خلاف جن کا تعلق فقہ حنفی اور جماعت دیوبند سے ہے اور وہاں روزی روٹی کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں ان کی جھوٹی شکایتیں اور بے بنیاد اتہام گڑھ گڑھ جالیات کے مشائخ تک پہونچاتے ہیں اور سب سے بڑا الزام ان کا یہ ہوتا ہے کہ یہ مقلدین تصوف والوں میں سے ہیں، تعویذ گنڈہ کرتے ہیں اور تصوف اور تعویذ گنڈہ کا جرم ان بھولے بھالے مشائخ کے نزدیک اتنا بڑا جرم ہے کہ جس کے بارے میں یہ شکایت ان کو پہونچے کہ وہ صوفی ہے، وہ تعویذ گنڈوں والا ہے تو فوراً اس کے کفیل کو حکم کرتے ہیں اس سے اپنی کفالت واپس لو، اس کو ملازمت سے نکالو، اس کا خروج لگاؤ یعنی سعودیہ سے باہر کرو، اس طرح ان مفسدوں نے کتنے ہی لوگوں کی زندگی کو عذاب بنادیا ہے اور کتنے لوگوں کی ملازمت ختم کرادی ہے اور کتنے لوگوں کا خروج لگوادیا ہے۔

ہماری ہندوپاک کی مسلم تنظیموں سے گذارش ہے کہ وہ اپنی اپنی جگہوں سے حکومت سعودیہ کے ذمہ داروں کو ان فسادی سلفیوں کے شروفساد سے آگاہ کریں اور سعودی گورنمنٹ کو احتجاجی خط لکھیں اور ان کو بتلائیں کہ ان چند لوگوں کی وجہ سے سعودی گورنمنٹ کی کتنی بدنامی ہورہی ہے، اور برصغیر میں سعودی گورنمنٹ کے خلاف جذبات ابھر رہے ہیں، ہندوستان وپاکستان اور بنگلہ دیش میں سعودی سفارت خانے ہیں ان کو یہ احتجاجی خط لکھیں۔

ہماری مسلسل خاموشی سے ان سلفیوں کے حوصلے بڑھے ہوئے ہیں، ان کے حوصلوں کے پست کرنے اور سعودیہ میں جو لوگ روزی روٹی کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں ان کی مدد کرنے کا یہ وقت ہے، یہ وقت کی اہم ضرورت ہے، انسانی ہمدردی کا تقاضا اور ہماری اسلامی اخوت کا امتحان ہے۔

....

گزشتہ دنوں بریلی میں زبردست فساد ہوا، جیسا کہ ہر فساد میں ہوتا ہے کہ فسادیوں کو کھلی چھوٹ ہوتی ہے کہ وہ جو چاہیں کریں، آگ لگائیں، گولی چلائیں، لوٹ مار کریں اور مسلمانوں کو بے حال کردیں، بریلی میں بھی یہی سب کچھ ہوا، پولیس اور انتظامیہ

کی آنکھ کے سامنے وہ سب کچھ ہوا جو ہر فساد میں ہوتا ہے، اور پولیس مظلوموں کی مدد کیا کرتی وہ ظالموں اور لٹیروں کی پشت پر کھڑی رہی۔

البتہ ہمیں انصاف سے کام لیتے ہوئے یہ سوچنا چاہے کہ وہ چنگاری کس کی طرف سے بھڑکی جس نے شعلہ بن کر مسلمانوں کی کروڑوں کی جائیداد کو راکھ کر کے رکھ دیا، سینکڑوں لوگ بے سہارا ہو گئے اور کتنی معصوم جانیں گئیں اور شہر کا امن وامان تباہ و برباد ہوا، کیا کسی جلوس کا نکالنا بہت بڑا مذہبی فریضہ تھا اور کیا معمول والا جانے کا راستہ چھوڑ کر پرانے راستہ ہی سے جلوس کا لے جانا ہی ضروری تھا اور کیا مولانا توقیر کی جوشیلی تقریر نے مسلمانوں کو تباہ نہیں کرا دیا۔

ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ مسلمان اگر ہوش سے کام لیتے تو اتنا بڑا فساد نہ ہوتا اور مسلمانوں کا جانی و مالی اتنا بڑا نقصان نہ ہوتا، گھر اور خاندان نہ اجڑتے، معصوموں کی جان محفوظ رہتی، مگر جب آدمی کو خود ذمہ داری کا احساس نہ ہو اور جوش وخروش اس کا سرمایہ ایمان ہو تو بے دانشی اور جہالت اس کا مقدر ہو تو ہمیں بریلی فساد سے بھی بڑا فساد دیکھنا پڑے گا اور آج کے برے دن سے برا دن دیکھنا ہوگا۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازیپوری

نبوی ھدایات

(۱)......رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس کے راوی حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی نماز پڑھائے اس لئے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں، کمزور بھی ہوتے اور ضرورت والے بھی ہوتے ہیں۔ (بخاری)

امام کو اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی رعایت ضروری ہے، بعض ائمہ قرأت کو بہت طویل کرتے ہیں اور بعض قرأت اس طرح کرتے ہیں کہ متوسط درجہ سورت بھی طویل ہو جاتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ بسا اوقات لمبی قرأت کا ارادہ کرتے مگر بچوں کی رونے کی آواز سن کر نماز ہلکی کر دیتے تھے، ایک دفعہ حضرت معاذ پر سخت اظہار ناراضگی فرمایا تھا، انھوں نے قرأت اتنی طویل کر دی تھی کہ ایک شخص نے نماز توڑ کر اپنی نماز الگ پڑھ کر مسجد سے نکل گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے حضرت معاذ کو ڈانٹا اور کہا کہ تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو، فجر کی نماز میں قرأت کو ذرا طویل کرے اور بقیہ نماز میں اوسط درجہ کی سورتوں کو پڑھے، مغرب کی نماز میں سورہ لم یکن الذین سے آخر قرآن تک کی سورتوں میں سے کوئی سورہ پڑھے، حاصل یہ ہے کہ نماز کے پابند مصلیوں پر امام کی قرأت گراں نہ ہو۔

(۲)......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو ہر جمعرات کو وعظ کہتے تھے، تو ایک آدمی نے آپ سے کہا کہ اگر آپ روزانہ وعظ کہتے تو اچھا ہوتا، تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں ایسا اس لئے نہیں کرتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو روزانہ وعظ نہیں کہتے تھے بلکہ کبھی کبھی وعظ کہتے تھے اور موقع و مناسب سے وعظ کہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا تھا تا کہ ہم لوگ وعظ ونصیحت سے اکتا نہ جائیں۔ (بخاری)

وعظ اس وقت مؤثر اور دل کو چھونے والا ہوتا ہے جب ذوق وشوق سے اور پوری توجہ سے اس کو سنا جائے، اور یہ ذوق وشوق اس وقت پیدا ہوتا ہے جب وعظ ونصیحت کی مجلس گاہ گاہ اور کبھی کبھی قائم کی جائے، روزانہ وعظ کی مجلس قائم کرنے سے لوگوں میں وہ شوق باقی نہیں رہتا جو وعظ ونصیحت کیلئے ضروری ہے، روز کا وعظ لوگوں میں اکتاہٹ اور بے توجہی کا سبب بنتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لئے حکیم تھے، لوگوں کی نفسیات سے آگاہ تھے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وعظ ونصیحت بھی اس انداز سے کرتے تھے کہ لوگوں کی دلچسپی قائم رہے، اکتاہٹ کے ساتھ وہ آپ کی بات نہ سنیں، اور آپ ہی کا طریقہ صحابہ کرام نے بھی اختیار کیا تھا کہ روزانہ وعظ کہنے کو وہ پسند نہیں کرتے تھے، تاکہ وعظ کا جو مقصد ہے وہ حاصل ہو۔

(۳)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے پہلے سونے کو اور عشاء کی نماز کے بعد بات کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ (بخاری)

عشاء کی نماز سے پہلے سونے میں اندیشہ ہوتا ہے کہ عشاء کی نماز چھوٹ جائے گی، اور عشاء کی نماز کے بعد بات چیت قصہ کہانی میں لگنا یہ اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھا کہ جو تہجد کا عادی ہوتا ہے اس کو تہجد کیلئے اٹھنا دشوار ہوگا اور زیادہ دیر تک جاگنے سے فجر کی نماز فوت ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے، اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء سے پہلے سونے کو اور عشاء بعد قصہ کہانی اور گپ شپ میں وقت گزارنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے، البتہ اگر علم کے مذاکرہ کیلئے جاگے یا علم حاصل کرنے کیلئے جاگے، وعظ ونصیحت کی مجلس اور علماء اور ابرار کی صحبت کی مجلس ہو تو اس میں جاگنا مکروہ اور ناپسندیدہ نہیں ہے، بہت سے اسلاف کرام رات رات بھر یا رات کا اکثر حصہ عبادت میں گذارتے تھے اور حدیث اور اسلامی علوم کی تحصیل کرنے والے طلبہ رات رات بھر جاگ کر کتاب وسنت کا علم حاصل کرتے تھے، البتہ اگر کسی کو یقین ہو کہ عشاء سے پہلے سونے سے جماعت سے نماز جائے گی نہیں اور طبیعت میں نشاط پیدا ہوگا تو وہ عشاء سے پہلے سو سکتا ہے۔

(۴)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے زمانہ میں مسجد نبوی میں ایک حبشی عورت جھاڑو دیا کرتی تھی، اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چندروز نہیں دیکھا تو لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھا، تو آپ کو بتلایا گیا کہ اس کی وفات ہوگئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں نے مجھے اس کی اطلاع کیوں نہیں دی؟ پھر آپ اس کی قبر پر تشریف لائے اور اس پر نماز پڑھی۔ (بخاری)

مسجد کی صفائی ستھرائی کرنا بڑا نیک عمل ہے، عموماً بڑے لوگ جن کے مزاج میں کبر ہوتا ہے اس کام سے بچتے ہیں، اپنے گھروں کی صفائی تو کرنے میں ان کو کوئی عار نہیں ہوتا مگر مسجد میں جھاڑو دینا ان کو گوارا نہیں ہوتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو حبشی عورت مسجد کی صفائی کرتی تھی وہ چونکہ حبشی تھی اور حبشی لوگ لوگوں کی نگاہ میں کم حیثیت ہوتے تھے اس وجہ سے لوگوں نے آپ کو اس جھاڑو دینے والی عورت کے مرنے کو کچھ زیادہ اہمیت نہیں دی، مگر جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر جا کر اس کی نماز جنازہ ادا کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ خود اللہ کے رسول کی نگاہ میں اس عورت کی اور اس کے کام کی کتنی اہمیت تھی، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کیلئے دوسرے مسلمان کو خواہ وہ کسی بھی قوم، قبیلہ اور خاندان کا ہو بے حیثیت سمجھنا اسلام میں جائز نہیں۔

(۵)...... حضرت ابوقتادہ سلمی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کا کوئی جب مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے۔ (بخاری)

اس دو رکعت کو تحیۃ المسجد کہتے ہیں، اس کے پڑھنے کا طریقہ وہی ہے جو رسول اللہ نے فرمایا، یعنی مسجد میں داخل ہو کر کے بیٹھنے سے قبل دو رکعت ادا کرے، بعض لوگ پہلے بیٹھتے ہیں پھر کھڑے ہو کر دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرتے ہیں، یہ خلاف سنت طریقہ ہے۔

البتہ یہ دو رکعت خطبۂ جمعہ کے وقت نہیں ادا کی جائے گی اس لئے کہ جمعہ کا خطبہ سننا واجب ہے اور یہ دو رکعت سنت ہے تو سنت کیلئے واجب کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے کہ جب امام خطبہ کیلئے نکل پڑے (اور خطبہ شروع کردے) تو نماز پڑھنا اور بات چیت کرنا جائز نہیں۔

مولانا داؤد راز اور ان کی تشریح صحیح بخاری

ابوبکر غازیپوری

مولانا داؤد راز جماعت غیر مقلدین کے مشہور عالم ہیں، صحیح بخاری کا انہوں نے آٹھ جلدوں میں اپنی تشریحات کے ساتھ ترجمہ مکمل کیا ہے، ہر جلد سات سو سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے، ہمارے ایک کرم فرمانے ان کی یہ کتاب خرید کر میرے پاس بھیج دی ہے اور ان کا اصرار ہے کہ میں اس پر ایک نظر ڈالوں، اتنے صفحات والی آٹھ جلدوں کا مطالعہ کرنا بڑا مشکل کام تھا، میں نے اپنی عدیم الفرصتی کا عذر کیا مگر ان کا اصرار رہا کہ کم از کم پہلی اور دوسری جلد کو دیکھ لو، انہوں نے فون پر یہ بھی بتلایا کہ مولانا راز نے بری ہوشیاری سے بخاری کے ترجمہ اور تشریح کے نام پر فقہ احناف اور علمائے احناف کے خلاف عوام کو بدظن کرنے کی کوشش کی ہے اس لئے آپ اس کو ضرور دیکھیں۔

غیر مقلدین علماء نے زندگی بھر یہی تو کیا ہے، ان اللہ کے بندوں کی سب سے محبوب روحانی غذا یہی ہے کہ حدیث کا نام لیکر عوام کو راہ مستقیم سے گمراہ کریں، اور دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عوام کے ہاتھوں کا کھلوانا بنادیں، شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰہ والسلام کو بازیچہ اطفال بنادیں اور ہر جاہل ان پڑھ کو بتلائیں کہ دیکھ شریعت علماء مجتہدین اور فقہاء ومحدثین کی جاگیر نہیں ہے کہ اس پر بس انہیں کا قبضہ رہے اس پر ہم سب کا حق ہے اس لئے ہم کیوں کسی کے مقلد اور تابع رہیں، ہم خود اپنے طور پر قرآن وحدیث کو سمجھیں گے۔

مولانا آزاد نے بھی اپنی تشریحات میں اس پر زور دیا ہے، دوسری بات جس پر ان کی توانائی خرچ ہوئی ہے وہ یہ کہ احناف صحیح حدیث کو چھوڑ قیاس ورائے پر عمل کرتے ہیں ان کو حضور سے زیادہ امام ابوحنیفہ سے محبت ہے، امام ابوحنیفہ نے جو کہ دیا وہی حق ہے، قول ابوحنیفہ کے مقابلہ میں وہ حدیث رسول کو دیوار پر ماردیتے ہیں، احناف کے علماء خائن ہیں،

بددیانت ہیں، شریعت کی تحریف کرنے والے ہیں، اہل حدیث کا فرقہ صحابہ کے دور سے چلا آتا ہے، بقیہ مذاہب متبوعہ سب چار سو صدی بعد کے ہیں، سارا فتنہ انہیں چاروں مذاہب سے پھیلا ہے، امت میں افتراق واختلاف کا سب سے بڑا سبب یہی مذاہب اربعہ ہیں اس طرح کی اور وہ ساری باتیں جو جماعت غیر مقلدین کی ہمیشہ سے محبوب غذا رہی ہے انہیں کا مشاہدہ مولانا داؤد کی اس کتاب میں ہورہا ہے، وہ اختلافی مسائل جن کا جواب بارہا احناف کی طرف سے دیا جاچکا ہے، انہیں کو بار بار چھیڑنا اور اپنے مذہب کو کتاب وسنت کے موافق بتلانا اور مذاہب اربعہ کو اور خاص طور پر فقہ حنفی کے مسائل کو کتاب وسنت کے خلاف بتلانا مولانا راز نے یہ کام نہایت سلیقہ سے انجام دیا ہے، احناف کے بارے میں جگہ جگہ لکھا ہے کہ یہ لوگ بڑے متعصب ہوتے ہیں ان کو خائن، بددیانت سبھی کچھ کہہ ڈالا ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ ہمارے کرم فرما محترم کا جب اصرار ہے تو اس کتاب کی پہلی جلد کی چند باتوں سے زمزم کے قارئین کو بھی لطف اٹھانے کا موقع فراہم کردوں۔

مولانا راز کی دیانت اور عدم تعصب کا پہلا نمونہ

آپ بخاری شریف کھولیں اس کی پہلی حدیث جس میں نیت کا بیان ہے اس کو حضرت امام بخاری نے اس طرح سے نقل کیا ہے:

انما الأعمال بالنیات وانما لکل امرأ مانوی فمن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا. الخ

اس پہلی ہی حدیث میں امام بخاری کو سہو ہوا اور انہوں نے حدیث کا ایک پورا ٹکڑا چھوڑ دیا، اور وہ ٹکڑا یہ ہے:

وانما لکل امرأ مانوی کے بعد **فمن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ.**

اب اگر مولانا راز میں بخاری کیلئے تعصب نہ ہوتا اور انہوں نے دیانت سے کام لیا ہوتا تو ان کو اپنی تشریح میں بتلانا چاہئے تھا کہ امام بخاری سے یہاں سہو ہوا ہے اور پوری حدیث ان سے نقل نہ ہوسکی ہے، مگر راز صاحب بالکل خاموشی سے یہاں سے گزر گئے

اورامام بخاری کی اس بھول کی طرف اشارہ تک نہیں کیا، اگر یہ بات حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے صادر ہوئی ہوتی تو غیر مقلدین آسمان پر سر اٹھا لیتے اوران کے ضعف حافظہ اور حدیث میں بے بصیرتی کی اتنی قوالیاں گاتے کہ **الامان والحفیظ.**

محدث خطابی فرماتے ہیں کہ تمام نسخوں میں یہ حدیث اسی طرح سے ناقص اور ادھوری نقل ہوئی ہے،اور پھر فرماتے ہیں کہ "**ولست ادری کیف وقع هذا الاغفال**" مجھے نہیں معلوم کہ امام بخاری سے ایسی غلفت کیسے واقع ہوئی۔(فتح الباری ج ۱ ص ۱۵)

کوئی یہ نہ کہے کہ ہوسکتا ہے کہ امام بخاری نے اپنے شیخ حمیدی سے ایسا ہی یعنی ناقص ہی سنا ہو اس لئے کہ حمیدی سے جس نے بھی اس کو روایت کیا ہے اس نے پوری حدیث نقل کی ہے اسی لئے ابن عربی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ناقص نقل کرنے میں امام بخاری کا کوی عذر مسموع نہیں ہے،ان کے الفاظ یہ ہیں "**لاعذری للبخاری فی اسقاطه**" حدیث کے اس ٹکڑے کو ساقط کرنے کیلئے بخاری کے پاس کوئی عذر نہیں ہے۔

ہمیں امام بخاری سے زیادہ مولانا راز پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ ایک طرف اپنے غیر متعصب اوراندھے مقلد نہ ہونے کا راگ الاپتے ہیں اوردوسری طرف ان کی اندھی عقیدت اور بخاری کی اندھی تقلید کا حال یہ ہے کہ وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شروع ہی میں کتاب کی اس بھیانک غلطی یا بھول پر کچھ بولتے نہیں، کانوں میں انگلیاں ڈالے ہوئے ہیں۔

راز صاحب کو اپنی تشریح میں یہ بھی واضح کرنا چاہئے تھا کہ امام بخاری تو باب باندھتے ہیں، بدء الوحی کا یعنی وحی کی ابتداء کس طرح ہوئی اس کو بتلانا چاہتے ہیں، اوراس باب کے تحت بالکل غیر متعلق حدیث **انما الأعمال** کوذکر کرتے ہیں، آپ جوامام بخاری کو فقیہوں کا فقیہہ، عالموں کا عالم اور محدثوں کا محدث سمجھتے ہیں کیوں نہیں بتلاتے کہ اس حدیث کا باب سے کوئی تعلق نہیں ہے، چنانچہ میں ہی نہیں پہلے بھی لوگوں نے بخاری پر یہ اعتراض کیا ہے،ابن حجر فرماتے ہیں کہ:

وقد اعترض علی المصنف فی ادخاله حدیث الأعمال هذافی توجمة بدء الوحی.

یعنی مصنف امام بخاری پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث انما الأعمال کو بدء الوحی کے باب کے تحت بلا کسی ادنی مناسبت کے امام بخاری کیوں لائے ہیں، اور پھر اسی فتح الباری میں ہے کہ لوگوں نے اس کا جو جواب دیا ہے سب میں تکلف ہے: "وقد تکلفت مناسبته للترجمة" یعنی اس حدیث کو باب سے مناسبت قائم کرنے کیلئے تکلف سے کام لیا گیا ہے۔

گویا حضرت امام بخاری سے یہاں بہت سے محدثین کے مطابق دو غلطیاں ہوئیں ایک تو انہوں نے حدیث کو ناقص ذکر کیا اور دوسری یہ کہ بدء الوحی کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا جس کی بظاہر کوئی صاف ستھری وجہ نہیں ہے۔

مولانا راز نے ان دونوں باتوں پر پردہ ڈالا ہے، اور حدیث کو باب سے متعلق بتلانے کیلئے جو کچھ بھی کہا ہے سب افسانہ ہے اور ان کے ذہن کا تراشیدہ ہے، اگر احادیث کی باب سے اسی طرح مناسبت ظاہر کی جانے لگے تو آدمی گوریا کو باز بھی بنا سکتا ہے۔

مولانا داؤد راز کی امانت و دیانت کی ایک اور مثال

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے، باب الاذان بعد الفجر یعنی طلوع فجر کے بعد اذان دینے کا بیان اور اس باب کے تحت یہ حدیث ذکر کی ہے:

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا اعتکف المؤذن للصبح وبدا الصبح صلی رکعتین خفیفتین قبل ان تقام الصلاة.

اس حدیث کا ترجمہ مولانا راز کرتے ہیں:

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب مؤذن صبح کی اذان صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد دے چکا ہوتا تو آپ اذان اور تکبیر کے بیچ نماز قائم ہونے سے پہلے دو ہلکی سی رکعتیں پڑھتے۔"

(ج:۱ص۵۹۶)

راز صاحب نے اذا اعتکف کا ترجمہ کیا ہے، جب مؤذن اذان دے چکا ہوتا، کوئی ان سے پوچھے کہ اعتکف کا ترجمہ اذان دینا کس لغت میں ہے، اگر انہوں نے

دیانت داری سے ترجمہ کیا ہے تو یہ ان کی انتہائی درجہ جہالت ہے کہ انہوں نے اعتکف کا ترجمہ اذان دینا سمجھا ہے، مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کی جہالت نہیں بلکہ بے ایمانی ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کیلئے انتہائی درجہ کا تعصب ہے، اور امام بخاری کی غلطی پر پردہ ڈالنا ہے، بات یہ ہے کہ امام بخاری سے اس حدیث کے نقل کرنے میں بھیانک غلطی ہوگئی ہے، اور امام صاحب کو اس پر تنبہ نہیں ہوا۔ اعتکف کا لفظ حدیث میں ہے ہی نہیں، اصل لفظ یہ ہے اذا سکت المؤذن ۔اب امام بخاری سے سکت کی جگہ حافظہ کی خیانت کی وجہ سے اعتکف نکل گیا ہے، اور ان کے شاگردوں نے امام بخاری کی انتہائی محبت میں اس غلط لفظ کو حدیث کا جز بنا دیا اور بخاری سے جیسا سنا ویسا ہی روایت کر دیا۔ اور مولانا راز نے بھی یہی حرکت کی ہے کہ اپنی تشریح میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس بھیانک غلطی کی طرف ذرا بھی اشارہ نہیں کیا، تا کہ امام بخاری کے حافظہ کا بھرم قائم رہے۔

اب سنئے کہ حافظ ابن حجر کیا کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

هكذا وقع عند جمهور رواة البخاری وفيه نظر.

یعنی بخاری کے تمام راویوں نے حدیث کو اسی طرح یعنی اعتکف کے لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے حالانکہ اس میں اشکال ہے، اور وہ اشکال کیا ہے، تو حافظ فرماتے ہیں:

یہ حدیث مؤطا میں ہے اور مؤطا کی سب راویوں نے اعتکف کے بجائے سکت کا لفظ روایت کیا ہے۔ مسلم شریف میں بھی یہ روایت ہے مگر امام مسلم نے اس کو صحیح لفظ سے ذکر کیا ہے، اور پھر حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

والحق ان لفظ "اعتكف" محرف من لفظ "سكت" یعنی حق بات یہ ہے کہ اعتکف کا لفظ سکت سے محرف ہے۔

حافظ ابن حجر چونکہ محقق ہیں، اس لئے امام بخاری سے انتہائی عقیدت ومحبت رکھنے کے باوجود انہوں نے امام بخاری کو پکڑا اور جو حق بات تھی اس کو ظاہر کرنے میں بخاری کی عقیدت ومحبت حائل نہیں ہوئی اور یہ حدیث حدیث کا دم بھرنے والے امام بخاری کی اس شدید غلطی سے آنکھ مونڈے ہوئے ہیں اور حدیث میں غلط لفظ آجانے پر کسی کو متنبہ بھی نہیں کرتے۔

مولانا راز کی علمی خیانت و بددیانتی کی ایک اور مثال

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتے کا جھوٹا پاک ہے اور اپنے اس مذہب کو امام بخاری نے باب الماء الذی یغتسل بہ شعر الانسان میں ظاہر کیا ہے، فرماتے ہیں کہ "وسور الکلاب" اس لفظ کے بارے میں حافظ فرماتے ہیں کہ اصل عبارت یوں ہے ای باب سور الکلاب یعنی اس بات کا بیان کہ کس پانی سے انسان کا بال دھویا جائے اور کتے کے جھوٹے کا بیان یعنی اس کا کیا حکم ہے۔ پھر حافظ فرماتے ہیں: والظاھر من تصرف المصنف انہ یقول بطھارتہ یعنی مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے اس عبارت میں اس تصرف سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک کتے کا جھوٹا پاک ہے۔

مگر کتے کے لعاب اور اس کے جھوٹے کو پاک کہنا اور اس کو امام بخاری کا مذہب بتلانا اور اس کے ضمن یہ بھی بتلانا کہ یہی مذہب ہم اہلحدیثوں کا بھی ہے، راز صاحب پر بڑا گراں تھا اور عوام کے بھڑک جانے کا اندیشہ تھا اس وجہ سے راز صاحب نے کتے کا ذکر ہی گول کر دیا، اور اپنی تشریح میں صرف یہ لکھا "سید المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس حدیث سے انسان کے بالوں کی پاکی اور طہارت بیان کرنا مقصود ہے"۔ یعنی راز صاحب ایسے معصومانہ انداز سے یہاں گزر گئے کہ گویا امام بخاری نے اپنے اس باب میں نہ کتے کا ذکر کیا ہے اور نہ ان کے جھوٹے اور لعاب کی پاکی کو بیان کیا ہے، جی ہاں یہ ہیں ما اہلحدیثم دغارانہ شناسیم کی قوالی گانے والوں کا طور۔

ہم نے اب تک مولانا داؤد راز کی بددیانتی اور ان کے انتہائی متعصب ہونے کی تین مثالیں دی ہیں اور اس قسط کے آخر میں ان کی جہالت اور بے انتہا قابلیت کی بھی ایک مثال ملاحظہ فرمالیں، پھر بقیہ تبصرہ دوسری قسطوں میں۔

داؤد راز کی جہالت کا ایک نمونہ

قصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے زمانہ میں حضرت عائشہؓ سے فرمایا تھا کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کی امامت کریں۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت حفصہ

سے کہا کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ ابوبکر نرم دل آدمی ہیں آپ کی جگہ پر کھڑے ہو کر اپنے اوپر قابو نہیں رکھ سکیں گے اس لئے امامت کیلئے حضرت عمر سے کہیں، چونکہ یہ بات حضرت عائشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ پہلے کہہ چکی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس بات کی طرف توجہ نہیں فرمائی تھی اس وجہ سے اب انہوں نے حضرت حفصہ سے کہلوایا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت حفصہ نے یہ گذارش کی تو آپ ناراض ہوئے اور فرمایا! تم لوگ یوسف والی زلیخا کی طرح کی عورتیں ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یہ تھے: انکن لا نتن صواحب یوسف (ج۱:ص۶۳۳)

اس لفظ کے بارے میں اور صواحب یوسف کی تشریح میں داؤد راز صاحب فرماتے ہیں ''حدیث میں صواحب یوسف کا لفظ آیا ہے. صواحب صاحبۃ کی جمع ہے، یہاں مراد صرف زلیخا سے ہے، اس طرح حدیث میں انتم ضمیر جمع کیلئے استعمال ہوتی ہے لیکن یہاں بھی صرف ایک ذات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد ہے۔

یہ پوری تشریح مولانا راز نے تفہیم البخاری سے لی ہے اور جو غلطی صاحب تفہیم سے ہوئی ہے وہی غلطی راز صاحب نے کی ہے۔

کوئی راز صاحب سے پوچھے کہ اس حدیث میں انتم کی ضمیر کہاں استعمال ہوئی ہے؟ حدیث میں تو صاف صاف انکن لانتن ہے یہ جمع مؤنث حاضر کی ضمیر ہے، اور جب حدیث پاک میں حضرت حفصہ کا بھی ذکر ہے تو صرف یہاں حضرت عائشہ ہی کیوں مراد ہوں گی، جب کہ صواحب کا لفظ بھی موجود ہے جو ایک سے زائد پر بولا جاتا ہے۔

ابھی آپ نے دیکھا کہ صواحب یوسف سے مراد راز صاحب نے صرف زلیخا لیا ہے، اور صفحہ ۶۵۸ پر فرماتے ہیں: صواحب یوسف کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے زلیخا اور اس کی ساتھ والی عورتیں مراد ہیں۔

صواحب کی پہلی تفسیر کچھ اور دوسری کچھ، اس طرح کی الجھی الجھی باتوں سے راز صاحب بخاری کی احادیث کی تشریح کر رہے ہیں۔ فواعجبا۔

داؤد راز اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

داؤد راز نے اپنی کتاب کے شروع میں ایک طویل مقدمہ بھی شامل کیا ہے، اس مقدمہ میں انھوں نے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی اور ان کے حافظہ اور ان کی علمی داستان بھی تحریر فرمائی ہے۔ مگر دلچسپ بات یہ ہے کہ امام بخاری کے حالات کا بیان بھی انہوں نے مقلدانہ نہیں غیر مقلدانہ انداز میں تحریر فرمایا ہے، اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو، راز صاحب فرماتے ہیں:

> ''آخر رات میں تیرہ رکعتوں کا آپ ہمیشہ سفر و حضر میں معمول رکھتے تھے، اسوۂ حسنہ کی پیروی میں تہجد کی نماز کبھی ترک نہ فرماتے، رمضان شریف میں نماز تراویح سے فارغ ہوکر نصف شب سے لیکر سحر تک خلوت میں تلاوت قرآن پاک فرماتے اور ہر تیسرے دن ایک قرآن ختم کردیتے'' (ص ۳۰)

آپ دیکھ رہے ہیں کہ راز صاحب فرماتے ہیں کہ امام بخاری ہر تیسرے روز قرآن ختم کرتے تھے، چونکہ غیر مقلدین کے نزدیک تین دن سے کم میں قرآن ختم کرنا جائز نہیں ہے اس وجہ سے راز صاحب نے اپنی بات کو قرآن تین روز میں ختم کرنے پر ختم کردیا کہ وہ لوگوں کو بتلائیں کہ دیکھو یہی سنت ہے، اور تین دن میں قرآن ختم کرنا اسوۂ حسنہ ہے اور یہی امام بخاری کا رمضان میں معمول تھا، مگر ناظرین یہ جان کر حیران ہوں گے کہ راز صاحب نے یہاں زبردست ڈنڈی ماری ہے، اس لئے کہ جہاں سے راز صاحب نے امام بخاری کا رمضان والا یہ عمل نقل کیا ہے وہیں پر اس کے بعد ہی یہ بھی ہے:

" وكان يختم بالنهار في كل يوم ختمة " (مقدمہ فتح الباری ص ۴۸۱)

یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ رمضان کے مہینہ میں ہر روز ایک ختم دن میں کیا کرتے تھے۔

داؤد راز نے امام بخاری کا رمضان کے زمانہ کا یہ معمول چھپالیا کہ وہ روزانہ دن میں ایک ختم قرآن کرتے تھے، کیوں چھپایا، اس لئے کہ بات وہی ہے جو عرض کرچکا ہوں

کہ غیر مقلدین کے نزدیک تین دن سے کم میں قرآن کا ختم کرنا خلاف سنت ہے، اور امام بخاری رمضان کے مبارک مہینہ میں یہی خلاف سنت والا عمل مسلسل روز کیا کرتے تھے، اس لئے داؤدراز صاحب نے یہاں زبردست ڈنڈی ماردی۔

غیر مقلدین کے مذہب کے اعتبار سے امام بخاریؒ بارہ رکعت تراویح پڑھتے تھے

عام وخاص سب کو معلوم ہے کہ غیر مقلدین کے مذہب میں تراویح آٹھ رکعت ہے، اور یہی قعدۂ ان کے نزدیک ثابت ہے اور یہی سنت ہے، مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تراویح میں ان کے مذہب کے مطابق بارہ رکعت پڑھتے تھے اور ایک رکعت وتر اس طرح پوری تیرہ رکعت، وہ تراویح پڑھا کرتے تھے، (ص۲) وکان یصلی فی وقت السحر ثلث عشرۃ رکعۃ ویوتر منھا بواحدۃ (ص۴۸۱ مقدمہ) یعنی امام بخاری تہجد کی نماز تیرہ رکعت پڑھتے تھے جس میں ایک رکعت وتر ہوا کرتی تھی، اور چونکہ غیر مقلدین کے یہاں رمضان میں تراویح کی وہی نماز ہے جو عام دنوں میں تہجد کہلاتی ہے، اس وجہ سے امام بخاری کے عمل سے معلوم ہوا کہ تراویح کی اصل سنت بارہ رکعت تراویح ہے، اب غیر مقلدین بتلائیں کہ امام المحدثین کی بارہ رکعت والی تراویح یہ سنت ہے یا غیر مقلدین کی مسجدوں میں پڑھی جانے والی آٹھ رکعت تراویح سنت ہے۔

غیر مقلدین کی تراویح میں اور امام بخاری کی تراویح میں ایک اور فرق

غیر مقلدین کے نزدیک تراویح وہ نماز کہلاتی ہے جو رمضان میں عشاء کی نماز کے بعد باجماعت متصلاً پڑھی جائے، اور تراویح کے بعد ان کے نزدیک تہجد پڑھنا نہیں ہے، چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی ''صلاۃ الرسول'' نامی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

''رمضان شریف میں روزہ کے سبب چونکہ طبائع ضعیف اور مضمحل ہو جاتی ہیں اور افطار اور سحری کے بعد سونے اور پھر آدھی رات گئے بیدار ہو کر تہجد کیلئے طویل قیام کرنا بہت مشکل ہے اس لئے نبی رحمتؐ نے رات کی نماز (تہجد) کو

رمضان شریف میں عشاء کے ساتھ پڑھ کر لوگوں کیلئے سہولت اور آسانی پیدا کردی تا کہ وہ تراویح کے بعد پوری طرح آرام کی نیند سولیں اور پھر صبح صادق سے کچھ پہلے اٹھ کر سحری کھا کر روزے کیلئے تازہ دم ہو جائیں"

اس پورے دلچسپ اور نہایت مفکرانہ بیان سے یہ معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کے مذہب میں رمضان کے زمانہ میں تہجد کی نماز نہیں ہے بلکہ اس کو عشاء کی نماز پڑھ کر تراویح کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اور ابھی آپ نے ملاحظہ کیا کہ امام المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ رمضان میں سحر کے وقت تیرہ رکعت تہجد پڑھا کرتے تھے، اور تراویح کی نماز وہ عشاء کے بعد پڑھا کرتے تھے اس میں وہ ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے تھے اور پورے ماہ میں تراویح میں صرف ایک ختم قرآن کرتے تھے، اور تہجد کی نماز میں وہ روزانہ دس پارہ پڑھتے تھے اور ہر تین روز میں ایک ختم قرآن کرتے تھے اور رمضان میں روزانہ دن میں ایک ختم کرتے تھے، اس طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ رمضان شریف میں اکتالیس یا چالیس ختم قرآن کیا کرتے تھے، تیس یا انتیس ختم دن میں، ایک ختم تراویح میں اور دس ختم تہجد کی نماز میں، ہر تین دن میں ایک ختم۔ اب اس تفصیل کو حافظ ابن حجر کی عبارت میں سنئے۔

حافظ صاحب مقدمہ فرماتے ہیں:

اذا كان اول ليلة من شهر رمضان يجتمع اليه اصحابه فيصلى بهم ويقرأفى كل ركعة عشرين آية وكذلك الى ان يختم القرآن وكان يقرأ فى السحر مابين النصف الى الثلث من القرآن فيختم عندالسحر فى كل ثلاث ليال وكان يختم بالنهار فى كل يوم ختمة ويكون ختمة عندالافطار فى كل ليلة ويقول عند كل ختمة دعوة مستجابة. (مقدمہ ص ۴۸۱)

یعنی جب رمضان کی پہلی رات ہوا کرتی تھی تو امام بخاری کے پاس ان کے شاگرد جمع ہو جاتے، امام بخاری ان کو تراویح کی نماز پڑھاتے اور ہر رکعت میں بیس آیتیں

پڑھتے اوراس طرح پورے رمضان میں تراویح کی نماز میں ایک ختم کرتے، اور قرآن کا آدھا پارہ سے تین پاؤ تک سحر کے وقت پڑھتے (یعنی تہجد میں) اور ہر تین رات میں ایک قرآن ختم کرتے، اور دن میں روزانہ ایک ختم کرتے، اور آپ کا دن والا ختم افطار کے وقت سورج غروب ہونے کے بعد ہوتا اور پھر آپ دعا فرماتے اور فرماتے کہ قرآن کے ہر ختم کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔

راز صاحب نے ان تمام باتوں کو چھپایا اس لئے کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ:

ا......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روزانہ ایک ختم قرآن کرنے کو خلاف سنت نہیں سمجھتے تھے۔

۲...... اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رمضان میں تہجد اور تراویح دونوں پڑھتے تھے اور غیر مقلدین کے نزدیک رمضان میں تہجد پڑھنا خلاف سنت عمل ہے۔

۳......اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری تہجد میں تیرہ رکعت پڑھتے تھے تو اگر تراویح کو غیر مقلدین کے زعم کے مطابق عام دنوں والا تہجد سمجھا جائے تو تراویح کی رکعت ایک وتر کے ساتھ تیرہ ہوگی (اس لئے کہ امام بخاری وتر ایک ہی رکعت پڑھتے تھے) یعنی بارہ رکعت تراویح اور ایک رکعت وتر، جب کہ غیر مقلدین کے نزدیک تراویح آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھنا خلاف سنت عمل ہے۔

۴......اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کے زمانہ میں رات کا بیشتر حصہ جاگ کر اور تہجد کی نماز میں گزارتے تھے جب کہ غیر مقلدین کے مذہب میں تراویح کے بعد آنکھیں بند کر کے آرام کی نیند پوری رات سونا مسنون ہے، جاگ کر کے عبادت میں مشغول ہونے سے بالکل بچنا چاہئے۔

۵......اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری تراویح کی نماز کتنی پڑھتے تھے اس پر پردہ پڑا ہے جب کہ غیر مقلدین کے نزدیک تراویح کی رکعتوں پر کوئی پردہ نہیں ہے۔

۶......اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کی کثرت بدعت نہیں ہے جب کہ غیر مقلدین کے نزدیک عبادت کی کثرت اور مشقت بدعت ہے۔

۷......اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کی راتوں کا محدثین اور امام المحدثین رحمۃ اللہ علیہ بیشتر حصہ جاگ کر گزارا کرتے تھے جب کہ غیر مقلدین کے نزدیک رمضان کی راتیں جاگنے کی نہیں سونے کی ہیں۔

۸......اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام المحدثین رحمۃ اللہ علیہ تہجد کی نماز میں وتر ایک رکعت پڑھتے تھے جب کہ غیر مقلدین وتر کی نماز کبھی ایک پڑھتے ہیں کبھی تین پڑھتے ہیں اور کبھی بالکل ہی اڑا دیا کرتے ہیں،

۹......اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک جو چیز عین عبادت ہوتی ہے غیر مقلدین کے نزدیک وہ چیز بدعت ہوتی ہے۔

۱۰......اور یہ معلوم ہوتا ہے، ہاں یہ معلوم ہوتا ہے، جی ہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلدین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیکر اور ان کی کتاب بخاری شریف کا نام لیکر عوام کو بے وقوف بناتے ہین، نہ غیر مقلدین کو بخاری سے محبت ہے نہ ان کی کتاب سے محبت ہے، نہ وہ بخاری کے طریق پر ہیں اور نہ بخاری ان کے طریق پر ہیں، دونوں کی راہ جدا ہے، دونوں کا مذہب جدا ہے۔

۱۱......اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بخاری شریف میں جتنی احادیث ہیں خود امام بخاری کا ان تمام حدیثوں پر عمل نہیں تھا، ورنہ تہجد کی آٹھ رکعت بھی بخاری شریف ہی کی روایت سے ثابت ہے، بخاری تہجد کی نماز آٹھ نہیں بارہ پڑھتے تھے۔

۱۲......اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مولانا راز صاحب بخاری کی تشریحات میں دیانت وامانت سے کام نہیں لیتے، بہت سی باتوں کو چھپا جاتے ہیں۔

راز صاحب کا ایک بے بنیاد دعویٰ

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ بلا شبہ بے نظیر تھا، اس طرح کے بے نظیر حافظہ والے اس زمانہ میں محدثین کی ایک بہت بڑی جماعت حضرت امام بخاری کے علاوہ کی بھی تھی، مگر اس بے نظیر حافظہ کے باوجود ان سے بھی بھول چوک ہوا کرتی تھی، خود امام بخاری کی بھول چوک کی ایک نہیں کئی مثالیں بخاری شریف میں ہیں، دو ایک کا بیان تو ہم

نے اس مضمون کی میں کر بھی دیا ہے، اوران شاء اللہ کچھ کی طرف اشارہ اپنے موقع پر مزید ہوگا، بعض لوگوں نے تو حضرت امام بخاری کی اخطاء پر مستقل کتابیں لکھی ہیں اس لئے راز صاحب نے امام بخاری کی قوت حافظہ کے بارے میں جو مبالغہ آمیز تصویر کھینچی ہے وہ نا قابل التفات ہےاور ایک بے بنیاد دعویٰ ہے۔

ایک من گڑھت قصہ

راز صاحب امام بخاری کی قوت حفظ کے سلسلہ میں مقدمہ فتح کے حوالہ سے لکھا ہے:

”علامہ بیکندی علیہ الرحمۃ جوایک مشہور محدث بخاری ہیں فرمایا کرتے تھے کہ میرے حلقہ درس میں جب بھی محمد بھی اسماعیل آجاتے ہیں مجھ پر عالم تحیر طاری ہو جاتا ہےایک دن علامہ کی خدمت میں ایک بزرگ سلیم بن مجاہد حاضر ہوے آپ نے ان سے فرمایا اگر تم ذرا پہلے آجاتے تو ایک ایسا ہونہار جوان دیکھتے جسے ستر ہزار حدیثیں حفظ ہیں، سلیم بن مجاہد یہ سن کر حیرت زدہ رہ گئے“۔ (ص ۲۷)

راز صاحب نے یہ قصہ مقدمہ فتح الباری کے حوالہ سے لکھا ہے، مقدمہ فتح الباری آپ پڑھ جائیں اس افسانہ کا مقدمہ میں کہیں ذکر نہیں ہے، اگر کسی صاحب کو میرا یہ کہنا غلط معلوم ہوتا ہوتو مقدمہ فتح الباری سے اصل عبارت کے ساتھ اس قصہ کو ذکر کر کے بتلائیں کہ راز صاحب نے پر کی اڑائی ہے بے پر کی نہیں۔

داؤد راز صاحب نے پھر ڈنڈی ماری

راز صاحب امام بخاری کے سفر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ امام بخاری فرمایا کرتے تھے کہ میں شمار نہیں کرسکتا کہ کوفہ اور بغداد میں محدثین کے ہمراہ کتنی مرتبہ داخل ہوا ہوں ۔ (ص ۲۷)

اس پر داؤد صاحب فرماتے ہیں، بغداد چونکہ عباسی حکومت کا پایۂ تخت رہا ہے

اس لئے وہ علوم وفنون کا مرکز بن گیا، بڑے بڑے اکابر عصر بغداد میں جمع تھے اس لئے امام رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد کا بار بار سفر کیا۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ امام بخاری نے بغداد کے ساتھ ساتھ کوفہ کا بھی ذکر کیا ہے بلکہ کوفہ کا پہلے ذکر کیا ہے اور بغداد کا بعد میں، مگر اہل حدیث راز صاحب بغداد کے بارے میں تو یہ فرماتے ہیں کہ بغداد علوم وفنون کا مرکز تھا اور اکابر عصر وہاں جمع تھے اس لئے امام بخاری نے بغداد کا بار بار سفر کیا، مگر کوفہ کے بارے میں انہوں نے کوئی تبصرہ نہیں کیا، اس کا ذکر بھی زبان پر لانا گوارا نہیں کیا کہ امام بخاری نے کوفہ کا جماعت محدثین کے ساتھ کیوں بار بار سفر کیا تھا اتنی بار کہ وہ شمار کرنے سے بھی قاصر رہے۔

چونکہ کوفہ کے نام سے غیر مقلدوں کو چڑ ہے، اس لئے کہ وہاں حضرت امام اعظم پیدا ہوئے تھے اور امام اعظم کی جائے پیدائش کو علوم کا مرکز اور اکابر کا مرکز تسلیم کرنا غیر مقلدوں کیلئے لوہے کا چنا چبانا ہے، کوفہ کا نام آتے ہین ان کی زبان کڑوی ہو جاتی ہے، بہر حال حضرت امام بخاری کے اس بیان سے غیر مقلدین کے نہ چاہنے کے باوجود یہ حقیقت تو کھل ہی گئی کہ کوفہ شہر امام بخاری کے وقت میں بھی علوم اسلامیہ کا سب سے بڑا مرکز تھا، جہاں امام بخاری جیسا دنیا بھر کا سفر کرنے والا محدث سفر حدیث کیلئے بلا شمار مرتبہ گیا، اس سے اندازہ لگتا ہے کہ کوفہ حدیث کا اور اکابر کا اہل حدیث کا کتنا بڑا مرکز تھا، اور اس شہر میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے اور پلے بڑھے، علم فقہ وحدیث یہیں حاصل کیا، تابعین سے حدیثیں روایت کیں، ان کا حدیث میں کتنا اونچا مقام ہوگا، امام بخاری کی وہ احادیث جو ثلاثیات کہلاتی ہیں جو امام بخاری کیلئے باعث فخر ہیں ان میں سے سولہ احادیث امام ابوحنیفہ کے شاگردوں سے امام بخاری نے روایت کی ہیں، مگر وہ غیر مقلد ہی نہیں جو امام اعظم کے بارے میں یہ اعلان نہ کرتا پھرے کہ امام ابوحنیفہ حدیث میں کم پونجی والے تھے ان کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں، امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کے شاگردوں سے حدیث روایت کر کے تین لاکھ حدیثوں والے امیر المؤمنین فی الحدیث بن جائیں، اور امام ابوحنیفہ قلیل البضاعۃ فی الحدیث ہی رہیں۔

یہ کوئی محبوب عمل نہیں ہے

بہت سے لوگوں کی طرح راز صاحب نے بھی امام بخاری کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"امام بخاری خود فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی حدیث اس کتاب میں اس وقت تک داخل نہیں کی جب تک غسل کر کے دو رکعت نماز ادا نہ کر لی ہو"

ہر حدیث کیلئے غسل کرنا یہ کون ایسا کام ہے کہ جس کو تعریف کے زمرہ میں شمار کیا جائے، پانی کا اسراف اور بلا وجہ غسل کرنا ہے، ہمیں تو اس حکایت میں ہمیشہ شبہ رہا ہے، بہر حال اگر یہی بات امام ابو حنیفہ کیلئے ہوتی تو ہر غیر مقلد اور خود راز صاحب اس کو محال سمجھتے اور امام ابو حنیفہ کیلئے یہ بات اندھی عقیدت بن جاتی، مگر امام بخاری کیلئے یہ عمل ان کی خوبیوں میں شمار کیا جا رہا ہے، راز صاحب کی گنتی کے مطابق بخاری شریف میں مکررات سمیت سات ہزار دو سو پچھتر احادیث ہیں، تو امام بخاری نے صرف بخاری شریف لکھنے کیلئے سات ہزار دو سو پچھتر مرتبہ بلا کسی عذر شرعی کے غسل کیا، کیا اس کا نام سنت پر عمل ہے، نوافل پڑھنا تو ثواب کا کام ہے اس لئے اگر آدمی ایک دن میں نوافل کی سینکڑوں رکعت پڑھے اس کے ثواب میں زیادتی ہوگی اور وہ اللہ سے قریب تر ہو جائے گا، مگر غسل کرنا یہ کون سی عبادت ہے اور وہ بھی بلا موجب کے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو بسا اوقات اپنی ساری ازواج کے پاس الگ الگ ایک ہی شب میں تشریف لے جاتے اور سب کا غسل ایک ہی مرتبہ فرماتے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پاک بھی ذہن میں رہے کہ اگر نہر کے کنارے بھی رہو تو وضو میں اسراف نہ ہو، پانی کا بلا وجہ خرچ کرنا یہ اسراف ہے۔

غیر مقلدین، شیخ البانی کے بارے میں فیصلہ فرمائیں

راز صاحب حضرت شاہ ولی اللہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ جو شخص بخاری و مسلم کی توہین و تخفیف کرتا ہے وہ بدعتی ہے، اور اس نے وہ راستہ اختیار کیا ہے جو ایمان والوں سے علیحدہ راستہ ہے (جس کا نتیجہ دوزخ ہے) ص ۳۶

خدا کا شکر ہے کہ کوئی مقلد نہ بخاری کی تخفیف کرتا ہے اور نہ مسلم کی، دونوں کتابوں کو ہم نے سینہ سے لگا رکھا ہے، اور امام بخاری اور امام مسلم ہمارے سروں کا تاج ہیں، البتہ خلاف واقعہ بات اور مبالغہ آرائیاں ہمیں کسی کے بارے میں پسند نہیں ہیں۔

البتہ غیر مقلدین اپنے علامہ محقق دوراں البانی کے بارے میں بتلائیں جنہوں نے بخاری کی احادیث کو بھی ضعیف بتلایا ہے اور مسلم شریف کی پچاسوں روایتوں کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس پر ان کی ایک مستقل تصنیف ہے، یہ علامہ دوراں صاحب بدعتی تھے کہ سنی مومنین کے راستہ پر تھے یا کسی اور کے راستہ پر، دوزخی تھے کہ جنتی، مولانا راز صاحب کی اس بات کی روشنی میں البانی کے بارے میں فیصلہ کر کے غیر مقلدین اعلان حق کریں۔

دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

(جاری)

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازیپوری

صلوٰۃ وسلام کا طریقہ اور اس کے احکام

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں یہ حدیث آئی ہے کہ جب آیت ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی . یاایھاالذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما.[1] نازل ہوئی تو ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آیت میں دو چیزوں کا حکم ہے۔ صلوٰۃ اور سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا ہے، (یعنی تشہد میں السلام علیک ایھاالنبی) صلوٰۃ کا طریقہ بھی ہمیں بتلا دیجئے تو آپ نے فرمایا یہ الفاظ کہا کرو۔

اللھم صلِّ علی محمدو علیٰ آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید. اللھم بارک علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کمابارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید.

صلوٰۃ وسلام کا یہ طریقہ آنحضور صلی اللہ کا بتلایا ہوا ہے، مگر صلوٰۃ وسلام کے لئے یہی الفاظ متعین نہیں ہیں، جن الفاظ سے بھی آپ پر صلوٰہ وسلام پیش کیا جائے گا، آیت کریمہ میں جو حکم ہے اس کی تعمیل ہوگی۔

البتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صلوٰۃ وسلام کے جو الفاظ منقول ہوں گے ان الفاظ کے ذریعہ صلوٰۃ وسلام بھیجنا زیادہ باعث برکت ہے۔

مسئلہ: قعدۂ نماز میں تو قیامت تک انہیں الفاظ وکلمات کے ذریعہ صلوٰۃ وسلام پیش کیا جائے گا جس طرح اوپر منقول ہوئے ہیں اور خارج نماز میں جب آنحضرت صلی اللہ

---

[1] بیشک اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر، اے ایمان والو رحمت بھیجو اس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر۔

علیہ وسلم خود مخاطب ہوں جیسا کہ آپ کے عہد مبارک میں وہاں تو وہی الفاظ الصلوٰۃ والسلام کہے جائیں، آپ کی وفات کے بعد روضہ اقدس کے سامنے جب سلام عرض کیا جائے تو اس میں بھی صیغہ سلام، السلام علیک کا اختیار کرنا مسنون ہے، اس کے علاوہ جہاں غائبانہ صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو صحابہ وتابعین اور ائمہ امت سے صیغہ غائب کا استعمال کرنا منقول ہے ۔مثلاً صلی اللہ علیہ وسلم۔

صلوٰۃ وسلام کے احکام

نماز کے قعدہ اخیرہ میں درود شریف پڑھنا سنت مؤکدہ تو سب کے نزدیک ہے، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے یہاں واجب ہے، جس کے ترک سے نماز کا دہرانا واجب ہوتا ہے۔

مسئلہ: اس پر بھی جمہور کا اتفاق ہے کہ جب کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنے تو اس پر درود کا پڑھنا واجب ہو جاتا ہے، کیوں کہ حضور پاک کا نام سن کر درود نہ پڑھنے پر حدیث پاک میں وعید آئی ہے، ترمذی شریف کی روایت میں ہے: رغم انف رجال ذكرت عنده ولم يصل علی . یعنی ذلیل ہو وہ آدمی جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

مسئلہ: اگر ایک مجلس میں آپ کا ذکر مبارک بار بار آئے تو صرف ایک مرتبہ درود پڑھنے سے واجب ادا ہو جاتا ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ جتنی بار ذکر مبارک خود کرے یا کسی سے سنے تو ہر مرتبہ درود شریف پڑھے، محدثین، فقہاء اور علماء امت کا دستور یہی رہا ہے۔

مسئلہ: ذکر مبارک کے وقت افضل واعلیٰ اور مستحب یہی ہے کہ صلوٰۃ وسلام دونوں پڑھے اور لکھے جائیں لیکن اگر کوئی شخص ان میں سے ایک یعنی صرف صلوٰۃ یا صرف سلام پر اکتفاء کرے تو جمہور فقہاء کے نزدیک گناہ نہیں ہے۔

مسئلہ: لفظ صلوٰۃ انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی کے لئے استعمال کرنا جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے، بیہقی نے حضرت ابن عباس کا یہ فتوی نقل کیا ہے: لا يصلى على احد الا على النبی صلی اللہ علیہ وسلم . یعنی صلوٰۃ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے

خاص ہے۔ امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی مسلک ہے۔ البتہ تبعاً جائز ہے، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آل واصحاب یا تمام مومنین کو شریک کرلے اس میں مضائقہ نہیں، امام جوینی نے فرمایا ہے کہ جو حکم صلوٰۃ کا ہے وہی لفظ سلام کا بھی ہے کہ غیر نبی کیلئے اس کا استعمال درست نہیں بجز اس کے کہ کسی کو سلام کرتے وقت السلام علیکم کہے یہ جائز ومسنون ہے، مگر کسی غائب کے نام کے ساتھ علیہ السلام کہنا اور لکھنا غیر نبی کیلئے درست نہیں ہے۔

مسئلہ: جس طرح زبان سے ذکر مبارک کے وقت زبانی صلوٰۃ السلام واجب ہے اسی طرح قلم سے لکھنے کے وقت صلوٰۃ وسلام کا لکھنا واجب ہے اور اس میں جو لوگ حروف کا اختصار کرتے ہیں اور صلعم لکھ دیتے ہیں یہ کافی نہیں پورا صلوٰۃ وسلام لکھنا چاہئے۔

ماخوذ از معارف القرآن مختصرا

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازیپوری

دوران خطبہ جمعہ کی دو رکعت نماز اور مذہب حنفی

مکرمی حضرت مولانا دامت برکاتہم !   السلام علیکم ورحمۃ اللہ

زمزم کا تازہ شمارہ یہ تکلیف دہ خبر لے کر آیا کہ زمزم مالی دشواریوں کی وجہ سے بند ہونے جا رہا ہے، مگر اس پرچہ میں یہ بھی اعلان پڑھ کر اطمینان ہوا کہ صرف دو ایک شمارہ شائع نہیں ہوگا۔ زمزم کا بند ہونا ہمارے لئے بڑا علمی خسارہ ہے۔ اس کو بہر صورت جاری رکھنا ضروری ہے، ہم لوگ انشاء اللہ زمزم کی توسیع میں مقدور بھر حصہ لیں گے۔ آج ہندوستان میں کوئی پرچہ ایسا نظر نہیں آتا جو غیر مقلدین کے شکوک وشبہات اور مذہب حنفی پر ان کے اعتراضات کا اس انداز سے جواب دے جو زمزم کا طرۂ امتیاز بن چکا ہے۔

محترم! ہمارے یہاں دوران خطبہ جمعہ دو رکعت پڑھنا ممنوع ہے، حضرت سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا۔ غیر مقلدین کا استدلال اسی حدیث سے ہے، براہ کرم زمزم میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں۔

شیخ عبدالقیوم رانڈیر (مہاراشٹر)

زمزم! ادارۂ زمزم نے جب یہ فیصلہ کیا کہ اب زمزم بند کر دینا ہے تو اسکی اطلاع جب مخلصین کو ہوئی تو ان کا شدید اصرار ہوا کہ زمزم بند نہ ہو، فوری طور پر ان کا تعاون بھی ملا، اسلئے زمزم میں یہ دوسرا اعلان شائع کرنا پڑا، اللہ تعالیٰ نے اگر اسباب پیدا کئے تو انشاء اللہ پرچہ شائع ہوتا رہے گا۔

جہاں تک آپ کے سوال کا تعلق ہے تو پہلے یہ معلوم کریں کہ اسلاف کرام میں اور کون لوگ ہیں جن کا مذہب بھی اس بارے میں وہی ہے جو فقہ حنفی کا ہے، میں نے اس سلسلہ میں جب مصنف ابن ابی شیبہ کا مطالعہ کیا تو صرف اس ایک کتاب میں اسلاف کی

ایک بڑی جماعت کا وہی مذہب پڑھنے کو ملا جو مذہب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا ہے، میں اسی کتاب کے حوالہ سے یہ چند نام یہاں ذکر کرتا ہوں۔

(۱) حضرت عطاء بڑے تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں۔ انھم کانو اکرھوا الصلاۃ والامام یخطب یوم الجمعۃ، یعنی صحابہ وتابعین نے جمعہ کے روز امام کے خطبہ دینے کے درمیان نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھا ہے۔

حضرت عطاء کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ عام طور پر صحابہ کرام اور تابعین کا بھی مذہب اس مسئلہ میں وہی تھا جو مذہب حضرت امام اعظم کا ہے (اور جس کے قائل حضرت امام مالک ہیں، حضرت امام مالک کا مذہب بھی وہی ہے جو حضرت امام اعظم کا ہے)

(۲) حضرت محمد بن سیرین بھی بڑے تابعی ہیں، وہ فرماتے ہیں ''اذا خرج الامام فلا یصلی احد حتیٰ یفرغ الامام'' یعنی جب امام خطبہ کے لئے نکلے تو جب تک امام فارغ نہ ہوئے کسی کو نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

(۳) حضرت شریح بھی بڑے تابعی ہیں، ان کے بارے میں اسماعیل بن ابی خالد فرماتے ہیں ''رأیت شریحاً دخل یوم الجمعۃ من ابواب کندۃ فجلس ولم یصل'' یعنی حضرت شریح جمعہ کے روز مسجد میں داخل ہوئے تو بلا نماز پڑھے بیٹھ گئے۔

(۴) حضرت عروہ بن زبیر بھی جلیل القدر تابعی ہیں ان کے بارے میں ان کے لڑکے ھشام فرماتے ہیں کہ حضرت عروہ فرمایا کرتے تھے کہ اذاقعد الامام علی المنبر فلا صلاۃ، یعنی جب امام منبر آجائے تو پھر کوئی نماز نہیں،

(۵) امام زھری مشہور تابعی اور حضرت امام مالک کے مشہور استاد ہیں، ان کا مذہب بھی یہی تھا کہ جمعہ کے روز جو آدمی آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو نماز نہ پڑھے، حضرت معمران سے نقل کرتے ہیں کہ ''عن الزھری فی الرجل یجیئ یوم الجمعۃ والامام یخطب یجلس ولا یصلی''

(۶) ثعلبۃ بن ابی مالک بھی بڑے تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں ''ادرکت عمر وعثمان فکان الامام اذا خرج یوم الجمعۃ ترکا الصلوۃ'' یعنی میں نے

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا زمانہ پایا ہے جب امام جمعہ کے روز خطبہ کیلئے نکلتا تھا تو وہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔ یعنی اس زمانہ میں صحابہ و تابعین کا یہی معمول تھا۔

(۷) حضرت سعید ابن مسیب مشہور و عظیم القدر اور اجلہ صحابہ کرام کو دیکھنے والے اوران کی صحبت سے سرفراز تابعیوں میں سے ہیں۔ ان کا مذہب بھی یہی تھا کہ خروج الامام یقطع الصلاۃ ، امام کا نکلنا نماز کو ختم کر دیتا ہے۔

(۸) حضرت عطار حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں۔ انهما کانا یکرهان الصلاۃ و الکلام بعد خروج الامام، یعنی یہ دونوں صحابی اس بات مکروہ جانتے تھے کہ امام کے نکلنے کے بعد نماز پڑھی جائے۔

یہ صرف (ایک) کتاب مصنف ابن ابی شیبہ سے آٹھ آثار ان تابعین کرام کے ہیں جن کے سامنے صحابہ کرام کی زندگی کا نقشہ تھا، انھوں نے جمعہ کے روز صحابہ کرام کی نماز کو دیکھا تھا اور جو ان کا معمول تھا اس کا بچشم خود مشاہدہ کیا تھا۔ اور اسی مشاہدہ کی بنیاد پر انھوں نے اپنا مذہب یہ بنایا تھا کہ دوران خطبہ کوئی نماز پڑھنی جائز نہیں ہے۔ صحابہ کرام نے اپنی نماز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ خود حضور کا یہ فرمان تھا کہ دوران خطبہ کوئی نماز نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر سنت رسول کے عاشق تھے ان کا مذہب بھی آپ نے پڑھ لیا کہ دوران خطبہ نماز پڑھنے کا نہیں تھا۔ حضرت عطار کا اثر بتلاتا ہے کہ صرف حضرت عبداللہ بن عمر یا حضرت ابن عباس ہی کی بات نہیں ہے بلکہ عام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا یہی مذہب تھا کہ دوران خطبہ بات چیت یا نفل نماز پڑھنی جائز نہیں ہے۔

ان آثار کی روشنی میں بلا تکلف کہا جا سکتا ہے کہ اصل سنت رسول یہی ہے کہ دوران خطبہ خطیب کی طرف توجہ کی جائے اور جمعہ کا خطبہ خاموش رہ کر سنا جائے اور یہ اس لئے کہ جمعہ کا خطبہ محض ایک عام سی تقریر نہیں ہے بلکہ یہ دو رکعت فرض نماز کی جگہ پر ہے۔ پس جس طرح نماز کے دوران بات چیت جائز نہیں ہے اسی طرح دوران خطبہ ہر وہ عمل جو استماع اور انصات کے خلاف ہو اور خطیب کے خطبہ کی طرف توجہ کرنے کو ہٹاتا ہو جائز نہیں

ہے۔حتی کہ اگر دوران خطبہ کوئی بات کر رہا ہو تو اس کو خاموش رکھنے کی بھی اجازت نہیں ہے دو ایک حدیث اور آثار اس بارے میں بھی سن لیں، اسی مصنف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب امام منبر پر چڑھ جائے تو لغو عمل کے لئے یہ عمل کافی ہے کہ تم اپنے پاس بیٹھنے والے کہو کہ تو خاموش رہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ بات خود ان کی نہیں ہے بلکہ حضور ہی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ من قال لصاحبک یوم الجمعة انصت و الامام یخطب فقد لغا ،یعنی جس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ''تو خاموش رہ'' اور امام خطبہ دے رہا ہے تو اس نے ایک لغو عمل کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے تھے اور اوپر اور جن صحابہ کرام اور تابعین عظام کا نام لیا گیا ہے ان سب کا یہی مذہب تھا کہ دوران خطبہ اگر کوئی بات کرتا ہے تو اس کو خاموش کرنا بھی جائز نہیں، بلکہ حضرت عمر اور حضرت ابن عمر کا تو یہ فتویٰ تھا کہ ''لا جمعة لہ'' تیرا جمعہ ہی نہیں ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے فتویٰ کی تصدیق فرمائی اور فرمایا، صدق عمر، حضرت عمر نے سچ کہا۔ وجہ اس کی وہی ہے کہ چونکہ خطبہ جمعہ دو رکعت نماز کی جگہ پر ہے تو جس طرح نماز میں بات کرنا حرام ہے جمعہ کے خطبہ کے دوران بھی بات چیت کرنے کو حرام قرار دیا گیا۔ اور یہی بات حضرت سعد اور حضرت جابر سے بھی منقول ہے، حضرت جابر فرماتے ہیں کہ حضرت سعد نے ایک آدمی سے جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد کہا کہ تیرا جمعہ نہیں ہوا، اس آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بات دہرائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد سے پوچھا: لم یا سعد؟ ایسا تم نے کیوں کہا اے سعد؟ تو انھوں نے عرض کیا ''انہ تکلم وانت تخطب'' حضور یہ شخص آپ کے خطبہ دینے کی حالت میں بات کر رہا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''صدق سعد'' یعنی سعد نے سچ کہا۔

آپ اندازہ لگائیں کہ خطبہ جمعہ کی شریعت میں کتنی اہمیت ہے اور اس کا سننا اور اس کی طرف کان لگانا کتنا ضروری ہے، اور سنیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران خطبہ کسی آیت کی تلاوت فرمائی تو ایک صاحب نے کسی دوسرے سے پوچھا یہ آیت کب نازل

ہوئی؟ حضرت عمر نے اس بات کو سن لیا تو نماز کے بعد اس سے کہا کہ تیرا جمعہ نہیں ہوا، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید فرمائی۔ یعنی اتنا کلام کرنا بھی دوران خطبہ جائز نہیں قرار دیا گیا، تو آپ بتلائیں کہ جو شخص دوران خطبہ خطبہ سننا چھوڑ کر نماز پڑھنے میں لگ جائے اس کا یہ عمل کب شریعت میں جائز ہوگا۔

اب رہا حضرت سلیک غطفانی کا قصہ تو یہ عرض ہے کہ اگر اصلی مسئلہ یہی ہوتا کہ دوران خطبہ آنے والے کے لئے دو رکعت پڑھنا مسنون یا واجب ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت صحابہ کرام اور تابعین عظام میں پھیلی ہوتی اور اس پر برابر عمل ہوتا، مگر ہم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اور صحابہ کرام کے پورے عہد میں عمومی طور پر اس سنت کا کہیں پتہ نہیں چلتا، حضرت سلیک کی اس حدیث کو کسی صحابی یا تابعی نے سنت نہیں کہا ان حضرات کے سامنے بھی حضرت سلیک کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تھا ''ان صحابہ کرام اور تابعین عظام کا عشق رسول اور سنت سے ان کی واقفیت آج کے ان فدائیان قرآن وحدیث سے کسی طرح کم تو نہیں تھی، پھر کیا وجہ ہے کہ انھوں نے اس سنت کو اپنا مذہب نہیں بنایا؟

جمعہ کا خطبہ ایک مہینہ میں چار مرتبہ ہوتا ہے اور جمعہ کے روز لوگوں کا آگے پیچھے آنا ہم سب کا مشاہدہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانہ میں بھی لوگ جمعہ کے روز آگے پیچھے آتے رہتے تھے تو کیا وجہ ہے کہ حضرت سلیک کے علاوہ کسی اور صحابی کے بارے میں یہ ارشاد موجود نہیں ہے؟ خلفائے راشدین سے بھی ثابت نہیں ہے کہ انھوں نے دوران خطبہ آنے والے کو دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا ہو۔

حضرت عثمان کا قصہ مشہور ہے کہ وہ جمعہ کے روز تاخیر سے پہونچے۔ حضرت عمر خطبہ دے رہے تھے تو حضرت عمر نے بلا غسل آنے پر تو ان کو ٹوکا مگر ان سے یہ نہیں کہا کہ تم کو دو رکعت بھی ادا کرنی ہے، نہ خود حضرت عثمان نے دو رکعت نماز پڑھی۔

اب سنیئے کہ غیر مقلدین کا عام طریقہ تو یہ ہے کہ وہ کسی حدیث کو بخاری میں دیکھ لیں بس اس کو اپنا مذہب بنالیا بشرطیکہ وہ حدیث ان کے دین ومذہب کے موافق ہو، مگر

احناف کا معاملہ حدیث کے اخذ اور اس سے سکوت کے بارے میں کچھ اور ہے، اور وہ یہ ہے کہ وہ مسئلہ درپیش کی ساری احادیث کو دیکھتے ہیں اور ان سب کا جو خلاصہ نکلتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں اور اسی کو اپنا مذہب بناتے ہیں۔ اس مسئلہ میں انھوں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد صرف ایک صحابی کے بارے میں منقول ہے، کسی اور کے بارے میں یہ نہیں ملتا کہ آپ نے اس کو دوران خطبہ نماز پڑھنے کا حکم دیا ہو، حضرت سلیک غریب آدمی تھے، بدحال تھے، پھٹے پرانے کپڑے میں تشریف لائے تھے، ان کی اعانت کرنی مقصود تھی۔ صحابہ کرام کے سامنے جب انھوں نے دو رکعت نماز پڑھی تو صحابہ کرام نے ان کی بدحالی کا مشاہدہ کیا اور ان کے لئے مدد کا ہاتھ بڑھایا اور اتنا صدقہ کیا کہ مال کا انبار لگ گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی میں سے حضرت سلیک کو بھی دیا اور جو بچا اس کو دوسروں کے لئے محفوظ رکھا، یہ ساری باتیں حدیث ہی میں ہیں، مگر غیر مقلدین ان سب سے نظر بند کئے ہوئے ہیں، حضور کے فرمان کے مطابق جب حضرت سلیک دو رکعت نماز ادا کر رہے تھے تو اس درمیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے رک گئے تھے۔ محدثین قیس بزرگ تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں ''ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث امرہ امسک عن الخطبة حتی فرغ من رکعتیہ ثم عاد الی خطبتہ'' یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت سلیک کو دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا تو آپ ان کے فارغ ہونے تک خطبہ سے رکے رہے جب وہ دو رکعت پڑھ چکے تب آپ نے دوبارہ خطبہ شروع کیا، اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ حضرت سلیک دوران خطبہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور سالم کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی خطبہ شروع ہی نہیں کیا تھا۔ جب حضرت سلیک اپنی پراگندہ حالت میں آئے تو آپ منبر پر تشریف فرما تھے۔ خطبہ شروع نہیں کیا تھا، بہرحال جو بھی صورت ہو اتنی بات صاف ہے کہ دوران خطبہ حضرت سلیک نے نماز ادا نہیں کی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ دو رکعت نماز پڑھو صرف حضرت سلیک کے لئے تھا مگر راویوں نے اس کو اپنے الٹ پھیر سے ایک قاعدہ کلیہ بنا دیا اور اس کو حضور کے فرمان کی شکل میں ڈھال دیا کہ جو دوران خطبہ مسجد میں داخل ہو وہ دو رکعت نماز ادا کرے، یعنی ''جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے''

محمد ابوبکر غازی پور

محمد اجمل مفتاحی

سجدہ سہو کیلئے سلام ایک یا دو؟

میرے ایک کرم فرمانے فون پر مجھ سے پوچھا کہ احناف سجدہ سہو میں ایک سلام پھیر کر کے سجدہ کرتے ہیں اس کی دلیل کیا ہے؟ ان کا مقصد یہ تھا کہ کیا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کا ذکر ہے؟ میں نے فون ہی پر جواب دیا کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مجھے اس کا ذکر نہیں ملا، اب ان کا تقاضا ہے کہ احناف کا یہ عمل بلا دلیل تو ہو نہیں سکتا اس لئے تم اس بارے میں ایک مضمون لکھ دو تاکہ ایک خلش جو دل میں ہے وہ دور ہو۔

اس سلسلہ میں پہلی گذارش تو یہ ہے کہ ہر شرعی مسئلہ کے لئے قرآن وحدیث سے دلیل ذکر کرنا اور اسی کا مطالبہ کرنا یہ ان کا شیوہ ہے جن کا اسلاف پر اعتماد نہیں ہوتا، یا جن کے نزدیک تعامل اسلاف کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اگر ایک بات اسلاف کے عہد سے مسلسل چلی آرہی ہے تو یہ تعامل خود ہی شرعی مسئلہ کے لئے دلیل ہوتا ہے۔ اور اس تعامل کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگتا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تعامل اہل مدینہ کو حدیث پر بھی مقدم کیا جاتا ہے۔ یعنی اگر حدیث میں کسی بات کا ذکر ہے مگر اہل مدینہ کا عمل اس کے خلاف ہے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدیث کو چھوڑ دیا جائے گا اور اہل مدینہ کے عمل کو اس مسئلہ میں دلیل بنایا جائے گا اور اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث کے روایت کرنے والے چند ایک لوگ ہوتے ہیں۔ روایت کرنے والے ثقہ بھی ہوتے ہیں اور غیر ثقہ بھی ہوتے ہیں۔ نیز احادیث عام طور پر بالمعنی مروی ہیں، یعنی احادیث رسول کے نام سے جو ذخیرہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلے ہوئے بعینہ الفاظ کے ساتھ ان کو بہت کم روایت کیا گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو روایت کرنے والے اپنے الفاظ میں ادا کرتے رہے ہیں اسلئے اس میں اس کا احتمال ہوتا

ہے کہ معلوم نہیں آپ کی بات کو اس کے صحیح مفہوم کے ساتھ ادا کیا گیا ہے کہ نہیں۔ جب کہ اسلاف کے مابین ایک چیز متعارف اور معروف ہو اور اس پر ان کا عمل بھی ہو تو اس کے سنت ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ اس لئے کہ یہ بات قطعاً ممکن نہیں ہے کہ ایک عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو اور پھر صحابہ و تابعین کی جماعت اس پر جمی رہے۔ اس لئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اہل مدینہ کے تعامل کو دلیل شرعی کے طور پر خبر واحد پر فوقیت حاصل ہے۔

احناف کے نزدیک ''تعامل اسلاف'' کی اتنی تو اہمیت حاصل نہیں ہے مگر ان کے نزدیک بھی وہ ایک دلیل شرعی ہے۔ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ ہونے کے وقت اس کو شرعی مسئلہ کی دلیل بنایا جاتا ہے۔ مثلاً مقتدی امام کی تکبیر کے ساتھ جو تکبیر کہتا ہے وہ آہستہ کہتا ہے۔ اس کے بارے میں آپ کوئی صحیح حدیث تلاش کریں۔ آپ کو محروم ہونا پڑے گا بلکہ ضعیف حدیث بھی آپ کو نہیں ملے گی۔ مقتدی تشہد اور درود شریف آہستہ پڑھتا ہے، سلام پھیرتا ہے تو آہستہ سلام پھیرتا ہے۔ اس کا ذکر کسی حدیث میں نہیں ہے، مگر چونکہ اسلاف کے زمانہ سے اسی طرح نماز پڑھی جارہی ہے اس کے خلاف عمل کسی سے منقول نہیں ہے اس وجہ سے اسلاف کا یہ تعامل خود مستقل ایک دلیل ہوگا اور اگر کوئی اس کے خلاف عمل کرتا ہے تو کہا جائے گا کہ اس کی نماز خلاف سنت ہے، اور خلاف سنت کا فتویٰ لگانا ہی یہ دلیل ہے کہ پہلا عمل سنت ہے۔ خواہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہو یا خلفائے راشدین کی یا عام صحابہ کرام کی۔ اہل سنت کے نزدیک خلفائے راشدین کے ساتھ ساتھ عام صحابہ کرام کا عمل بھی سنت ہی کے دائرے میں آتا ہے۔

سجدہ سہو میں ایک طرف سلام پھیرنے کا معاملہ بھی یہی ہے کہ اہل کوفہ کے فقہا اور محدثین کا سجدہ سہو کرنے کا یہی طریقہ رہا ہے۔ کوفہ سیکڑوں صحابہ اور ہزاروں تابعین اور تبع تابعین کا مرکز رہا ہے۔ تو جو عمل اسلاف کی اتنی بڑی جماعت کے اندر بلانکیر پایا جائے اس کے سنت ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ کیا یہ کسی کے وہم و گمان میں یہ بات آسکتی ہے کہ جہاں حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا علم اپنا جھنڈا لہرا رہا ہو وہاں

خلاف سنت عمل پر لوگ جمے رہیں گے؟اور پھر جب کسی بزرگ تابعی کے قول سے اس کی تائید ہو جائے تو وہ عمل یقیناً ترجیح پائے گا۔ چنانچہ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جو ایک جلیل القدر تابعی اور امام فقہ حدیث ہیں، ان کا قول مصنف ابن ابی شیبہ میں منقول ہے۔

عن الحسن فی سجدتی السھو فیھما سلام ، یعنی حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ سجدہ سہو میں ایک سلام ہے، اور یہی بات ایک دوسرے جلیل القدر تابعی اور امام فقہ حدیث اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ کے علوم کے حامل اور وارث حضرت امام نخعی سے منقول ہے اسی مصنف میں ان کا قول نقل کیا ہے عن ابراھیم قال تسلیم السھو و الجنازۃ واحد، یعنی نماز جنازہ اور سجدہ سہو کا سلام ایک مرتبہ ہے۔

ان دو جلیل القدر تابعین کرام کی شہادت کے بعد اب بھی سجدہ سہو کے ایک سلام کے بارے میں کسی کو شبہ ہو تو پھر ہم اس سے کہیں گے کہ تم وہ حدیث پیش کرو جس میں سجدہ سہو کا سلام دونوں طرف پھیرنے کا بیان صراحۃً ہو، سجدہ سہو میں جو لوگ دونوں طرف سلام پھیرتے ہیں ان کے پاس صراحۃً اس کی دلیل نہ سنت رسول اللہ سے ہے اور نہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام میں سے کسی صحابی سے اور لطف یہ ہے کہ نہ کسی تابعی سے ہے، ان کے پاس صرف قیاس ہے۔ اور وہ قیاس یہ ہے کہ جب سلم کا لفظ بولا جاتا ہے تو دونوں ہی طرف سلام پھیرنا مراد ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ قیاس ہی غلط ہے کہ ''سلم'' کے لفظ سے دو ہی سلام مراد ہوتا ہے ایک نہیں۔ نماز جنازہ میں ایک طرف آج بھی ائمہ حرم سلام پھیر کر کے نماز ختم کر دیتے ہیں۔ اس کا مشاہدہ ان کے پیچھے نماز جنازہ پڑھنے والوں کو خوب ہے۔ بلکہ البانی نے تو روزانہ کی معمول کی نماز میں ایک دفعہ سلام کو بھی سنت بتلایا ہے، اور اس کو حدیث سے ثابت کیا ہے اس لئے یہ کہنا کہ جب ''سلم'' کا لفظ نماز کیلئے بولا جائے تو اس سے لازماً دو ہی سلام مراد ہوتے ہیں بالکل غلط ہے۔ ''سلم'' کا لفظ ایک دفعہ بھی سلام کے لئے بولا جاتا ہے اور دو دفعہ بھی سلام کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور اس کی تائید کہ ایک دفعہ پر بھی بولا جاتا ہے۔ امام نخعی اور حسن بصری رحمہا اللہ کے قول سے بھی ہوتی ہے کہ ان حضرات کے نزدیک سجدۂ سہو ایک سلام کے بعد ہے۔

اب سنیئے کہ جب نماز کیلئے ''سلم'' کا لفظ دو سلام کے لئے بھی بولا جاتا ہے اور ایک کے لئے بھی تو احناف نے سجدۂ سہو کے لئے ایک ہی طرف سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرنے کا طریقہ کیوں اختیار کیا ہے دونوں طرف سلام کیوں نہیں پھیرتے، تو جواباً عرض ہے کہ احناف کے نزدیک ایک سلام کے ساتھ اور دو سلام کے ساتھ دونوں طرح سجدۂ سہو کرنا جائز ہے۔ بحر العلوم کی ارکان اربعہ میں تصریح ہے کہ دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کرے مگر عام طور پر احناف کا عمل ایک طرف سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرنے کا ہے۔ اور اس ترجیح کی دو وجہ ہے، ایک وجہ تو وہی ہے کہ ایک ہی سلام کا قول۔ دو جلیل القدر تابعی سے منقول ہے۔ اور دونوں طرف سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرنے کی بات صراحتۂ کسی حدیث کسی صحابی اور کسی تابعی سے منقول نہیں ہے۔ اور احناف کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی جلیل القدر تابعی سے کوئی بات منقول ہو تو وہ اس کے مقابلہ میں بھی قیاس کو ترک کر دیتے ہیں۔ اس تابعی کا قول اگر وہ کسی مرفوع حدیث ٹکراتا نہ ہو حجت اور دلیل ہوتا ہے۔ صاحب اعلاء السنن علامہ ظفر تھانوی فرماتے ہیں:

هذا وان كان من قول التابعي و هويس بحجة عند الجمهور ولكنه حجة عند نا مالم يعارض المرفوع اذا كان من تابعي ظهرت فتواه في زمن الصحابة۔ (اعلاء السنن۔ جلد ا۔ جز ثانی ص ۲۳۲)

یعنی یہ قول اگر چہ تابعی کا ہے جو جمہور کے نزدیک حجت نہیں ہے مگر ہمارے نزدیک وہ حجت ہے اگر وہ کسی حدیث مرفوع کے معارض نہ ہو اور وہ تابعی ایسا ہو جس کا فتویٰ زمانہ صحابہ میں ظاہر ہوتا رہا ہو، یعنی زمانہ صحابہ میں لوگ اس سے فتویٰ پوچھتے رہے ہوں۔

اور میں نے اوپر جن دو بزرگوں کا نام لیا ہے ان کا زمانہ صحابہ کرام کی ایک جماعت کا زمانہ تھا اور زمانہ صحابہ میں لوگ ان سے فتویٰ پوچھا کرتے تھے۔ اس لئے ہم نے ان کے قول کو کہ سجدۂ سہو میں ایک سلام ہے اس کو ترجیح دی ہے۔

اور اس ترجیح کی دوسری وجہ یہ ہے کہ جو حضرات سجدۂ سہو کرنے کے بعد دو سلام پھیرتے ہیں ان کا سجدۂ سہو تو سہو کا ہوتا ہے مگر سلام سہو کا نہیں ہوتا ہے بلکہ خروج عن

الصلوٰۃ یعنی نماز سے نکلنے کے لئے ہوتا ہے، اور نماز سے نکلنے کے لئے دو ہی سلام مسنون ہے۔ اور جو لوگ ایک سلام کے بعد سجدہ کرتے ہیں ان کا سلام سجدۂ سہو کے لئے ہوتا ہے اور ابھی وہ نماز ہی میں ہوتے ہیں اسی وجہ سے وہ تشہد دوبارہ پڑھتے یعنی پھر درود شریف اور نماز کی آخری دعا پڑھتے ہیں پھر سلام پھیر کر کے نماز سے فارغ ہوتے ہیں۔ سجدۂ سہو سلام کے بعد کرنا، پھر تکبیر کہہ کر سجدہ میں جانا اور پھر دو سجدوں کے بعد دوبارہ تشہد کا پڑھنا یہ مسلم شریف اور ابوداؤد شریف کی روایتوں میں ہے۔

امید ہے کہ ہمارے کرم فرما حضرت کو اس کج مج تحریر سے کچھ تشفی ہو گئی ہو گی میں ان کا نام نہیں لے رہا ہوں کہ وہ خود اتنے بڑے کشمیر کے عالم ہیں کہ:

"گونجتا ہے خطہ کشمیران کے نام سے"

نوٹ: یہ تحریر صرف عشاء بعد کی ایک ہی نشست میں لکھی گئی ہے اور وہ بھی اس حالت میں کہ میں ایک حادثہ کا شکار تھا اور کتابوں کی مراجعت کے لئے معذور تھا۔ اس لئے اگر اس مسئلہ میں کسی کو کچھ نقص نظر آئے تو اپنے یہاں کے ذمہ دار علماء سے رجوع کریں یا پھر ادارۂ زمزم کو خط لکھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

محمد اجمل مفتاحی

مسجدوں کو بلند و بالا بنانا اور ان کو مزین کرنا

مکرمی حضرت مولانا غازی پوری صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

حضرت والا ہمیں معلوم ہے کہ زمزم کا خاص موضوع ہے، مگر کبھی دوسرے موضوعات سے بھی زمزم تعرض کرتا ہے۔ اس لئے جرأت ہوئی کہ سوال کروں کہ اس زمانہ میں عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ مسجدوں کی تعمیر میں، اس کو مزین کرنے میں اور اونچے اونچے میناروں کی تعمیر پر لاکھوں اور کڑوروں روپئے بے دریغ خرچ کرتے ہیں اس کو فضول خرچی اور اسراف میں شمار کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ شریعت مطہرہ کا اس بارے میں کیا حکم ہے، زمزم ہی میں اس کا جوب دیں۔

اے، عادل، شیخ
کریم نگر

زمزم! میرا خیال ہے کہ آپ نے اس سوال کے لئے زمزم کا انتخاب بلاوجہ کیا، ملک کے مدارس میں دارالافتاء کے نام سے مستقل شعبہ ہوتا ہے اس طرح کے سوالات کے لئے انھیں کا انتخاب کرنا چاہئے، میں خود مفتی نہیں ہوں۔ جائز اور ناجائز کو معلوم کرنے کے لئے میں خود دوسرے قابل اعتماد علماء سے فتویٰ معلوم کرتا ہوں۔ بطور فتویٰ کے نہیں اپنی رائے کے اظہار کے طور پر البتہ یہ عرض کرسکتا ہوں کہ وہ کام جس میں اللہ کی رضا جوئی ہو وہی اللہ کو محبوب ہے، دکھاوا اور فخر کے لئے کوئی کام کرنا اللہ کو پسند نہیں ہے اس لئے ایسے کام جس میں اخلاص نہ ہو، دکھاوا ہو، دوسروں سے مقابلہ بازی ہو، بلاوجہ ضرورت سے زیادہ پیسہ خرچ کرنا ہو، اسراف ہو، اور توسیر بھر تو میں کا جذبہ ہو، اس نیت سے کوئی بھی کرنا ناجائز اور حرام ہے اور عند اللہ مبغوض ہے۔

مساجد کی اصل زینت نمازیوں کی وقت پر زیادہ سے زیادہ حاضری ہے۔ مسجد کی اصل تعمیر یہی ہے کہ کوشش کرکے بے نمازیوں کو نمازی بنایا جائے، ذکر اور قرآن کی تلاوت سے آباد کیا جائے۔ ایک معمولی سی عام غیر پختہ مسجد جس میں نمازیوں کی آمد زیادہ ہے۔ وہاں

جماعت بڑی ہوتی ہے، اس پرشکوہ اور میناروں والی پختہ اور مزین شدہ نقش ونگار والی اور سنگ مرمری مسجد سے لاکھ گنا بہتر ہے۔ جس میں پیسے تو لاکھوں اور کڑوروں کے حساب سے خرچ ہوئے مگر وہ غیر آباد ہے۔ اور وہاں نماز و جماعت کے لئے لوگوں کا آنا بہت کم ہے۔

آج کل لوگوں نے مساجد کی اصل تعمیر سے توجہ ہٹالی ہے اور مسجدوں کی عمارت کی تعمیر میں مقابلہ بازی شروع کردی ہے یقیناً یہ عمل قابل مذمت ہے، بلکہ قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے۔

میں عرض کرچکا ہوں کہ میری اس بات کو فتوٰی کے طور پر نہ دیکھا جائے بلکہ یہ میری رائے ہے، جو اکابر کے اقوال کو دیکھ کر بنی ہے۔ مثلاً حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ مسجدوں کی تعمیر فخر جتانے کے لئے کریں گے، مسجدوں کو (صحیح معنوں میں) آباد کرنے والے بہت تھوڑے ہوں گے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ (ایک زمانہ آئے گا کہ) تم مسجدوں کو نقش ونگار سے مزین کروگے، جیسا کہ یہود اور نصارٰی نے اپنی عبادت گاہوں کو مزین کیا۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہم کو اونچی عمارت والی مسجدوں میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے مسجدوں کو پختہ بنانے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔

اسلاف کے ان اقوال اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا کہ مسجدوں کی تعمیر اور ان کی زینت و آرائش اور ان کی عمارتوں کو بلا وجہ بہت زیادہ اونچی بنانا بلا وجہ اور بلا ضرورت پیسہ زیادہ خرچ کرنا کوئی محمود عمل نہیں ہے۔ اور نہ اس سے مسجدوں کی تعمیر پر جو ثواب کا وعدہ ہے اس ثواب کے ملنے کی توقع ہے۔ اصل چیز اخلاص ہے۔ جس کام میں اخلاص نہ ہو، وہ کام اکارت ہے، رہا دکھاوا تو وہ آج کے زمانہ کا مزاج ہے اور یہی باتیں اب دین کے نام پر جو کام کئے جاتے ہیں ان میں بھی پائی جانے لگی ہیں۔

محمد ابوبکر غازیپوری

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
عمر شریف کے بارے میں سوال

مکرمی حضرت مولانا غازیپوری صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خدا کرے مزاج گرامی بخیر ہو۔

آپ نے اپنی کتاب ارمغان حق ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے بارے میں متفق علیہ حدیثوں سے مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔ایک قول ساٹھ سال کا،ایک قول ترسٹھ کا،ایک قول پینسٹھ سال کا،میری سمجھ میں نہیں آتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی عظیم شخصیت اور اللہ کے سب سے آخری رسول کی عمر شریف کے بارے میں بھی کسی کو صحیح پتہ نہیں لگ سکا کہ آپ کی عمر شریف حقیقتاً کتنی تھی۔کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ یہ مختلف اقوال کس طرح پیدا ہو گئے؟

زمزم کا ایک قاری

از کرناٹک

زمزم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے بارے میں سب سے صحیح قول یہ ہے کہ آپ کی عمر شریف وفات کے وقت ترسٹھ سال تھی۔یہی عمر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کی تھی۔

محدثین کا عام معمول یہ ہے کہ وہ صحیح سند سے جو روایت ملتی ہے اس کو نقل کر دیتے ہیں۔اور اگر اس میں تعارض یا تخالف کہیں سے پایا جاتا ہے تو کبھی تو وہ اس کو دفع کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کبھی دوسرے ماہرین اہل علم کے لئے چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ اس کا حل ڈھونڈ نکالیں گے۔بخاری و مسلم میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے بارے میں جو مختلف اقوال مذکور ہیں وہ سنداً صحیح ہیں اور دوسرے ماہرین علم وفقہ نے اور شارحین

حدیث نے ہمیں یہ بتلایا ہے کہ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ترسٹھ سال والا قول ہی صحیح ہے۔

اب رہا کہ یہ مختلف اقوال کہاں سے پیدا ہو گئے تو دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے پہلے مکہ شریف میں کتنی مدت رہے۔اس مدت کے بارے میں جو مختلف اقوال ہیں اسلئے آپ کی عمر شریف کے بارے میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ یہ تو متفق علیہ بات ہے کہ آپ کو چالیس برس کی عمر میں نبوت سے سرفراز کیا گیا، اور یہ بھی طے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں دس سال رہے مکہ میں نبوت کے بعد آپ کا قیام کتنا رہا تو کسی نے کہا کہ دس سال تو اس حساب سے آپ کی عمر شریف ؐ سال ہوئی۔ کسی نے بارہ سال مدت بتلائی تو اس حساب سے آپ کی باسٹھ سال ہوئی کسی نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ سال رہے تو اس قول کے مطابق آپ کی عمر پینسٹھ سال ہوئی اور ایک قول جو کہ صحیح ترین قول ہے وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بعد مکہ شریف تیرہ سال رہے تو اس حساب سے آپ کی عمر شریف ترسٹھ سال ہوئی۔ **و هذا هو الاصح عند المحققين**، یہاں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ بخاری و مسلم میں کس حدیث کا ہونا یہ اس بات کی گارنٹی نہیں ہے کہ وہ بات جوں کی توں تسلیم کر لی جائے، اس کے بعد بھی تحقیق ضرورت باقی رہتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

محمد اجمل مفتاحی

ایک نہایت سنجیدہ مزاج حلیم الطبع ''اہل حدیث''

شیخ الحدیث صاحب

چند روز قبل میرے ہاتھ میں ایک کتاب آئی۔ کتاب کا نام ہے ''صحابہ کرام کے بارے میں جماعت اہل حدیث کا صحیح نقطہ نظر'' اس کے لکھنے والے ایک ایسے عالم دین ہیں جو حلیم الطبع اور سنجیدہ مزاج ہیں تقریباً چھبیس سال سے دعوت وتبلیغ کے میدان میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ (ص ۱۱) سنجیدہ مزاج حلیم الطبع شیخ الحدیث نے بقول خود میری چھوٹی سی کتاب ''صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر'' کا دوسو چالیس صفحات کی اپنی کتاب ''صحابہ کرام کے بارے میں اہل حدیث کا صحیح نقطہ نظر'' میں نہایت سنجیدگی اور حلیم الطبعی سے جواب دیا ہے۔

میری کتاب ''صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر'' جب چھپ کر آئی تو حلقہ غیر مقلدین میں واویلا مچ گیا، اور اس کی بے پناہ مقبولیت نے اس حلقہ کے عوام وخواص کو حواس باختہ کر دیا، میری اس کتاب نے معتبر غیر مقلدین علماء کی معتبر کتابوں کے حوالوں سے یہ انکشاف کیا تھا کہ جماعت غیر مقلدین کا عقیدہ صحابہ کرام کے بارے میں شیعوں والا عقیدہ ہے۔ اس لئے یہ جماعت اہل سنت والجماعت سے خارج جماعت ہے۔ اس لئے کہ غیر مقلدین نے اپنی کتابوں میں جماعت صحابہ کی قدسی جماعت کے بارے میں جس گندے لب ولہجہ کا استعمال کیا ہے، اس کا تصور کسی اہل سنت والجماعت سے نہیں کیا جاسکتا۔ نیز ان کے بہت سے مسائل میں شیعوں سے ہم آہنگی ہے، مثلاً تراویح کا انکار غیر مقلدین بھی کرتے ہیں اور شیعہ بھی، تراویح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بدعت یہ بھی کہتے ہیں اور شیعہ بھی، اجماع کا انکار دونوں فرقہ کرتا ہے، اذان عثمانی کو نہ یہ مانتے ہیں اور نہ شیعہ فرقہ، ایک وقت کی تین طلاق کو دونوں فرقے نہیں مانتے ہیں، حالت حیض میں

دی گئی طلاق کو دونوں فرقے نہیں مانتے، صحابہ کرام کی سنت سے دونوں فرقوں کو دلی بغض ہے، خلفائے راشدین کی سنت کے دونوں فرقے دشمن ہیں، تقلید ائمہ کے یہ بھی منکر اور وہ بھی منکر، قیاس نہ اس فرقہ میں جائز ہے اور نہ شیعہ فرقہ میں جائز ہے، متعہ ان کے نزدیک بھی حلال اور شعیوں کے نزدیک بھی، پاخانہ کے مقام سے دونوں فرقوں کے نزدیک عورت سے صحبت جائز، اجماع کے یہ بھی منکر اور وہ بھی منکر، غرض اس طرح کے بہت سے مسائل میں غیر مقلدوں کی شیعہ فرقہ کے ساتھ موافقت ہے، اس وجہ سے اہل سنت والجماعت سے یہ فرقہ خارج ہے، ان کی معتبر کتابوں کے حوالہ کے ساتھ میں نے اپنی اس کتاب میں گفتگو کی تھی۔

میں سن رہا تھا کہ اس کا جواب یہاں سے دیا جارہا ہے اور وہاں سے دیا جارہا ہے مگر اسے اتفاق کہئے کہ اس کے رد میں بعض مضامین تو پڑھنے کو ملے مگر کسی مستقل کتاب میں ہماری کتاب کا جواب دیا گیا ہو میری نظر سے نہیں گزری تھی، ابھی چند روز قبل مذکورہ نام کی کتاب کے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، جو ایک حلیم الطبع اور سنجیدہ مزاج شیخ الحدیث غیر مقلد صاحب کی تحریر کردہ ہے، حضرت سنجیدہ صاحب کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ایک جگہ اپنی سنجیدگی کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔ ''مولانا ندوی (رئیس احمد ندوی مصنف کتاب تنویر الآفاق) کی عبارتوں سے گستاخی کا کوئی پہلو نہیں نکلتا ہے، مگر غازی پوری اہل حدیث دشمنی میں اناپ شناپ بالکل پاگلوں کی طرح بکتا چلا جاتا ہے (ص ۱۷۳)

ایک جگہ اپنی سنجیدگی کا اظہار حضرت سنجیدہ صاحب کا یوں ہے ''دعویٰ تو نہیں عقل کل کا ضرور ہے بلکہ علم وتفقہ کا بے انتہا غرور ہے مگر حدیث کو فقہ کی لونڈی سمجھنے والے حدیث کیا خاک سمجھیں گے'' (ص ۱۷۱)

ایک جگہ سنجیدہ اہل حدیث شیخ الحدیث صاحب نے اپنی سنجیدگی کو یوں نشر کیا ہے (اقتباس ذرا طویل ہے مگر ہے دلچسپ) ''ندوی کی ان عبارتوں میں ہمیں کہیں کوئی گستاخی کا پہلو نظر نہیں آتا بلکہ جو بات لکھی گئی ہے اصولی واضح اور غیر مبہم بات ہے، مگر غازیپوری کا عجیب زاویہ نگاہ ہے کہ سیدھی سادی عبارتوں میں بھی اسے کجی نقص تحقیر اور توہین کا پہلو نظر

آتا ہے کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اہل حدیث دشمنی کے جس بخار میں وہ ایک مدت سے مبتلا ہے اس کے کام ودہن کا ذائقہ ہی بگاڑ دیا ہو اور بالکل اس مریض کی طرح ہو گیا ہو جسے میٹھی چیزیں بھی کڑوی لگتی ہیں، مزے دار چیزیں بھی بے مزہ اور بدمزہ لگتی ہیں'' (ص ۱۷۰)

ایک جگہ سنجیدہ صاحب اپنی سنجیدگی کا یوں اعلان کرتے ہیں'' یہ غازیپوری کے چہرے پر ندوی کا اتناز بردست تھپڑ ہے جو اس کے جھوٹ کا سارا غازہ زائل کر دیتا ہے۔

ایک جگہ حضرت حلیم الطبع صاحب نے اپنی سنجیدگی کی یوں تلاوت کی ہے '' غازیپوری کی کھوپڑی میں اتنی موٹی موٹی باتیں نہیں سماتی ہیں اور جب اس کی موافقت اور مخالفت کا پیمانہ ہی خود ساختہ ہے تو اس سے کسی انصاف کی توقع کہاں۔ (ص ۱۶۰)

ایک جگہ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے اپنی سنجیدگی کی اس لہجہ میں قرأت کی ہے ''اس شخص کو (غازیپوری کو) ابھی شیعی المزاج والفکر کا مطلب ہی نہیں معلوم بس جو منہ میں آئے بک دیتا ہے، خبط الحواسی میں وہ سیدھی سادی عبارت کا مطلب بھی نہیں سمجھ پاتا'' (ص ۱۵۶)

ایک جگہ سنجیدہ اہل حدیث صاحب نے اپنی سنجیدگی کو یوں عام کیا ہے'' غازیپوری آپ کو فریب پر فریب دے رہا ہے اور اسے اہل حدیث کی ہر ادا گستاخانہ لگتی ہے اگر وہ اپنی آنکھوں پر تقلیدی عینک کے بجائے قرآن و حدیث کی صاف وشفاف عینک چڑھالے اور پھر مشاہدہ کرے تو ان شاء اللہ مدح وقدح کے زاویے بدل جائیں گے'' (ص ۱۴۴)

یہ حضرت سنجیدہ حلیم الطبع صاحب کے چند سنجیدہ اقتباسات ہیں، حضرت نے شروع کتاب سے جو سنجیدگی کی ہوا چھوڑی ہے وہ پوری کتاب میں پوری سنجیدگی کے ساتھ پھیلی ہے اور مشان جان کو معطر کر رہی ہے، میں نے ان اقتباسات کو آخر سے نقل کرنا شروع کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ حضرت شیخ الحدیث سنجیدہ صاحب کی سنجیدگی کی رفتار شروع کتاب سے لیکر آخر تک ایک ہی ہے۔

(۱)......اس کتاب سے معلوم ہوا کہ اہل حدیث کے سنجیدہ حلیم الطبع کے لوگوں کی سنجیدہ حلیم الطبعی کا معیار کیا ہے۔

(۲)......اس کتاب سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کے آشیانوں پر میری کتاب،

''صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ'' کیسا قہر بن کر گری ہے۔

(۳)......اس کتاب سے معلوم ہوا کہ حضرت سنجیدہ صاحب نے بھی اعتراف کرلیا ہے کہ ان کے علماء نے صحابہ کرام کے بارے میں جس نقطۂ نظر کا اظہار کیا ہے وہی درست ہے اور سنجیدہ صاحب کو بھی اس سے پورا اتفاق ہے۔

(۴)......اس کتاب سے معلوم ہوا کہ غازیپوری نے غیر مقلدین کے بارے میں جو یہ کہا ہے کہ اہل سنت والجماعت سے خارج فرقہ ہے، اس میں ذرا بھی تردد نہیں کیا جاسکتا۔

(۵)......اس کتاب سے معلوم ہوا کہ حضرت مصنف کے نزدیک وہ باتیں جو ان کے بڑے کے بارے میں کہنا جرم ہوگا، مثلاً یہ کہنا کہ حافظ عبداللہ محدث غازیپوری، مبارکپوری اور حضرت میاں جی کتاب وسنت کے خلاف احکام وفتوی جاری کیا کرتے تھے، کتاب وسنت کو سمجھتے ہی نہیں تھے، کتاب وسنت کی صریح نصوص کو رد کردیا کرتے تھے، ان کی فہم اور ان کا قول ناقابل اعتبار ہے، وہ غصہ میں غلط فتوی دیا کرتے تھے، اپنی مصلحت کے پیش نظر شریعت کے احکام بدل دیا کرتے تھے اور ان جیسی دوسری باتیں جن کو میں نے صحابہ کرام کے بارے میں ان کی معتبر کتابوں سے نقل کیا ہے، یہ ساری باتیں جو ان کے علماء کی شان میں گستاخی شمار ہوں گی، معاذ اللہ ان باتوں کو صحابہ کرام کی طرف منسوب کرنا، نہ یہ کوئی جرم ہے نہ کوئی خلاف شریعت عمل، بلکہ یہی اصل دین اور اہل سنت واہل حدیث ہونے کی پہچان ہے۔

غیر مقلدین کی کتابوں سے
صحابہ کرام کے بارے میں چند اقتباسات

طریق محمد ص ۴۰ پر جوناگڈھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں لکھتا ہے:

> حنفی بھائیو! ذرا کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر ایمان داری سے بتلاؤ کہ حضرت امام ابوحنیفہ علم وفقہ میں بڑھے ہوئے تھے یا حضرت عمر فاروق خلیفہ

المسلمین امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں آپ کی طرف سے یہ جواب دینے میں غالبا حق بجانب ہوں گا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پس آؤ سنو بہت صاف صاف موٹے موٹے مسائل ایسے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم نے ان میں غلطی کی اور ہمارا آپ کا اتفاق ہے کہ فی الواقع ان مسائل کے دلائل سے حضرت عمر فاروق بے خبر تھے۔

تنویر الآفاق میں رئیس احمد ندوی سابق استاذ جامعہ سلفیہ بنارس لکھتا ہے:

''حضرت عمر نے معاملہ طلاق میں حکم شریعت کے خلاف بخیال خویش اصلاح کیلئے تعزیری قانون نافذ کیا تھا''

آگے لکھتا ہے:

''اسی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی ذاتی مصلحت بینی کی بنیاد پر بعض خلفائے راشدین بعض احکام شرعیہ کے خلاف بخیال خویش اصلاح ومصلحت کی غرض سے دوسرے احکام صادر کر چکے تھے ان احکام کے سلسلہ میں ان خلفاء کی باتوں کو عام امت نے رد کر دیا''

مزید لکھتا ہے:

''ہم آگے چل کر ایسی مثالیں پیش کرنے والے ہیں جن میں احکام شرعیہ ونصوص کے خلاف خلفائے راشدین کے طرز عمل کو پوری امت نے اجماعی طور پر غلط قرار دے کر نصوص واحکام شرعیہ پر عمل کیا ہے۔''

یہ گستاخ لکھتا ہے:

''حالانکہ قرآن مجید کی دو آیتوں اور پچاسوں حدیثوں میں تیمّم سے نماز کی اجازت ہے مگر حضرت عمر اور ابن مسعود کے سامنے یہ آیات واحادیث پیش بھی ہوئی تھیں پھر بھی ان کی سمجھ میں یہ بات نہ آسکی۔''

حضرات یہ دیگ کے چند دانے ہیں، انھیں پر پوری دیگ کو قیاس کرلیا جائے اور صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا پورا چہرہ دیکھنا ہو تو میری کتاب ''غیر مقلدین کا صحابہ کرام کے بارے میں نقطۂ نظر'' کا مطالعہ کیجئے۔ آپ کو غیر مقلدیت کے بارے میں صحیح معلومات فراہم ہوں گی۔

ان گندے اقتباسات میں جو صحابہ کرام کے بارے میں خصوصاً حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جس گندے لب و لہجے میں ان کے علم وفقہ کا مذاق اڑایا گیا ہے وہ صریح شیعیت کی ترجمانی ہے اور صحابہ کرام کے بارے میں شیعیت ہی کا لب ولہجہ ہے، کیا صحابہ کرام کے بارے میں اس لب ولہجہ کا استعمال کرنے والا فرقہ اہل سنت والجماعت کا فرقہ ہوسکتا ہے۔؟

اور ہمارے سنجیدہ اور حلیم الطبع اہل حدیث صاحب نے بھی ان گستاخوں کی وکالت کی ہے اور اس لب ولہجہ کو صحابہ کرام کے بارے میں صحیح کہا ہے کہ اس سے ہمارے اہل حدیث اور اہل سنت ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ جی ہاں! آپ ہی نہیں شیعیوں، خارجیوں کو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔

''وللناس فیما یعشقون مذاهب''

تنویر الآفاق کی ان عبارتوں کو پڑھئے اور ہمارے سنجیدہ صاحب کا یہ کلام بھی ملاحظہ فرمایئے کہ مولانا ندوی کی عبارتوں سے گستاخی کا کوئی پہلو نہیں نکلتا، اور مولانا ندوی کا کوئی جملہ ایسا نہیں ہے جس سے جملہ صحابہ اور ابن مسعود وغیرہ کی توہین وتحقیر کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔

طریق محمد کتاب کی عبارت بھی آپ پھر پڑھ لیں، یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو موٹے موٹے اور روزمرہ پیش آنے والے مسائل نہیں معلوم تھے اور وہ ان کے دلائل سے بے خبر تھے، اصل عبارت پڑھیں اور پھر سنجیدہ صاحب کا یہ کلام بھی جو محمد جونا گڈھی کی وکالت میں ہے اس کو پڑھئے، سنجیدہ صاحب فرماتے ہیں:

''مولانا جونا گڈھی نے ایک لفظ بھی کہیں ایسا نہیں لکھا ہے جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی ہو''۔ (ص ۱۲۲)

اگر مولانا جونا گڈھی کی عبارت ایسی پاک صاف اور بلا گستاخی والی ہے تو انھیں کلام کو سنجیدہ صاحب اپنے کسی بڑے عالم کی شان میں لکھ کر اپنی سچائی ثابت کریں۔

سوال یہ ہے کہ جن کا مذہب اور عقیدہ ہی صحابہ کرام کے بارے میں گستاخانہ اور شعیوں والا ہے اسے صحابہ کرام کے بارے میں اس طرح کے لب ولہجہ والی عبارت کیوں گستاخانہ نظر آئے گی، شیعوں سے پوچھو کہ تم جو صحابہ کرام پر تبرا بکتے ہو کیا تمہارا یہ عمل گستاخانہ ہے؟ وہ جواب دیں گے ہرگز نہیں، یہ تو ہمارا عقیدہ اور مذہب ہے۔ توہین صحابہ کو نہ شیعہ صحابہ کی شان میں گستاخی سمجھتے ہیں اور نہ غیر مقلدین۔

فتشابهت قلوبهم فعاقبتهما انهما فی النار خالدین فیها ذٰلک جزائهم بما کانو ا یعملون. و کل حزب بمالدیهیم فرحون.

☆☆☆☆☆☆☆☆

محمد اجمل مفتاحی

استاد کا خط شاگرد کے نام

عزیز گرامی سلمہ اللہ تعالیٰ جناب مولوی ابوبکر غازیپوری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

پہلے آپ کا دستی خط ملا پھر بعد میں ''زمزم'' نظر نواز ہوا۔ حب الحکم مضمون ''حضرت امام ابوحنیفہ پر محدثین کی جرحوں کی حقیقت'' بغور پڑھا۔ اس میں چند چیزیں نظر ثانی کی محتاج نظر آئیں۔

صفحہ ۱۷ پر جامع بیان العلم وفضلہ سے جو دوسرا پیرا نقل کیا گیا ہے اس میں کچھ کام کی بات چھوٹ گئی ہے پوری عبارت یوں ہے:

الذین رووا عن ابی حنیفة ووثقوه واثنوا علیه اکثر من الذین تکلموا فیه . اس میں ''ووثقوه'' چھوٹ گیا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ سے جن محدثین نے روایت کی ہے اور ان کو ثقہ ٹھہرایا ہے اور جنھوں نے ان کی تعریف کی ہے وہ ان لوگوں سے زیادہ ہیں جنھوں نے ان پر جرح کی ہے۔ (زمزم: ص ۱۷)

(ص ۲۵: زمزم) اور پھر جب استاذ بھی امام بخاری کو نعیم اور حمیدی جیسے لوگ مل جائیں۔ یہ حمیدی کون ہے؟ اور انھوں نے امام ابوحنیفہ پر کیا جرح کی ہے۔؟

ص ۲۶ ''سیرۃ امام بخاری'' سے عبارت نقل کرنے کے بعد صحیح بخاری صفحہ ۸۴۸ سے یہ حدیث نقل کردیتے تو تعقب میں اور جان پیدا ہوجاتی۔

حدیث یہ ہے '' لایتمنین احدکم الموت لضر نزل به. (اخرجہ البخاری ومسلم) جس میں اپنی ہی تخریج کردہ حدیث کے خلاف عمل کر کے موت کی دعا فرمائی۔

محدث ابوجعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ بن حماد العقیلی مصنف ''کتاب الضعفاء'' کے بارے میں اب القطان فاسی (م ۶۲۸) نے کہا ہے ''ثقہ'' جلیل القدر، عالم بالحدیث،

مقدم فی الحفظ، جب کہ ابن القطان خود متعنت اور متشدد فی الحدیث ہیں اور مسلمہ بن القاسم (۳۵۳) کان العقیلی جلیل القدر، عظیم الخطر، مارأیت مثلہ. اس کے بعد عقیلی کے احفظ الناس ہونے کا قصہ اور کچھ حدیثوں میں ان کے امتحان لینے کا واقعہ ذکر کیا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ عقیلی حدیث کے اخذ اور رجال حدیث کی پرکھ میں بہت متشدد اور متعنت واقع ہوئے ہیں۔ راوی کی ایک دو غلطیوں پر بھی سخت جرح کر جاتے ہیں جیسا کہ آپ نے بہت سے محدثین پر عقیلی کی جرحوں کو نقل کیا ہے اور اس میں ضابطہ یہ ہے کہ متشدد کی جرح اس وقت تک قبول نہیں کی جاتی جب تک دوسرے اہل فن بھی اس کی تائید نہ کریں اس لئے ان کی جرحیں امام صاحب پر بھی مقبول نہ ہوں گی لیکن اس جرح کی وجہ سے عقیلی بھی مجروح نہ ہوں گے، کیونکہ دونوں ائمہ عظیم الشان میں سے مسلم ہیں، ان کی آپس کی جرحیں کسی کے حق میں قبول نہیں ہوں گی مگر وہ خود مجروح نہیں جیسے محمد بن اسحاق امام المغازی کی امام مالک پر اور امام مالک امام دارالہجرۃ کی جرح محمد بن اسحٰق پر مقبول نہیں، امام نسائی کی جرح احمد بن صالح مصری پر اور احمد بن صالح کی جرح امام نسائی پر قبول نہیں مگر اس کی وجہ سے نہ محمد بن اسحٰق کی جلالت پر اور نہ امام مالک کی امامت پر اور نہ امام نسائی اور امام احمد بن صالح کی ثقاہت پر کوئی حرف نہیں آتا۔

یہ خط بہت پہلے لکھا گیا مگر روانگی میں تاخیر ہوئی۔

زین العابدین الاعظمی

یکم صفر ۱۴۳۱ھ

محمد ابوبکر غازیپور

اللہ والے

محمد اجمل مفتاحی
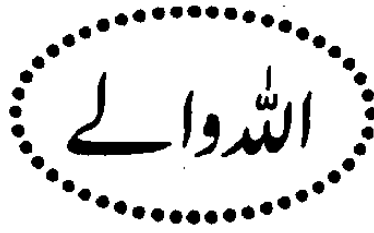
الملک العادل نورالدین زنگی

بادشاہ نورالدین شام کا نہایت عادل، خداپرست، باہمت، باہیبت، خداترس، صاحب تقویٰ بادشاہ تھا۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ خلفائے راشدین اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد اسلام کی تاریخ میں ایسا عادل اور رعایا کی خبر گیری کرنے والا کوئی دوسرا بادشاہ نہیں گذرا۔

اس کی عدل وانصاف پروری کی وجہ سے الملک العادل یعنی عادل بادشاہ اس کے نام کا جز بن گیا، امام ذہبی نے اس کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے:

صاحب الشام، الملک العادل، تقی الملوک، لیث الاسلام

یعنی شام کا بادشاہ تھا، عدل کرنے والا، بادشاہوں میں متقی اور اسلام کا شیر تھا۔

نورالدین کی پیدائش ۵۱۱ھ میں ہوئی۔ اس کے باپ کا نام اتابک ابوسعید زنگی تھا، جس کا تعلق ملک شاہی خاندان سے تھا، یہ خاندان ترکی کہلاتا ہے، نورالدین کا دادا سلطان ملک شاہ بن رجب ارسلطان کی طرف سے شام کے شہر حلب کا نائب تھا۔

نورالدین کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں:

نورالدین عدل اور جہاد کا پرچم اٹھائے ہوا تھا، نگاہوں نے اس جیسا بادشاہ کم دیکھا ہے، بیس سال تک شام میں اس کی حکومت تھی، اس نے اپنے ملک میں شیعیت روافضیت کا خاتمہ کرکے سنت کا چراغ روشن کیا۔

اس بادشاہ کو مدارس ومساجد، شفاخانے بنانے سے خاص دلچسپی تھی، اپنے حدود مملکت میں اس نے ناجائز ٹیکسوں اور شراب کا خاتمہ کیا، انگریزوں کو کئی مرتبہ شکست دی۔

اس کے بعد مزید لکھتے ہیں:

كان بطلا شجاعاً، وافر الهيبة حسن الرمي مليح الشكل ذاتعبد وخوف وورع وكان يتعرض للشهادة.

یعنی بہادر اور دلیر بادشاہ تھا، بارعب تھا، بہترین تیرانداز تھا، خوبصورت تھا، عبادت گذار، خدا سے ڈرنے والا صاحب ورع تھا، اس کی خواہش ہوتی تھی کہ وہ اللہ کے راستہ میں شہید ہو۔

اس کی عبادت گذاری کے بارے میں لکھا ہے کہ:

وہ جماعت سے نماز ادا کرتا تھا، روزہ رکھتا تھا، قرآن کی تلاوت کرتا تھا، تسبیح میں لگا رہتا، کھانے پینے کی چیزوں میں بہت محتاط تھا، کبرے سے بچتا تھا اور علماء اور اچھے لوگوں کی عادات واطوار اختیار کرتا تھا، باہیبت اتنا تھا کہ جو اس کو دیکھتا مبہوت ہو جاتا، مگر جب بادشاہ اس سے بات کرتا تو اتنی نرمی اور اتنے تواضع سے بات کرتا کہ اس کے پاس آنے والا اس کے تواضع اور حسن اخلاق سے حیرت میں پڑ جاتا۔

لوگوں کا بیان ہے کہ اس بادشاہ کے منہ سے نہ رضا میں نہ غصہ میں کوئی فحش اور گندی بات نکلی، نیک اور صالحین کی صحبت میں رہتا اور ایسے لوگوں کے پاس خود ان کی ملاقات اور زیارت کو جاتا۔

موفق عبداللطیف کا بیان ہے کہ نورالدین کا بدن کا پسینہ مسلسل جہاد کی وجہ سے سوکھتا نہیں تھا، وہ اپنے ہاتھ سے کھاتا تھا، کبھی کتابیں نقل کرتا اور کبھی تالہ بناتا اس سے جو پیسہ ملتا اس کو اپنی ذات پر خرچ کرتا، موٹا جھوٹا لباس پہنتا، مصلیٰ اور قرآن کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا، مذہباً حنفی تھا اور شوافع اور موالک کی رعایت کرتا تھا۔

ابن اثیر کہتے ہیں کہ: طالعت سير الملوك فلم ارفيها بعد الخلفاء الراشدين وعمر بن عبدالعزيز احسن منه سيرة ولااكثر منه تحريا للعدل وكان لاياكل ولايلبس ولايتصرف الامن ملك له قداشتراه من سهمه من الغنيمة.

یعنی میں نے بادشاہوں کی سیرتوں کا مطالعہ کیا ہے، میں خلفائے راشدین اور

حضرت عمر بن عبد العزیز کے بعد اسلامی تاریخ میں نور الدین زنگی سے بہتر سیرت و کردار والا نہ اس سے زیادہ عدل و انصاف کا لحاظ کرنے والا کسی اور بادشاہ کو نہیں پایا، اس کا کھانا پینا، پہننا اس کی اپنی ملکیت سے تھا غنیمت کے مال سے اس کو جو حصہ ملتا اس کو بیچ کر اپنا ذاتی خرچ چلاتا۔

سبط الجوزی فرماتے ہیں:

نور الدین کچھ بوڑھی عورتوں کو رکھ رکھا تھا جو اس کیلئے ٹوپیاں تیار کرتی تھیں اور خاموشی سے اس کو بیچا کرتی تھیں، اسی قیمت سے نور الدین افطار کرتا تھا۔

یہ اس بادشاہ کا حال تھا جس کی مملکت کے صرف ایک ملک شام کی سالانہ آمدنی پانچ لاکھ چھیاسی ہزار اور چوہتر دینار تھی، اس کے علاوہ دوسری جگہوں کی آمدنی ہزار ہا دینار تھی۔

نور الدین کا انتقال رجب ۵۶۷ھ میں ہوا، اس کی قبر حلب میں ہے، برکت حاصل کرنے کیلئے لوگ اس کی زیارت کو آتے ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۵، ص ۲۳۳)

سلیمان بن طرخان

شیخ الاسلام ابو المعتمر تیمی بصری سلیمان بن طرخان سلیمان تیمی کے نام سے مشہور ہیں، جلیل القدر محدث اور بڑے صاحب فضل و کمال بزرگ تھے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے سوا انھوں نے ابو عثمان نہدی، امام طاؤس، یحی بن یعمر، قتادہ کے علاوہ محدثین کی ایک بڑی جماعت سے حدیث روایت کی ہے، ان کے شاگردوں میں ابو اسحق سبیعی، امام معتمر، شعبہ، سفیان ثوری، حماد بن سلمہ، سفیان بن عیینہ وغیرہ بہت سے ائمہ حدیث ہیں۔

ان کا حال یہ تھا کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے تھے تو چہرہ کا رنگ بدل جاتا تھا، ان کی ثقاہت و عدالت کی بڑے بڑے محدثین نے تعریف کی ہے، حفاظ بصرہ میں ان کا شمار تھا، عبادت و ریاضت میں بھی اپنے زمانہ کے فخر روزگار تھے، ان کے صاحبزادہ کا بیان ہے کہ ان کے والد چالیس سال تک ایک روز کا ناغہ کر کے روزہ

رکھتے تھے، اور عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے تھے، بڑھاپے میں بھی ان کی نماز نوجوانوں کی نمازوں کو شرماتی تھی۔

ابراہیم بن اسماعیل فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے سلیمان کا کپڑا اعاریت مانگ کر پہنا تو اس میں سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی، صاحب کرامت بزرگ تھے، کسی نے ان کے ساتھ بدتمیزی کی اور اپنے ہاتھ سے ان کا بدن پکڑا تو اس آدمی کا ہاتھ ہی سوکھ گیا۔

لوگوں کا بیان ہے کہ عام طور پر سلیمان تیمی کا چوبیس گھنٹہ اس طرح گذرتا تھا، عشاء کی نماز پڑھ کر رات بھر نوافل میں لگے رہتے، پھر عشاء ہی کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے، عصر کی نماز کے بعد سے مغرب تک ذکر واذکار میں لگے رہتے اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ مسلسل روزہ رکھتے اور بعض کا بیان ہے کہ ایک دن کا ناغہ کر کے روزہ رکھتے، چالیس سال تک عشاء کے وضوء سے صبح کی نماز پڑھنے کا ذکر متعدد لوگوں نے کیا ہے، حماد بن سلمہ فرماتے ہیں کہ بیس سال تک انھوں نے اپنا پہلو زمین سے نہیں لگایا۔

ان تمام ریاضتوں اور عبادتوں کے باوجود حال یہ تھا کہ آخرت کا خوف ان کو گھیرے ہوئے تھا، ایک دفعہ لوگوں نے کہا کہ آپ تو آپ ہی ہیں، آپ جیسا دوسرا کون ہے، تو فرمایا کہ ایسا نہ کہو مجھے معلوم نہیں ہے کہ آخرت میں میرے لئے کیا ظاہر ہوگا، خدا کا ارشاد ہے

بدأ لهم من الله مالم يكونوا يحتسبون.

یعنی آخرت کے روز لوگوں کے لئے وہ چیز ظاہر ہوگی جس کا ان کو وہم وگمان بھی نہ ہوگا۔

ان کا کہنا تھا کہ اگر آدمی صرف رخصتوں پر عمل کرتا رہے گا تو اس میں تمام شر جمع ہو جائے گا۔

ان کے بارے میں یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ یہ ہر تھوڑی دیر کے بعد کچھ نہ کچھ صدقہ کرتے تھے، اگر صدقہ کیلئے کوئی چیز نہ ہوتی تو وہ اس کی جگہ دو رکعت نماز پڑھتے۔

ان کی وفات بصرہ میں ۱۴۳ھ میں ہوئی، ان کی اس وقت عمر ۷۷ سال تھی۔

(سیر اعلام النبلاء: ج ۶، ص ۳۲۳)

ابن الطلا بہ

ابوالعباس کنیت تھی، احمد بن غالب نام تھا اورابن الطلا بہ کاغذی کے نام سے مشہور رتھے، ابن الطلا بہ کی پیدائش ۴۶۲ھ میں ہوئی، بغداد وطن تھا، امام ذہبی نے ان کوالشیخ الصادق الزاہد القدوۃ اور برکتہ المسلمین جیسے القاب سے یاد کیا ہے۔

سمعانی کا بیان ہے کہ:

أفنى عمره في العبادة والقيام والصيام لعله ماصرف مساعة من عمره الافي عبادة.

یعنی انھوں نے اپنی پوری زندگی عبادت میں گذاری، نماز اورروزہ میں گذاردی، ان کی عمر کا کوئی لمحہ ایسانہیں گذرا کہ وہ عبادت میں نہ لگے رہے ہوں۔

لکھا ہے کہ کثرت عبادت کی وجہ سے ان کی کمر جھک گئی تھی اوراتنی جھک گئی تھی کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو رکوع اور قیام میں تمیز بہت کم ہو پاتی، کسی سے ہدیہ قبول نہیں کرتے تھے، ان کے پاس جوہوتا اس پر قناعت کرتے۔

استغناء کا عالم یہ تھا کہ بادشاہوں کوبھی خاطر میں نہیں لاتے تھے، سلطان مسعود حلب کا بادشاہ تھا وہ جب بغداد آتا تواپنی نیک سیرتی وسلامت طبع اور صلاح نفس کی وجہ سے علماء اور صلحاء کی زیارت وملاقات کا خواہشمند ہوتا، اس بادشاہ نے ایک دفعہ ابن الطلا بہ سے بھی درخواست کی وہ اس سے ملاقات کیلئے آئیں تو ابن الطلا بہ نے قاصد کو جواب دیا:

انافي هذالمسجد انتظر داعي الله في النهار خمس مرات

یعنی میں اس مسجد میں دن میں پانچ مرتبہ اللہ کے داعی یعنی موذن کا انتظار کرتا ہوں۔(یعنی مجھے اتنا موقع کہاں کہ میں بادشاہ کی ملاقات کیلئے اس کے پاس جاؤں، قاصد کا یہ جواب سن کر نیک سیرت وفرشتہ خصلت بادشاہ نے کہا کہ میرا ہی اس کے پاس چل کر جانا زیادہ مناسب ہے، چنانچہ بادشاہ خود جاکر ان سے ملا، بادشاہ جب ان کے پاس پہونچا تو وہ چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو خادم نے کہا بادشاہ یہاں

آپ کے پاس کھڑے ہیں، توانھوں نے کہا کہ مسعود کہاں ہے؟ تو بادشاہ نے کہا کہ میں یہاں حاضر ہوں توابن الطلا بہ نے صرف اتنی بات کیا یامسعود اعدل وادع لی. یعنی اے مسعود انصاف کرواور میرے لئے دعا کرو۔ یہ کہہ کر اللہ اکبر کہا اور پھر نماز میں مشغول ہوگئے، بادشاہ نے جوان کی بات سنی تو وہ رونے لگا اور اسی وقت تمام ٹیکسوں کو ختم کرنے کا اعلان کردیا۔

ابن الطلا بہ کا انتقال ۵۴۸ھ میں ہوا، رمضان کی گیارہ تاریخ تھی، ان کے جنازہ میں انبوہ کثیر تھا، حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ خلف بعدہ مثلہ، اپنے بعد اپنی نظیر انھوں نے نہیں چھوڑی۔

(سیر اعلام النبلاء: ص۷۶.....۲۱۵)

قارئین زمزم سے گذارش

زمزم میں بار بار اعلان کیا جاچکا ہے کہ زمزم خسارہ میں جارہا ہے، اس لئے جن حضرات کا چندہ ایک سال یا کئی سال کا باقی رہ گیا ہے، وہ اپنا بقایا بھیج کر ادارہ کے ساتھ تعاون فرمائیں۔ ادارہ زمزم ان تمام حضرات کا شکرگزار ہے جنھوں نے ازراہ تعاون زمزم کیلئے نئے خریدار بنوائے اور ادارہ کی مطبوعات خرید کر زمزم کے قرض کا بوجھ ہلکا کیا۔

واللہ فی عونھم ان شاء اللہ.

☆☆☆☆☆☆

محمد اجمل مفتاحی

ہوس ہی ہوس

محمد اسلم گورکھپوری

آج کے زمانہ میں اہل حدیث فرقہ یعنی غیر مقلدین کا فرقہ ہوس کا مارا فرقہ ہے، ان مسکینوں کا وجود برطانیہ کے دور سے پہلے دنیا کے کسی کونہ میں نہیں تھا، اپنے اوپر سے اس الزام کو ہٹانے کیلئے اہل قرآن فرقہ کی طرح اس نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ حدیث وفقہ اور سیر وتاریخ کی کتابوں میں جہاں اسے اہل حدیث، اصحاب حدیث، محدثین کا لفظ نظر آتا ہے، تو وہ شور مچاتا ہے کہ دیکھو ہم لوگوں کو وجود زمانہ قدیم سے ہے، بالکل اہل قرآن کی طرح کہ ان کو حدیث میں اوتروا یا اهل القرآن کا جملہ نظر آگیا تو انہوں نے چلانا شروع کردیا کہ دیکھو تما صحابہ کرام اہل قرآن تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اہل قرآن کے نام سے یاد کیا تھا، لہٰذا ہمارا وجود صحابہ کرام کے زمانہ سے ہے۔

اب ان مسکینوں کو کون سمجھائے کہ میاں نہ اہل قرآن فرقہ کا وجود زمانہ قدیم میں کہیں رہا ہے اور نہ اہل حدیث فرقہ کا وجود زمانہ قدیم میں رہا ہے، یہ دونوں فرقے دور جدید کی یادگار ہیں اور سلطنت برطانیہ کی عنایتوں کے طفیل ان کا وجود ہوا ہے، انگریزوں نے اپنی حکومت کو ہندوستان میں مضبوط کرنے اور مسلمانوں کے درمیان انتشار افتراق پیدا کرنے کیلئے ان فرقوں کو اپنی عنایتوں کا نشانہ بنایا تھا۔

کسی زمانہ میں بھی اہل حدیث کا وجود بطور مذہبی فرقہ کے نہیں رہا ہے، کتابوں میں یہ نام علمی طبقہ کیلئے استعمال ہوتا رہا ہے، یعنی ہر اس آدمی کو اہل حدیث کہا جاتا تھا جو علم حدیث سے شغل رکھتا تھا، حدیث کا علم حاصل کرنا، اس کا پڑھنا پڑھانا، حدیث کا لکھنا، حدیث کا املاء کرنا، حدیث سنانے کی مجالس کو قائم کرنا، حدیث کا مذاکرہ کرنا، حدیث کو زبانی یاد کرنا جو بھی ان کاموں میں لگا رہتا تھا اس کو اہل حدیث اصحاب اور محدثین کے نام سے جانا جاتا تھا، خواہ وہ حنفی ہوتا، مالکی ہوتا، شافعی ہوتا، حنبلی ہوتا، شیعہ ہوتا، سنی ہوتا، خوارج فرقہ

سے تعلق رکھتا، معتزلی ہوتا، بدعتی ہوتا، غیر بدعتی ہوتا، ظاھری ہوتا غرض جو آدمی بھی علم حدیث سے کسی طرح کا شغل اختیار کرتا اس کو اہل حدیث، اصحاب حدیث کے نام سے جانا جاتا، یہی وجہ ہے کہ ایک محدث کا بیٹا اگر علم حدیث سے شغف نہ رکھتا تو اس کو اہل حدیث نہیں کہا جاتا تھا، اس کا بھائی، اس کا باپ، اس کا کوئی اور رشتہ دار اگر وہ حدیث کا علم حاصل نہ کرتا، اور علم حدیث سے اس کا تعلق نہ ہوتا تو وہ اصحاب حدیث اور اہل حدیث نہیں کہلاتا تھا اس لئے کہ یہ کوئی مذہبی فرقہ نہیں تھا کہ جس طرح شیعہ گھرانے کا ہر شخص شیعی ہوتا ہے، ہر سنی گھرانے کا ہر بچہ سنی ہوتا، ہر حنفی گھرانے کا ہر بچہ حنفی کہلاتا ہے، شافعی گھرانے کا ہر فرد شافعی کہلاتا ہے، اس لئے کہ شیعہ ہونا، حنفی ہونا، شافعی ہونا یہ مذہب کی بنیاد پر تقسیم ہے، اس لئے ہر عالم و جاہل اور چھوٹا بڑا اور ہر مرد و عورت جو ان گھرانوں میں پیدا ہو وہ اس مذہبی فرقہ کے نام سے جانے جاتے ہیں۔

بخلاف اصحاب حدیث اور اہل حدیث اور محدثین کا جو طبقہ تھا وہ علمی طبقہ تھا، وہ کوئی مذہبی فرقہ نہیں تھا اس لئے جب تک کہ کوئی شخص علم حدیث سے شغف نہ رکھتا خواہ وہ کسی محدث ہی کا بیٹا کیوں نہ ہوتا اس کو اہل حدیث یا محدث نہیں کہا جاتا۔ اس لئے دور حاضر کے اہل حدیث یعنی غیر مقلدین جو ایک جدید مذہبی فرقہ کے لوگ ہیں اس فرقہ کا گزشتہ محدثین سے یا گزشتہ زمانہ کے اصحاب حدیث سے اس کا کوئی جوڑ نہیں ہے، ان غیر مقلدین یا نام کے اہل حدیثوں کا قدمائے محدثین سے اپنا رشتہ جوڑنا ان مسکینوں کی ہوس ہی ہوس ہے۔

اور یہ کہ غیر مقلدین کا فرقہ ایک مذہبی فرقہ ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ ان کے گھرانے کا ہر چھوٹا بڑا امرد اور عورت، عالم اور جاہل، بالغ اور نابالغ سب اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں، یعنی ان کا اہل حدیث کہلانا مذہب کی بنیاد پر ہوتا ہے نہ کہ علم حدیث سے شغف رکھنے اور اس کی تحصیل کی بنیاد پر۔

پس چہ نسبت خاک را با عالم پاک

طٰہٰ شیرازی

خمارسلفیت

محمد اجمل مفتاحی

......﴿اندھی تقلید﴾......

بیٹا: اباجی

باپ: جی بیٹا

بیٹا: اباجی آج کے درس میں شیخ جمن حفظہ اللہ مقلدین کے بارے میں باربار فرمارہے تھے کہ مقلدین ائمہ کی اندھی تقلید کرتے ہیں، اندھی تقلید کا کیا مطلب ہے؟

باپ: اندھی تقلید کا مطلب ہے کہ آدمی اپنی عقل کو استعمال نہ کرے اور دوسروں کی پیری میں لگ جائے اور اس کو صحیح وغلط کا پتہ نہ لگے۔

بیٹا: اباجی، اگر اندھی تقلید کا یہی معنی ہے تو مقلدین اپنے ائمہ کی اندھی تقلید نہیں کرتے یہ تو سراسر جھوٹ ہے۔

باپ: تمھیں کیسے پتہ کہ وہ اندھی تقلید نہیں کرتے؟

بیٹا: میں نے جس مقلد سے بات کی تو وہ یہی کہتا ہے کہ ہم جس آدمی کو کتاب وسنت کا ماہر اور دیانت وتقویٰ میں ممتاز اور کتاب وسنت کا عاشق سمجھتے ہیں اور جس کی فہم، جس کے علم پر ہمیں اعتماد ہوتا ہے ہم اس کو اپنا امام بناتے ہیں اور اس کی رہنمائی میں شریعت کے مسائل پر عمل کرتے ہیں، یہ تو سمجھ بوجھ کر تقلید ہوئی اندھی تقلید کہاں ہوئی، تقلید تو ہوئی مگر اندھی نہیں۔

باپ: بیٹا تو تمہاری بات صحیح ہے تو پھر اندھی تقلید کیا ہوتی ہے؟

بیٹا: اباجی اندھی تقلید کا مفہوم تو وہی ہے جو آپ نے عرض کیا ہے مگر یہ تقلید مقلدین کے یہاں نہیں ہے، اس کی مثال ہمارے علماء کے یہاں ملتی ہے۔

باپ: تم کیا کہہ رہے ہو بیٹا، اہلحدیث اور تقلید اور وہ بھی اندھی تقلید، تمہارا دماغ تو صحیح ہے۔

بیٹا: ابا جی، میرا دماغ بالکل صحیح ہے، میں اندھی تقلید کی مثال آپ کے سامنے اپنے مشہور عالم مولانا داؤد راز کی کتاب ترجمہ صحیح اور اس کے حاشیہ سے نکال کر دکھاتا ہوں۔ بخاری شریف جلد اول میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک باب قائم کیا ہے جس عنوان ہے: باب الاذان بعد الفجر . اس میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث نقل کی ہے: ان رسول اللہ کان اذا اعتکف المؤذن للصبح وبدا الصبح صلی رکعتین خفیفتین . اور اس کا ترجمہ کیا ہے: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب مؤذن صبح کی اذان صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد دے چکا ہوتا تو آپ اذان اور تکبیر کے بیچ نماز قائم ہونے سے پہلے دو ہلکی سی رکعتیں پڑھتے۔ (ج ۱: ص ۵۹۶ ترجمہ داؤد راز)

آپ خود فرمائیں ابا جی کہ حدیث کے الفاظ میں اذان کا کہیں ذکر نہیں ہے، مگر چونکہ امام بخاری نے اذان کا باب قائم کیا ہے، اس لئے داؤد راز صاحب نے بلا عقل کا استعمال کئے ہوئے اعتکف کا ترجمہ اذان کر دیا ہے، اور قطعاً غور نہیں کیا کہ اعتکف کا ترجمہ اذن ہرگز نہیں ہوتا ہے۔

باپ: بیٹا داؤد راز صاحب تو ہماری جماعت کے بہت بڑے عالم ہیں، ان سے ایسی بے عقلی کی بات کیسے صادر ہوئی۔

بیٹا: ابا جی، چونکہ ہم لوگوں کو امام بخاری سے غایت درجہ عقیدت ہے اس لئے ہم ان کی تقلید میں گرفتار ہیں، بخاری جو کہہ دیں گے وہی حق ہوگا، خواہ وہ بات ناحق ہی کیوں نہ ہو، اس کا نام اندھی تقلید ہے۔

دوسری بات جو اندھی تقلید کی ہے وہ یہ ہے کہ داؤد راز صاحب نے بلا سوچے سمجھے امام بخاری کی اس غلط حدیث کو ان کی اندھی تقلید کے نتیجہ میں صحیح سمجھ کر نقل کر دیا، بخاری نے اعتکف لفظ غلط نقل کیا ہے، یہ سکت کا محرف ہے، یعنی اصل

حدیث کا لفظ یہ ہے، اذا سکت المؤذن . امام بخاری نے سکت کو اعتکف نقل کیا ہے اور بخاری کی اندھی تقلید میں راز صاحب نے بھی بخاری ہی کا لفظ دہرایا ہے۔

باپ: بیٹا، خیر اس کا تذکرہ دیکھو کسی حنفی دیوبندی سے مت کردینا۔

بیٹا: مجھے کیا غرض ہے ابا جی کہ اپنی جماعت کے مشہور عالموں میں سے کسی عالم کی ہنسی اڑواؤں، مگر بات چھپتی کہاں ہے چھپانے سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ طٰہٰ شیرازی خمار سلفیت والے کے ہاتھ داؤد راز کا ترجمہ لگ گیا ہے۔

باپ: یہ تو بہت برا ہوا بیٹا

بیٹا: ابا جی، کیا داؤد راز کو پتہ نہیں چل سکا کہ اصل حدیث کا لفظ کیا ہے؟

باپ: پتہ نہیں بیٹا

داؤد راز اور اندھی تقلید

بیٹا: ابا جی

باپ: جی بیٹا

بیٹا: ابا جی داؤد راز صاحب کا بخاری شریف کا ترجمہ آپ نے پڑھا ہے؟

باپ: نا بیٹا، البتہ سنا ہے کہ شیخ کلو حفظہ اللہ کے پاس وہ پہونچ چکا ہے وہ اس کا مطالعہ کر رہے ہیں۔

بیٹا: ابا جی وہ صرف مطالعہ ہی نہیں کر رہے ہیں بلکہ داؤد راز پر وہ غصہ سے دانت پیس رہے ہیں۔

باپ: ہوا کیا بیٹا، وہ تو ان کے بڑے مداح تھے۔

بیٹا: ابا جی، مداح پہلے تھے اب نہیں ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص احادیث کی تشریحات میں جگہ جگہ احناف پر اندھے مقلد ہونے کا طعنہ کستا ہے اور خود کو بہت بڑا علامہ سمجھتا ہے لیکن وہ خود اندھی تقلید میں گرفتار ہوتا رہتا ہے، اور دوسروں کی اندھی تقلید میں احادیث رسول کی غلط تشریح کرتا ہے۔

باپ: بیٹا، کیا پھر کوئی نئی مثال داؤد راز کی اندھی تقلید کی ملی ہے، میں تو پہلی ہی والی مثال سے پریشان تھا۔

بیٹا: جی اباجی، ایک اور مثال ہے اور اس طرح کی ایک نئی کئی مثالیں ہیں، اس دوسری مثال کا پتہ شیخ کلو حفظہ اللہ کو لگا ہے، شیخ کلو اس پر اور طیش ہے کہ داؤد راز نے اب کی دفعہ اندھی تقلید ایک حنفی دیوبندی عالم کی ہے، اور اپنے علم اور اپنی عقل کا مذاق اڑوایا ہے، اور جماعت کو بدنام کیا ہے۔

باپ: وہ مثال کیا ہے، وہ دیوبند عالم کون ہے؟ مجھے تو اختلاج ہو رہا ہے۔

بیٹا: اباجی، داؤد راز صاحب نے اس پہلی جلد میں اس حدیث کی تشریح میں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت کے ذکر میں ہے، فرمایا ہے۔

باپ: بیٹا، پہلے داؤد راز کا فرمانا مت ذکر کرو مجھے پہلے حدیث سناؤ۔

بیٹا: اباجی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الوفات کے زمانہ میں حضرت عائشہ سے فرمایا تھا کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں، حضرت عائشہ نے فرمایا تھا کہ حضرت ابوبکر دل کے کمزور آدمی ہیں آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو وہ برداشت نہیں کرسکیں گے اس لئے آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہیں کہ وہ نماز پڑھائیں وہ باحوصلہ ہیں وہ اس مصیبت کو برداشت کرلیں گے لیکن حضورؐ نے اس پر اصرار کیا کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حفصہ سے کہا کہ تم بھی یہ بات حضور سے کہو تو آپ ان پر خفا ہوئے اور حضرت حفصہ سے کہا: مہ انکن لانتن صواحب یوسف. یعنی تم عورتوں کا حال یوسف والی عورتوں کا ہے کہ جس طرح وہ عورتیں یوسف کو ورغلا رہی تھیں تم لوگ بھی مجھے ورغلا رہی ہو۔

اباجی یہ تو ہے حدیث اور اس کا مطلب مگر راز صاحب فرماتے ہیں۔

حدیث میں صواحب یوسف کا لفظ آیا ہے، صواحب صاحبۃ کی جمع ہے لیکن یہاں مراد صرف زلیخا سے ہے اس طرح حدیث میں انتم کی ضمیر جمع کیلئے

استعمال ہوئی ہے، لیکن یہاں بھی صرف ایک ذات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد ہے۔ (ج۱:ص۶۳۴)

داؤد راز صاحب نے یہ تشریح تفہیم البخاری سے لی ہے، جو ایک دیوبندی عالم کی کتاب ہے اور اس دیوبندی نے اس تشریح میں جو غچہ کھایا ہے وہی غچہ اس دیوبندی کی اندھی تقلید میں داؤد راز کا مقدر بنا ہے۔

حدیث پاک میں انکن لانتن کا لفظ ہے، ضمیر مؤنث جمع کی ہے اور داؤد راز صاحب کو اس کی جگہ انتم جمع مذکر کی ضمیر نظر آرہی ہے، صواحب سے مراد زلیخا اور اس کی سہیلیاں ہیں مگر داؤد راز کی فہم میں صرف زلیخا مراد ہے، اور حضور کا خطاب حضرت حفصہ اور ان کے ساتھ اس مشورہ میں جتنی ازواج یا عورتیں تھیں سب شامل ہے، مگر داؤد صاحب فرماتے ہیں صرف حضرت عائشہ کی ذات مراد ہے۔ یہ صرف اندھی تقلید کا نتیجہ ہے۔

باپ: بیٹا تم نے آج وہ بات سمجھادی ہے کہ اس کا تصور بھی میں نہیں کرسکتا تھا، میں تو داؤد راز کو جماعت اہل حدیث کا بہت بڑا عالم بلکہ علامہ سمجھا کرتا تھا، مگر وائے افسوس کہ جو کچھ سنا افسانہ تھا۔

بیٹا: ابا جی، کیا اب بھی ہم لوگ تقلید اور مقلدین کو برا بھلا کہیں گے اور اپنی قدر نہیں پہچانیں گے۔؟

باپ: پتہ نہیں بیٹا۔

محمد اجمل مفتاحی

مکتبہ اثریہ غازیپور سے شائع ہونیوالا

جلد ۱۳

دوماہی دینی وعلمی مجلہ

شمارہ ۳

زمزم

رجب المرجب، شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

مدیر مسئول و مدیر التحریر

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

سالانہ چندہ ۱۰۰/روپے

پاکستان کے لئے .... پاکستانی ۲۵۰/روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر ممالک سے دس ڈالر امریکی

ترسیل زر کیلئے اکاؤنٹ نمبر Punjab National Baink 0662010100011488 صرف محمد ابوبکر لکھا جائے

پتہ

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ، غازیپور۔ یوپی

Pin. 233001 .... Mob.9453497685

محمد اجمل مفتاحی

فہرست مضامین

قارئین کرام سے گذارش

قارئین کرام سے ادارہ "زمزم" گذارش کرتا ہے کہ جن حضرات کے ذمہ "زمزم" کی بقایا رقمیں ہیں اور وہ اب تک ان کی ادائیگی نہیں کر سکے ہیں برائے کرم ان رقموں کی ادائیگی فرما کر "زمزم" کا تعاون فرمائیں، اور ادارہ کو خسارہ سے بچائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد اجمل مفتاحی

اداریہ

گزشتہ چند برسوں سے ملک کے مختلف حصوں میں دہشت گردانہ کارروائیوں کا جوسلسلہ جاری رہا ہے، اب ملک کے سامنے ان کا خلاصہ ظاہر ہونے لگا ہے، ہوتا یہ رہا ہے کہ ان کارروائیوں کے فوراً بعد میڈیا والوں کو اور حکومت کے انتظامی اداروں کو ان کارروائیوں کے پیچھے لشکر طیبہ کا ہاتھ، جیش محمد کا ہاتھ، سیمی والوں کا ہاتھ اور اسی طرح دوسری مسلمانوں سے جڑی ہوئی تنظیموں کا ہاتھ نظر آنے لگتا تھا۔ ٹی وی اور اخبارات کے ذریعہ اس کا اشتہار اس طرح کیا جاتا تھا کہ ہندوستان میں بسنے والی دوسری اقوام کے لوگوں کو ہر مسلمان دہشت گرد نظر آتا تھا، اور خود مسلمانوں کا بسوں میں، گاڑیوں میں سفر کرنا مشکل تھا، تیز اور ترچھی نگاہ ان پر پڑتی تھی اور مسلمان بیچارہ حیرت اور دہشت سے سہا سہا سا ہوتا تھا، مگر اب جو سی بی آئی کی تحقیقی رپورٹیں آرہی ہیں، اور ان رپورٹوں کی بنیاد پر جو گرفتاریاں ہورہی ہیں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ ان میں ایک مسلمان نظر نہیں آتا، ساری گرفتاریاں ان کی ہورہی ہیں جو ہندو تنظیموں سے منسلک لوگ ہیں، اسی طرح ملک کے رازوں کو ملک سے باہر بھیجنے کے الزام میں جتنی بھی گرفتاریاں ہوئی ہیں وہ سب دیش بھگتوں کی ہیں، ان میں ایک بھی مسلمان الحمد للہ نہیں ہے۔

اب مسلمان اس الزام سے بری ہے کہ وہ ملک کا دشمن ہے اور اس کو اپنے ملک سے محبت نہیں ہے، ملک کا دشمن کون ہے اور ملک کو تباہی کے دہانے پر لے جانے والی کون تنظیمیں ہیں یہ بات اب ڈھکی چھپی نہیں ہے۔

اگر حکومت نے ان دشمنان ملک کے خلاف سخت رویہ نہیں برتا اور ان کو ان کے جرم کے مطابق سزا نہیں دی تو ملک کے یہ دشمن اور یہ تنظیمیں ملک کا چہرہ اسی طرح داغدار کرتی رہیں گی اور ملک بدنام ہوتا رہے گا، اور بے قصور قصوروار قرار دیئے جاتے رہیں گے،

اب دیکھنا ہے کہ ملک کے غداروں کے خلاف چاہے وہ تنظیمیں ہوں یا افراد ہماری حکومت کیا کرتی ہے، ہمیں تو اس کی خوشی ہے اور بے انتہا خوشی ہے کہ الحمدللہ مسلمانوں کے خلاف ملک کی غداری اور ملک میں دہشت گردی کی کارروائیوں کا جو الزام لگ رہا تھا حقیقت بے نقاب ہو جانے کے بعد اب وہ الزام آہستہ آہستہ ختم ہو رہا ہے۔

....

تشکر و امتنان

گزشتہ دو تین برسوں سے ادارہ ''زمزم'' قرضوں سے زیر بار تھا اور ''زمزم'' کا باقی رہنا مشکل ہو رہا تھا، خریداروں کی تعداد گھٹتی جا رہی تھی، ان کے ذمہ جو بقایا رقم تھی وہ مل نہیں رہی تھی، ادارہ نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ اب زمزم کی اشاعت اس صورت حال میں مشکل ہے، چنانچہ 'زمزم' کی اشاعت بند کر دینے کا ادارہ کو اعلان کرنا پڑا، اس سے ہمارے بعض دوستوں کو اور زمزم کے قدردانوں کو بڑی تکلیف ہوئی، ان کا اصرار رہا کہ 'زمزم' اپنا فیصلہ بدلے، ان کی طرف سے یقین دہانیاں ہوئیں کہ یہ مخلص حضرات زمزم کو اس کی موجودہ صورت حال سے نکالیں گے اور اس سلسلہ میں انہوں نے اپنے پورے تعاون کا یقین دلایا، چنانچہ ان کے اصرار پر زمزم کے ایک شمارہ کی غیبوبت کے بعد زمزم پھر شائع ہونے لگا۔

ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ زمزم کے مخلصین نے ہمیں اپنا تعاون دیا اور زمزم اب اس لائق ہے کہ سال دو سال تک اپنا سفر جاری رکھ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اجر جزیل دے جنہوں نے زمزم کی مشکلات کو سمجھا اور س سلسلہ میں اپنا بیش قیمت تعاون پیش کیا، تعاون کا یہ سلسلہ اگر جاری رہا تو ان شاء اللہ زمزم کی اشاعت پابندی سے ہوتی رہے گی۔

محمد ابوبکر غازیپوری

نبوی ھدایات

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر تم لوگ وہ بات جانتے جس کو میں جانتا ہوں تو البتہ روتے زیادہ اور ہنستے کم۔

زیادہ ہنسنا آخرت کی بے فکری کی وجہ سے ہوتا ہے، اگر آدمی کو معلوم ہو کہ آخرت کا منظر کتنا ہولناک ہوگا، ایک ایک عمل کا حساب دینا ہوگا، چھوٹی بڑی چیز کا سوال ہوگا، تو اس پر آخرت کی فکر سوار ہوگی اور وہ اپنے کو گناہوں سے بچنے اور نیک عمل کے کرنے کی فکر میں لگائے رکھے گا، اور جس کی حالت یہ ہوگی اس کو زیادہ ہنسنا ہنسانا کہاں نصیب ہوگا، وہ تو آخرت کی فکر میں ڈوبا ہوگا، یہ حالت اللہ والوں کی ہوتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخرت کے بارے میں سب سے زیادہ جانکاری تھی، اس وجہ سے آخرت کی فکر بھی سب سے زیادہ آپ کو تھی، اسی وجہ سے آپ پر ہنسی کا غلبہ بہت کم ہوتا تھا، حدیث پاک میں آتا ہے کہ آپ کا ہنسنا زیادہ تر مسکرانا ہوتا تھا، کبھی کبھار ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی حالت طاری ہوتی کہ ہنسنے میں آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوتے۔ (مشکوٰۃ)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو منزل کے فوت ہونے کا اندیشہ رکھتا ہے وہ رات کے ابتدائی حصہ میں گھر سے نکلتا ہے، اور جو شروع رات میں نکلتا ہے وہ منزل کو پالیتا ہے، آگاہ رہو اللہ کا سامان مہنگا ہے، اللہ کا سامان جنت ہے۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت بلیغ اور معجز کلام ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کو منزل مقصود حاصل کرنے کی فکر ہوتی ہے وہ اس کیلئے پہلے ہی سے تیاری کرتا ہے، اور رات کے شروع حصہ میں گھر سے نکلتا ہے تاکہ صبح ہونے سے پہلے پہلے وہ اپنی منزل کو پہونچ جائے۔ اسی طرح جنت کا معاملہ ہے، جو کہ نہایت قیمتی چیز ہے، اس کو

حاصل کرنے کیلئے بھی آدمی کو پہلے سے تیاری کرنی ہوگی، یعنی جنت میں جانے کا جو راستہ ہے اس کو اختیار کرنا ہوگا، یعنی نیک عمل کرنا ہوگا، حرام سے بچنا ہوگا، اللہ کا خوف پیدا کرنا ہوگا، اس کے احکام کی تابعداری میں زندگی گزارنی ہوگی تب جنت ملے گی، یعنی ہاتھ پاؤں مارے بغیر یہ قیمتی چیز حاصل ہونے والی نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ)

(۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز لوگ اپنے اعمال کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔ (مشکوٰۃ)

یعنی آدمی کی موت اگر اچھے عمل پر ہوگی تو قیامت کے روز اس کے ساتھ اچھا معاملہ ہوگا اور اگر اس کی موت برے عمل پر ہوگی تو اس کا حشر میں برا ہوگا۔

اس حدیث کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مرتے وقت کے عمل کا اللہ کے یہاں اعتبار ہے یعنی اگر آدمی کی موت کفر پر ہوگی تو خواہ پوری زندگی اچھا عمل کرتا رہا ہو اس کا حشر بھی کافروں کے ساتھ ہوگا، اور اگر اس کی موت ایمان پر ہوگی تو اس کا حشر مومنین کے ساتھ ہوگا، خود پوری زندگی اس کی کفر پر گذری ہو۔

(۴) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سب سے زیادہ اندیشہ تم لوگوں پر شرک خفی سے ہے، دجال کے شر سے بھی زیادہ میں تم لوگوں کے بارے میں اس سے میں ڈرتا ہوں، پھر آپ نے فرمایا کیا تم کو شرک خفی کا پتہ نہ بتلادوں، شرک خفی یہ ہے کہ آدمی نماز کیلئے کھڑا ہو اور اس کو زیادہ اچھی طرح سے پڑھے اس وجہ سے کہ فلاں آدمی اس کی نماز کو دیکھ رہا ہے۔ (مشکوٰۃ)

یعنی دوسروں کو دکھاوے کیلئے (جس کو ریا کہتے ہیں) آدمی اپنے عمل کو اچھا بنائے ریا ایسی بدترین چیز ہے اور ایسی مہلک اخلاقی بیماری ہے جس کی وجہ سے انسان کا سب کیا دھرا خاک میں مل جائے گا۔ اللہ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے، جو کام خالص اللہ کیلئے ہو وہی اللہ کو پسند اور اس کے یہاں مقبول ہے، چونکہ انسان کا عمل جو دوسروں کو دکھلاوے کیلئے ہوتا ہے، خالص اللہ کیلئے نہیں ہوتا ہے، اس وجہ سے ریا والے عمل کو شرک خفی کہا جاتا ہے، وہ عمل شرک اس لئے ہوتا ہے کہ اس میں اللہ کی ذات کے علاوہ دوسروں کو شریک کرلیا گیا اور خفی اس لئے اس کو کہا گیا کہ بظاہر وہ شرک نہیں ہے۔

قسط دوم

داؤد راز کی کتاب تشریح بخاری

امام بخاری مجتہد تھے یا مقلد۔؟

محمد ابوبکر غازیپوری

داؤدراز صاحب نے مقدمہ کتاب میں یہ بحث بھی اٹھائی ہے کہ امام بخاری خود مجتہد تھے کسی امام کے مقلد نہیں تھے، فرماتے ہیں:

''یہ حقیقت ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کسی بھی مذہب متعبہ کے مقلد نہیں تھے'' (ص۳)

اور فرماتے ہیں:

''ان کو مقلد کہنا سراسر جہالت وحماقت ہے''

حضرت امام بخاری کو کسی حنفی نے مقلد نہیں بتلایا ہے، اس لئے یہ جہالت تو ان سے صادر نہیں ہوئی اور نہ ہی یہ حماقت ان کا مقدر بنی، البتہ نواب صدیق حسن خان نے اور عراقی نے طبقات شافعیہ میں علامہ تاج سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو مقلد بتلایا ہے، کسی نے امام شافعی کا اور کسی نے امام احمد بن حنبل کا، اب اگر جہالت وحماقت کا صدور ہوا ہے تو ان مذکورہ بالا علمائے اسلام سے، مگر اس میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے جیسا کہ خود راز صاحب کے کلام سے ظاہر ہوا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ کا مجتہد مطلق ہونا متفق علیہ امر نہیں ہے، کسی کے نزدیک ہیں اور کسی کے نزدیک نہیں ہیں، اگر امام بخاری کو مجتہد مطلق مان بھی لیا جائے تو وہ ایسے مجتہد ہیں کہ اس عالم ہست ونیست میں ان کا کوئی مطلق مقلد نہیں ہوا ہے، یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث تو لینے والے بہت ہیں مگر ان کے فقہی مذہب کی تقلید کرنے والا ایک بھی نظر نہیں آتا، اگر کسی غیر مقلد کو اس کا علم ہو تو ہمیں اس کا پتہ بتلائے، اگر واقعہ یہی ہے اور یقیناً یہی ہے تو ایسے مجتہد ہونے کا فائدہ کیا جس کا اجتہاد اس کی ذات میں

گم ہوکر رہ جائے۔

البتہ داؤد راز صاحب سے گذارش ہے کہ کسی ایک ایسے امام اور محدث کا پتہ بتلائیں جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہم عصر ہو اور اس نے امام بخاری کو مجتہد مطلق کا لقب دیا ہو۔ میرے علم میں یہ راگ سب سے پہلے حافظ ابن تیمیہ نے الاپا ہے اور پھر ان کے بعد علامہ سخاوی نے اور پھر یہ سلسلہ چل پڑا کہ لوگ ان کے مجتہد مطلق ہونے کا دعویٰ کرنے لگے، ہمارے علماء دیوبند میں سے بھی بہت سے لوگوں کا یہی خیال ہے، ان میں سے بلند ترین شخصیت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ مگر یہ سب لوگ بعد کے ہیں، حضرت امام بخاری کے ہم عصروں میں سے ایک بھی ہم عصر کا پتہ نہیں چلتا جس نے امام بخاری کو مجتہد مطلق کا خطاب دیا ہو اور پوری دنیائے اسلام میں آج تک ایک بھی شخص امام بخاری کا فقہی مسائل میں مقلد مطلق نظر آتا، اور نہ آج تک کسی نے امام بخاری کا فقہی مذہب الگ مدون کیا ہے، اگر مجتہد مطلق ہونے کا یہی مطلب ہے تو ایسے اہل اجتہاد اس امت میں نہ معلوم کتنے گزرے ہیں، امام بخاری اگر ایسے مجتہد مطلق ہو گئے تو کیا کمال حاصل کیا؟ لوگوں نے تو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی دعویٰ کیا ہے کہ وہ مجتہد مطلق تھے، مگر کیا ان حضرات مجتہدین کی شان ائمہ اربعہ کی ہے جن کے اجتہاد، جن کے فقہ اور جن کے مذہب کی پیروی کرنے والے ہر زمانہ میں لاکھا لاکھ اور کروڑ ہا کروڑ کی تعداد میں پائے جاتے رہے ہیں اور اب بھی پائے جاتے ہیں۔

اہل حدیث اہل قرآن بھی ہیں

راز صاحب کا دعویٰ

راز صاحب فرماتے ہیں کہ لفظ ''اہل حدیث'' دو لفظوں سے مرکب ہے۔ پہلا لفظ اہل ہے اور دوسرا لفظ حدیث ہے اس کا ترجمہ حدیث والے بنتا ہے، حدیث اللہ کے پاک کلام قرآن کا نام ہے پھر حدیث جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کا نام ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ قرآن وحدیث والے ہیں۔

لفظ اہل حدیث کی ایسی تشریح کب کسی نے سنی ہوگی۔ بس حضرت راز صاحب سے گذارش ہے یا ان کا کوئی شاگرد یا مرید ہے تو اس تشریح کو کسی محدث سے ثابت کردے۔

راز صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث اللہ کے پاک کلام قرآن کا نام ہے، یہ جہالت کی انتہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو کلام اللہ کا نام دیا جائے، اللہ کا کلام قطعی ہوتا ہے، رسول اللہ کی احادیث ظنی ہوتی ہیں، ظنی کو قطعی سے کیا مناسبت، قرآن کو اللہ نے بذریعہ جبرئیل تیس سال کی مدت میں تھوڑا تھوڑا کرکے نازل کیا ہے، کیا احادیث رسول کو بھی جبرئیل کے ذریعہ تیس سال کی مدت میں نازل کیا گیا ہے۔؟

راز صاحب فرماتے ہیں:

''اولین حدیث قرآن مجید ہے'' اور پھر فرمایا کہ چودہ آیتوں میں قرآن پر حدیث کا لفظ بولا گیا ہے، مگر سوال یہ ہے کہ محدثین کی اصطلاح میں جس کو حدیث کہا جاتا ہے قرآن میں جہاں لفظ حدیث آیا ہے حدیث کا وہی اصطلاحی معنی مراد ہے، مثلاً ایک آیت راز صاحب نے نقل کی ہے ''فلیأتوا بحدیث مثلہ'' فرماتے ہیں کہ دیکھو یہاں قرآن پر لفظ حدیث بولا گیا ہے، حالانکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے منکرین اگر تم کو قرآن کے بارے میں شک ہے کہ وہ اللہ کا کلام نہیں ہے بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود گڑھ لیا ہے تو تم اس جیسی ایک بات گڑھ کر لاؤ۔ بھلا کوئی بتائے کہ اصطلاحی حدیث سے اس آیت میں جو لفظ حدیث ہے اس کا کیا تعلق ہے؟ آیت میں جو حدیث کا لفظ ہے، اس کا تعلق منکرین کے کلام سے ہے نہ کہ اللہ کے کلام سے ہے یعنی تم بھی گڑھو، قرآن جیسا کلام، یہاں حدیث کا لفظ منکرین کے کلام پر بولا گیا ہے۔

اسی طرح جتنی آیتیں راز صاحب نے ذکر کی ہیں ان میں سے کسی کا بھی تعلق راز صاحب کے دعویٰ سے نہیں ہے بہت سی آیتوں میں حدیث کے لفظ کو نکرہ ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً ''**لایکادون یفقھون حدیثا، فبأی حدیث بعدہ، ما کان حدیثاً یفتریٰ**'' اگر ان آیتوں میں جو حدیث کا لفظ ہے اگر اس لفظ سے مراد قرآن ہوتا تو اس لفظ کو نکرہ نہیں بلکہ معرفہ ہونا چاہئے تھا، مگر ان ہوس کے بندوں کو کون سمجھائے کہ قرآن کی آیتوں کی معنوی

تحریف کر کے اور غلط مطلب بیان کر کے تم اپنے کو جہنم کا ایندھن مت بناؤ، قرآن پاک کو اپنی ہوس اور اپنی خواہش کا نشانہ مت بناؤ، اپنی گمراہیوں کو مزید پختہ نہ کرو، اپنی جہالتوں کو مزید آشکارانہ کرو۔

راز صاحب نے عنوان قائم کیا ہے

''حدیث نبوی بھی عین وحی الٰہی ہے'' پھر فرماتے ہیں: آیت کریمہ ''وما ینطق عن الھویٰ .ان ھوالا وحی یوحی'' کے تحت احادیث رسول بھی عین وحی الٰہی ہے۔

(ص ۱۲۸)

یہ بھی جاہلانہ کلام ہے اور آیت کریمہ کی غلط تشریح اور تفسیر، آیت کریمہ کا مطلب تو یہ ہے کہ منکرین قرآن جو قرآن کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی طرف سے گڑھا ہے یا یہ کاہن کا قول ہے، یا شاعر کا قول ہے، اس آیت میں ان کا رد ہے کہ یہ قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا گڑھا ہوا نہیں ہے، نہ یہ کسی شاعر کا کلام ہے نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے بلکہ یہ وہ کلام اللہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کیا ہے۔

اہل حدیث جدید فرقہ نہیں ہے

راز صاحب فرماتے ہیں کہ ''اہل حدیث کوئی جدید فرقہ نہیں ہے'' اگر اہل حدیث جدید فرقہ نہیں ہے تو اس کو قدیم فرقہ ثابت کرنے کی کوشش کیوں کی جاتی ہے، اور راز صاحب نے بھی اس فرقہ کی قدامت ثابت کرنے کیلئے لمبی چوڑی گفتگو کیوں کی ہے، آخر غیر مقلدوں کو کیوں بار بار ضرورت پڑتی ہے کہ وہ اپنے کو قدیم ثابت کرے، کسی حنفی، کسی شافعی، کسی مالکی، کسی حنبلی، کسی شیعی، کسی معتزلی، کسی خارجی نے کبھی اس کی کیوں ضرورت محسوس نہیں کی۔؟

اچھا اگر یہ قدیم فرقہ ہے تو کسی ایک آدمی کو بتلاؤ سلف کا یا خلف کا، جو دور برطانیہ سے پہلے کا ہو یعنی پہلی صدی سے لیکر گیارہویں صدی تک کا جس کا مذہب وہی رہا ہو جو آج کے غیر مقلدوں کا ہے، یا کسی غیر مقلد کی کوئی کتاب، کوئی مسجد، کوئی مدرسہ اس طویل مدت میں پایا گیا ہو اس کا نشان و پتہ بتلاؤ۔

غیر مقلدین کی یہ ہوس ہی ہوس ہے کہ انہوں نے حدیث وسیر وتاریخ کی کتابوں میں جہان محدث، اہل حدیث اور اصحاب حدیث کا ذکر دیکھا تو چلا اٹھے، دیکھو ہمارا وجود زمانہ قدیم سے ثابت ہورہا ہے، ان کی جہالت کی انتہا یہ ہے کہ اپنے مذہبی فرقہ پر علمی طبقہ کا نام فٹ کرتے ہیں، اہل حدیث اصحاب حدیث یہ علمی طبقہ کا نام ہے، یعنی وہ طبقہ علم حدیث سے شغل رکھنے والا رہا ہے، گذشتہ زمانہ میں اہل حدیث نام کا کوئی مذہبی فرقہ کا کبھی وجود ہی نہیں رہا ہے۔

حدیث سے شغل رکھنے والے ہی کو محدثین کے نام سے، اہل حدیث کے نام سے اور کبھی اصحاب حدیث کے نام سے جانا جاتا رہا ہے، اور چونکہ یہ طبقہ علمی طبقہ ہے، اس وجہ سے اصحاب حدیث یا اہل حدیث یا محدثین کا اطلاق حنفی پر بھی ہوتا ہے، شافعی پر بھی ہوتا ہے، مالکی اور حنبلی پر بھی ہوتا ہے، شیعہ پر بھی ہوتا ہے، سنی پر بھی ہوتا ہے، خوارج اور معتزلہ پر بھی ہوتا ہے، بدعتی اور غیر بدعتی پر بھی ہوتا ہے، غرض جو بھی علم حدیث سے تعلق رکھتا تھا سب کو محدث اہل حدیث اور اصحاب حدیث کہا جاتا تھا، ان محدثین کو موجودہ زمانہ کے اہل حدیثوں سے کیا تعلق جو ایک جدید مذہبی فرقہ ہے، اس لئے راز صاحب نے اپنے فرقہ کو قدیم فرقہ ثابت کرنے کیلئے سیر وتاریخ کی یا احادیث سے متعلق کتابوں میں اصحاب حدیث اور اہل حدیث کا لفظ دیکھ کر اپنے اس مذہبی فرقہ کو قدیم ثابت کرنے کی جو کاوش فرمائی ہے، سب رائیگاں ہے، اور غیر مقلدین کی صرف ہوس ہی ہوس ہے، راز صاحب ذرا یہ بھی بتلائیں کہ دور برطانیہ سے پہلے، اہل حدیث فرقہ کے کتنے مدرسے رہے ہیں، کتنی مساجد رہی ہیں، کون کون سی کتابیں اس فرقہ کے علماء نے لکھی ہیں، ان مؤلفین کا نام کیا ہے، اگر راز صاحب ان باتوں کو ثابت کریں تو ہم ان کو قدیم فرقہ مان لیں گے۔

راز صاحب کی عنایت مقلدین احناف پر

راز صاحب کی یہ کتاب جو بخاری شریف کی تشریح وتوضیح وترجمہ کے نام سے وجود میں آئی ہے، اس کا خاص مقصد دراصل تقلید کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکالنی ہے، فقہ حنفی کے بارے میں عوام کے جذبات کو مشتعل کرنا ہے، راز صاحب سے پہلے غیر مقلدین

علماء نے حدیث کی خدمت کے نام پر یہی کیا ہے، اور راز صاحب نے بھی اس کا ارادہ کیا ہے۔

راز صاحب نے پوری کتاب کو جگہ جگہ اس طرح کی باتوں سے گندہ کیا ہے اور احناف کو ذرا سا بھی موقع ملنے پر نہیں بخشا ہے، چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

صفحہ ۱۹۵ پر لکھتے ہیں، صحیح احادیث مرفوعہ کی موجودگی میں جو لوگ اپنے مزعومہ اماموں کے اقوال کو مقدم رکھتے ہیں، اور اللہ کے رسول کے فرمان کو ٹھکرا دیتے ہیں۔

صفحہ ۲۷۷ میں ارشاد ہوتا ہے، آج چودہویں صدی میں کچھ ایسے متعصب مقلد جامد وجود میں آگئے ہیں، ایسے لوگ محض اپنے مزعومہ تقلیدی مذاہب کی حمایت میں ذخیرہ احادیث نبوی کو مشکوک بنا کر اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنا چاہتے ہیں۔

صفحہ ۲۸۵ میں ارشاد ہوتا ہے، امت میں سب سے بڑا فتنہ ائمہ کی تقلید محض کے نام پر افتراق وانتشار پیدا کرنا ہے۔

صفحہ ۲۲۴ پر ارشاد ہوتا ہے، اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مکمل ہو چکا تھا جس میں کسی تقلیدی مذہب کا وجود نہ تھا.........تقلیدی مذاہب کا اسلام کی چار صدیوں تک پتہ نہیں تھا، ان پر اب ان چیزوں کو دین میں داخل کرنا کسی امام بزرگ کی تقلید مطلق کو واجب قرار دینا اور ان بزرگوں سے یہ تقلیدی نسبت اپنے لئے لازم سمجھ لینا یہ وہ امور ہیں جن کو ہر بابصیرت مسلمان دین میں اضافہ کہے گا۔

صفحہ ۴۱۹ پر ارشاد ہوتا ہے، صحابہ کرام آج کل کے اندھے مقلدین کی طرح نہ تھے کہ صحیح احادیث کے سامنے بھی اپنے رائے اور قیاس پر اڑے رہیں اور کتاب وسنت کو محض تقلید جامد کی وجہ سے ترک کر دیں اسی تقلید جامد نے ملت کو تباہ کر دیا۔

اسی صفحہ پر مزید ارشاد ہوتا ہے، بعض مقلدین نہایت دریدہ ذہنی کے ساتھ مسح میں ایک بار کا انکار کرتے ہیں۔

صفحہ ۲۷۲ پختہ عالم جو دین کی پوری سمجھ بھی رکھتے ہوں، ایسے پختہ دماغ علماء ختم ہو جائیں گے اور سطحی مدعیان علم باقی رہ جائیں گے جو ناسمجھی کی وجہ سے محض تقلید جامد کی تاریکی میں گرفتار رہیں گے اور ایسے لوگ اپنے غلط فتووں سے خود گمراہ ہوں گے اور لوگوں

کو بھی گمراہ کریں گے، یہ رائے وقیاس کے دلدادہ ہوں گے۔

صفحہ ۲۷۵ پر ارشاد ہوتا ہے، نص کے مقابلہ پر رائے وقیاس وتاویلات فاسدہ سے کام لینے والوں نے ہمیشہ اس طرح فساد برپا کر کے اہل حق کو ستایا ہے۔

صفحہ ۵۹۰ میں ارشاد ہوتا ہے، ہمارے عوام ہی نہیں خواص حنفی حضرات اگر کبھی اتفاقاً اکہری تکبیر سن پاتے ہیں تو فوراً ہی مشتعل ہو جاتے ہیں اور بعض متعصب اکہری تکبیر کو باطل قرار دیکر دوبارہ دوہری تکبیر کہلواتے ہیں، اہل علم حضرات سے ایسی حرکت انتہائی مذموم ہے.........بنظر انصاف دیکھا جائے تو یہی حضرات افتراق امت کے مجرم ہیں جنہوں نے جزئی وفروعی اختلاف کو ہوا دیکر اسلام میں فرقہ بندی کی بنیاد رکھی ہے، دوسرے لفظوں میں اس کا نام تقلید جامد ہے۔

صفحہ ۶۹۷ پر ارشاد ہوتا ہے: ''اور زیادہ حیرت تو ان علماء حنفیہ پر ہے جو روایات موضوعہ کاذبہ اور آثار مختلقہ وباطلہ کو اپنی تصنیفات میں درج کر کے اور بیان کر کے اپنے عوام اور جاہل لوگوں کو فتنے میں ڈالتے ہیں،.........اگرچہ غور سے دیکھا جائے تو ان جاہلوں کا قصور نمبر دوم میں ہے اور اول نمبر کا قصور انھیں علماء حنفیہ کا ہے جو روایات کاذبہ وموضوعہ کا ذکر کر کے ان جاہلوں کو فتنے میں ڈالتے ہیں۔''

داؤد راز کی پوری کتاب اس طرح کی باتوں سے بھری ہے اور علماء احناف کو اسی لب ولہجہ میں یاد کیا گیا ہے، تمام تقلیدی مذاہب کو امت میں انتشار پیدا کرنے والا اور دین کی جڑ کو کھودنے والا ثابت کیا گیا ہے۔

فتنہ پیدا کرنے والا اور دین کی جڑ کھودنے والا اہل حدیث فرقہ ہے

راز صاحب چاہے جو بھی کہیں مگر دین میں فتنہ جدید فرقوں نے پیدا کیا ہے، آج تک کسی شافعی اور حنفی سے یا تقلیدی مذاہب کے کسی اور عالم سے یہ نہیں سنا گیا ہے کہ اس نے عامہ مسلمین کو کافر اور مشرک قرار دیا ہو، اللہ والوں کو برا بھلا کہا ہو، اہل تصوف کے بارے میں بدزبانی کی ہو، صحابہ کرام کو برا بھلا کہا ہو، اپنے علاوہ دنیا کے سارے مسلمانوں کو گمراہ کہا ہو، یہ کام جدید فرقوں نے کیا ہے، خصوصاً قادیانیوں نے، اہل قرآن نے، جماعت المسلمین

والوں نے، اوران نام کے اہل حدیثوں نے جن کی ترجمانی داؤد راز صاحب فرمارہے ہیں۔

امام بخاری نہ صرف اہل حدیث بلکہ امام اہل حدیث تھے

راز صاحب فرماتے ہیں کہ ''خلاصہ مرام یہ ہے کہ حضرت سید المحدثین امام بخاری نہ صرف اہل حدیث تھے بلکہ امام اہل حدیث تھے۔'' (ص ۳۸)

بالکل صحیح فرمایا مگر اس سے غیر مقلدوں کو کیا فائدہ پہونچا، کیا امام بخاری کا مذہب غیر مقلدوں والا تھا، غیر مقلدوں کے نزدیک تراویح آٹھ رکعت امام بخاری کے نزدیک بارہ رکعت، غیر مقلدین کے مذہب میں تراویح اور تہجد ایک ہی نماز کا نام ہے، امام بخاری کے نزدیک تراویح الگ نماز ہے اور تہجد الگ نماز ہے، غیر مقلدین کے مذہب میں تراویح پڑھ کر تہجد پڑھنا سنت نہیں ہے، امام بخاری کے نزدیک سنت ہے، غیر مقلدین کے نزدیک تین دن سے کم میں قرآن ختم کرنا جائز نہیں، امام بخاری کے نزدیک جائز ہے، غیر مقلدین ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں، امام بخاری دونوں ہاتھ سے مصافحہ کے قائل ہیں، غیر مقلدین کے نزدیک جمعہ کی نماز کیلئے ایک اذان ہے، امام بخاری دو اذان کے قائل ہیں، غیر مقلدین کے نزدیک ایک وقت کی تین طلاق ہوتی ہے اور امام بخاری کے نزدیک تین ہوتی ہے، حالت حیض میں غیر مقلدین کے مذہب کے مطابق طلاق نہیں پڑتی ہے، امام بخاری کے نزدیک پڑتی ہے، غیر مقلدین کے مذہب میں حائضہ اور جنبی کا قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے، امام بخاری کے نزدیک جائز ہے، غیر مقلدین کے نزدیک خصوصاً آج کل کے غیر مقلدین کے نزدیک ننگے سر نماز پڑھنا سنت ہے، امام بخاری ننگے سر نماز پڑھنے کو سنت نہیں سمجھتے بلکہ اسلاف میں اس کا وجود ہی نہیں تسلیم کرتے، اس طرح اور بھی بیسوں مسائل میں امام بخاری کا مذہب اوران کی راہ الگ اور غیر مقلدوں کا مذہب اوران کی راہ الگ ہے، تو اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سید المحدثین ہوں، امام اہل حدیث ہوں، تو غیر مقلدوں کو اس سے کیا فائدہ پہونچے گا، البتہ یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ امام اہل حدیث اور غیر مقلدوں کے مذہب میں بہت بڑا بلکہ زمین وآسمان کا فرق ہے۔

اجتماع عیدین میں عورتیں ضرور شریک ہوں

راز صاحب فرماتے ہیں: اجتماع عیدین میں عورتوں کو شریک ہونے کی تاکید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ عورتوں تک کیلئے تاکید فرمائی...... پھر فرماتے ہیں ''مگر تعجب ہے فقہائے احناف پر جنہوں نے فرضی شکوک واوہام کی بناپر صراحتاً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان عالی کے خلاف فتوی دیا۔ (ص:۴۰۷)

عورتوں کا اپنے گھر سے باہر نماز پڑھنا افضل ہے، یا گھر ہی میں، اگر مولانا داؤد راز اس مسئلہ میں اپنی رائے کا اظہار کردیتے تو بہتر تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شروفساد آپ کے بعد کے زمانہ کی طرح ظاہر نہیں تھا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کو اس کی اجازت تھی کہ وہ جمعہ، جماعت اور عیدین کیلئے اپنے شوہروں کی اجازت سے مسجد میں حاضر ہوں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کریں، اگر چہ اس زمانہ میں بھی گھر کے اندر ہی عورتوں کیلئے نماز پڑھنا بہتر تھا، صحیح حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو تعلیم فرمائی کہ تمہارا گھر کی کوٹھری میں نماز پڑھنا اس گھر کے حصہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے جو کوٹھری سے متصل ہے ،اور تمہارا اس حصہ میں نماز پڑھنا گھر کے کمرہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور گھر کے کمرہ میں نماز پڑھنا محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں عورتوں کیلئے مسجد میں نماز پڑھنے کو پسند نہیں فرماتے تھے، اور یہی مسلک حضرت عبداللہ بن مسعود کا تھا، اور یہی مذہب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا، حضرت عائشہ کا یہ ارشاد سب کو معلوم ہے کہ وہ فرماتی تھیں کہ اگر عورتوں کا جو حال اب ہوا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ حال ظاہر ہوا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو مسجد میں حاضر ہونے سے حکماً منع فرمادیتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے، **المرأة عورة واقرب مايكون من ربها اذا كانت في قعر بيتها فاذا خرجت استشرفها الشيطان.** یعنی عورت پوری کی پوری شرم گاہ ہے وہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت

ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے، عورت جب گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے۔

یہ تو ہے اس مسئلہ کی اصل حقیقت کہ عورتوں کیلئے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نماز کیلئے بھی گھر سے نکلنے کو پسند نہیں فرماتے تھے، البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک عورتوں کو مسجدوں میں شوہر کی اجازت سے حاضر ہونے کی اجازت تھی، مگر جب صحابہ کرام نے اپنے زمانہ کا حال دیکھا اور زمانہ کی رفتار بدلتی ہوئی دیکھی تو انہوں نے عورتوں کا مسجد میں جانا پسند نہیں کیا، اور جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا گیا شر و فساد بھی بڑھتا گیا یہاں تک کہ آج کا زمانہ آگیا جس کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، اب اس زمانہ میں بھی عاشقان رسول اور سنت کے دلدادہ عورتوں کو مسجد میں حاضر ہونے کا درس دے رہے ہیں، اور احناف کو جو عورتوں کو حضور کے ارشاد اور صحابہ کرام کے اقوال کے مطابق عورتوں کو گھر ہی میں نماز پڑھنے کو افضل سمجھتے ہیں، احادیث رسول کی مخالفت کا طعنہ دے رہے ہیں، اب راز صاحب سے کوئی پوچھے کہ احادیث رسول کے معنی اور منشاء کو تم زیادہ سمجھتے ہو یا حضرت عمر، حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فقیہ امت کے بارے میں داؤد راز کا یہ کہنا کہ حضرت عائشہ کا یہ فرمان کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کا آج کا حال دیکھتے تو عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرمادیتے۔

"یہ حضرت عائشہ کی ذاتی رائے ہے جو اس وقت کے حالات کے پیش نظر تھی اور ظاہر ہے کہ ان کی رائے سے حدیث نبوی کو ٹھکرایا نہیں جاسکتا۔ (ص:۴۰۸)

یہ وہ غیر مقلدانہ کلام ہے، جو ہر صاحب ایمان کے نزدیک دیوار پر ماردینے کے لائق ہے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نہایت گستاخانہ کلام ہے، اور در پردہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام ہے کہ انہوں نے اپنی رائے سے حدیث نبوی کو ٹھکرادیا راز صاحب چاہے اپنی شیعی ذہنیت کی وجہ سے اپنے اس کلام کی خطرناکی کو نہ سمجھ سکیں مگر وہ لوگ جن کے قلوب صحابہ کرام کی محبت اور ان کی عظمت سے معمور ہیں۔ حضرت

عائشہ کے بارے میں اس گستاخانہ کلام کو برداشت نہیں کر سکتے، اور چونکہ حضرت صدیقہ کی جورائے تھی وہی حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور تابعین میں سے حضرت حسن بصری اور حضرت ابراہیم نخعی وغیرہم کی بھی رائے تھی یعنی یہ تمام صحابہ وتابعین مساجد میں عورتوں کے جانے کو پسند نہیں فرماتے تھے،تو گویا راز صاحب ان تمام قدسی صفت لوگوں کو حدیث نبوی کاٹھکرانے والا قرار دیں گے، انا للہ وانا الیہ راجعون. آدمی جب اپنی رائے کو اسلاف کی رائے پر اور اپنی سمجھ کو اسلاف کی سمجھ پر فوقیت دیتا ہے، تو یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے ،غیر مقلدین کی اصلی بیماری یہی ہے کہ وہ حدیث رسول کو سمجھنے والا اور اس پر عمل کرنے والا صحابہ کرام اور اسلاف امت سے بھی زیادہ خود کو سمجھتے ہیں۔

ناظرین خود فیصلہ فرمائیں کہ مسجد اور مصلی یعنی عیدگاہ میں جانے کی اجازت کی حدیث حضرات غیر مقلدین کے سامنے بھی ہے، اور حضرت عمر فاروق وحضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کے سامنے بھی ہے، اس کے باوجود حضرات صحابہ فرماتے ہیں کہ حالات اور زمانہ کے پیش نظر عورتوں کو مسجد اور عیدگاہ میں جانا اور نماز پڑھنا بہتر نہیں ہے اور غیر مقلدین کی رائے میں عورتوں کو مسجد میں وعیدگاہ میں ضرور جانا چاہئے، امت مسلمہ حضرات غیر مقلدین کی رائے اختیار کرے یا صحابہ کرام کی سمجھ بوجھ پر اعتماد کر کے عورتوں کیلئے مسجد اور عیدگاہ میں نہ جانے کے قول کو اختیار کرے، اگر صحابہ کرام پر اعتماد کر کے احناف نے یہ دوسرا قول اختیار کیا ہے تو غیر مقلدین اس کا نام حدیث کو ٹھکرانا رکھتے ہیں جب کہ حضور کے صحیح ارشاد عالی کو اور صحابہ کرام کے ارشادات عالیہ کے ٹھکرانے کے جرم کے مرتکب خود ہیں۔ حضرت راز حافظ ابن حجر کا یہ ارشاد بھی نوٹ کرلیں ،حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ: صلاۃ المرأۃ فی بیتھا افضل من المسجد (فتح الباری: ج۲ ص۱۶۴) یعنی عورت کی نماز گھر میں مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے، اب راز صاحب حافظ ابن حجر پر بھی یہی حکم لگائیں کہ وہ حدیث نبوی کو ٹھکرانے والے تھے۔

(جاری)

محمد ابوبکر غازیپوری

مقام صحابہ کتاب وسنت کی روشنی میں اور مولانا مودودی

﴿حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ﴾

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی رسول ہیں، اسلام کی عظیم المرتبت اور قابل فخر ونادر روزگار شخصیتوں میں آپ کا شمار ہے، آپ نے بڑے جاہ وجلال اور بڑی شان وشوکت اور بڑی حکمت وسیاست اور بڑے حزم وتدبر کے ساتھ حکومت کی اور دنیا پر اسلام کی سطوت وعظمت کا سکہ بٹھا دیا۔ آپ کو سیادت وشرافت خاندانی حاصل تھی، آپ کا خاندان عرب کے ممتاز خاندانوں میں سے تھا آپ کے والد حضرت ابوسفیان زمانۂ جاہلیت اور زمانۂ اسلام میں اپنے خاندان کے ممتاز اور سردار لوگوں میں سے تھے۔ خاندان بنی امیہ کو حضرت ابوسفیان پر فخر تھا اور قریش ان کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فطرتاً حلیم، بردبار، نیک طبع، خوش خلق اور متواضع انسان تھے، زمانۂ بچپن ہی سے آپ میں سیادت وحکومت کی علامت ہویدا تھی، عرب کے تجربہ کار اور کاہن شیوخ آپ کو دیکھ کر آپ کے اس جوہر طبعی کی شہادت دیتے تھے۔ شجاعت وجواں مردی میں بچپن ہی سے ممتاز تھے۔ خسیس حرکتوں سے پاک وصاف رہ کر آپ کی زندگی گذری، دور بینی اور دور اندیشی میں آپ مشہور تھے۔ شرافت وعالی قدری، عفوودرگذر، جودوسخا وغیرہ اخلاق واوصاف میں آپ بڑی امتیازی شان کے مالک تھے۔

افسوس ہے کہ حضرت معاویہ کے بارے میں شیعوں اور سبائیوں نے کچھ ایسے منظم طریقے پر پروپیگنڈہ کیا ہے اوران کی شخصیت کو داغدار اوران کے کردار کو بدنما بنانے اور دکھانے کی کچھ اس طرح کوشش کی گئی ہے جس سے بہت سے صحیح العقیدہ لوگوں کو بھی

حضرت معاویہ سے بدظن کر کے رکھ دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ سنجیدہ قسم کے لوگ بھی جب حضرت معاویہ کا تذکرہ کرتے ہیں تو ان کا قلم اس صحابی رسول کے بارے میں غیر سنجیدہ ہو جاتا ہے اور تاریخ کے افسانوں کی روشنی میں وہ اسلام کی اس مایۂ ناز شخصیت اور جلیل القدر انسان کی بڑی گندی تصویر پیش کرتے ہیں ہم حضرت معاویہؓ کی سیرت پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالیں گے جس سے اس مجسم فرشتہ خصلت، پیکر حلم و تواضع صحابی رسول کی سیرت کے کچھ گوشے آپ کے سامنے آئیں گے۔ اور ان کے مقام و مرتبہ کا اندازہ ہوگا۔

نام و نسب:

نام آپ کا معاویہ اور والد کا نام ابوسفیان صخر بن حرب ہے، قریش کے خاندان بنی امیہ سے آپ کا تعلق ہے۔ والدہ کا نام ہند بنت عقبہ ہے۔ آپ کے والد حضرت ابوسفیان عرب کے سرداروں میں سے تھے اور جنگ بدر کے بعد قریش میں آپ ہی کی شخصیت سب سے اہم سمجھی جاتی رہی اس لئے کہ جنگ بدر میں قریش کے بیشتر سردار ختم ہو چکے تھے۔ حضرت ابوسفیان نے فتح مکہ کے وقت اسلام قبول کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت بھی ان کی سیادت و ریاست کا لحاظ رکھتے ہوئے اعلان عام کر دیا تھا کہ جو حضرت ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لے گا وہ مامون ہے۔ یہ حضرت ابوسفیان کے لئے حقیقت میں بڑا اشرف ہے جو ان کو آنحضورؐ سے عطا ہوا۔ حضرت ابوسفیان اسلام لانے کے بعد اسلام کے جاں باز اور مخلص سپاہی بن گئے اور آپ نے پوری زندگی اللہ اور اس کے رسول کی طاعت میں گذاری۔ متعدد جنگوں میں شریک ہوئے اور داد شجاعت دی۔

ولادت:

حضرت معاویہ کی ولادت کے سلسلہ میں متعدد قول نقل کئے گئے ہیں ایک قول کے مطابق آپ کی ولادت بعثت سے پانچ سال قبل ہوئی اور دوسرے قول کے مطابق سات سال قبل اور ایک قول کے مطابق تیرہ سال قبل۔ ابن حجر فرماتے ہیں:

والاول اشھر   یعنی پہلا قول مشہور ہے

اسلام:

عام طور پر مشہور ہے کہ آپ فتح مکہ کے روز مشرف بہ اسلام ہوئے لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ اس سے پہلے اسلام لا چکے تھے البتہ آپ نے اسلام کا اعلان و اظہار فتح مکہ کے روز کیا۔ خود حضرت معاویہ فرماتے ہیں:

"ولقد دخل رسول الله مكة في عمرة القضاء واني لمصدق به ثم لما دخل عام الفتح اظهرت اسلامي فجئتهٔ فرجب بی."

یعنی آنحضور جب عمرۂ قضا کے لئے مکہ تشریف لائے تو میں آپ پر ایمان لا چکا تھا پھر جب فتح مکہ کے سال آپ تشریف لائے تو میں نے اسلام اظہار کیا اور میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پرتپاک استقبال کیا۔

اسد الغابہ وغیرہ میں بھی اس کی تصریح ہے کہ آپ کا اسلام فتح مکہ سے پہلے تھا۔

کتابت وحی:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عرب کے ان خوش نصیب نوجوانوں میں سے تھے جنہوں نے بچپن ہی میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا چنانچہ اظہار اسلام کے فوراً ہی بعد آپ کو آنحضورؐ نے اپنا کاتب بنالیا۔ آپ کے خطوط اور وحی کی کتابت آپ کے سپرد تھی۔

وكتب الوحي بين يديه مع الكتاب. (البدایہ: ج ۸ ص ۱۱۷)	حضرت معاویہ نے خطوط کی کتابت کے ساتھ وحی کی کتابت کا کام بھی انجام دیا۔

آنحضور ﷺ آپ کو مشورہ میں شریک رکھتے تھے:

حضرت معاویہ کو بارگاہ نبوت میں جو تقرب حاصل تھا اس کا اندازہ اس سے لگتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انکو اہم ترین امور میں مشورہ کے لئے طلب کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو بھی حکم دے رکھا تھا کہ معاویہ سے مشورہ کرتے رہا کرو وہ پختہ رائے اور امین ہیں۔

احضروه امركم واشهدوه	تم ان کو اپنے معاملہ میں شریک رکھو وہ

امر کم فانه قوی امین. پختہ رائے اور امین ہیں۔

(ایضاً ص۱۲۳)

یہ حضرت معاویہ کی معاملہ فہمی، پختگی رائے، حزم وتدبر، سلامت طبع، دور بینی، دوراندیشی، کمال عقل اور سلامت فہم پر آنحضورؐ کی وہ شہادت ہے جس سے ان کا مقام بہت بلند ہو جاتا ہے۔

حضرت معاویہ کیلئے آنحضور ﷺ کی دعا:

آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت معاویہ کے ساتھ تعلق خصوصی کا اندازہ ان کلمات دعا سے بھی ہوتا ہے جو لسان نبوت سے ان کیلئے صادر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کیلئے رمضان مبارک میں اور عین سحر کے وقت یہ دعا فرمائی۔

اللھم علم معاویة الکتاب والحساب وقه العذاب. اے اللہ معاویہ کو لکھنا اور حساب سکھلا دے اور اس کو عذاب سے بچا۔

(البدایہ: ص۱۲۰)

ایک دوسری حدیث میں ادخله الجنة کا لفظ ہے یعنی ان کو جنت میں داخل فرما۔ ایک دفعہ آپ نے ان کیلئے یہ دعا فرمائی۔

اللھم علمه الکتاب ومکن له فی البلاد وقه العذاب. اے اللہ آپ معاویہ کو کتاب کا علم عطا فرمائیے ملکوں میں ان کو طاقت بخشئے اور ان کو عذاب سے بچائیے۔

(البدایہ: ص۱۲۰)

اس دعا میں حضرت معاویہ کی خلافت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آنحضورؐ کے اس دعا ہی کی برکت تھی کہ آپ کا دور حکومت ہر اعتبار سے کامل اور مکمل تھا اور اسلام کو ان کے زمانے میں بڑی سربلندی حاصل رہی، ایشیا، یورپ اور افریقہ کے ممالک میں اسلام کا پرچم ان کے زمانے میں لہرانے لگا اور بری اور بحری طاقت میں زبردست اضافہ ہوا۔ رومیوں کی طاقت وشوکت آپ کے زمانہ میں ختم ہو کر رہ گئی۔

ایک دفعہ آپ نے حضرت معاویہ کیلئے یہ دعا فرمائی۔

اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا راھدہ واھد بہ. (ایضا:ص ۱۲۱ ج ۸)	اے اللہ آپ معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ کر دیجئے، ان کو ہدایت دیجئے اوران کے ذریعہ دوسروں کو ہدایت کیجئے۔

اور ایک دوسری روایت میں یوں ہے:

اللھم علمہ العلم واجعلہ ھادیا مھدیا واھدہ واھدبہ . (ایضاً)	اے اللہ آپ معاویہ کو علم سکھایئے ان کو ہادی ومہدی بنایئے۔ ان کو ہدایت دیجئے اوران کے ذریعہ دوسروں کی ہدایت کیجئے۔

ذرا اندازہ لگایئے اس شخص کی خوش طالعی، فیروز مندی وارجمندی کا جس کے لئے زبان نبوت سے یہ کلمات دعا نکلیں۔ کیا یہ دعائیں جو زبان نبوت سے نکلی ہیں انھوں نے جناب باری میں شرف قبولیت نہ حاصل کیا ہوگا؟

آنحضورؐ سے وابستگی اور تعلق:

اسلام لانے کے بعد ہی سے حضرت معاویہ کو آنحضورؐ کے ساتھ مستقل صحبت کا شرف حاصل رہا اور آپ کی وفات تک وہ آپ کے سکریٹری کی حیثیت سے کام کرتے رہے

کان کاتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم منذ اسلم . (البدایہ:ص ۱۲۲)	اسلام لانے کے وقت سے ہی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے۔

حضرت معاویہ فقیہ تھے:

یہی وجہ ہے کہ آپ کے اندر اللہ نے فقہ اسلامی میں بڑی بصیرت پیدا کر دی تھی۔ مسائل شرعیہ سے واقفیت ہی نہیں بلکہ اس میں آپ کو درجۂ اجتہاد حاصل تھا۔ آنحضورؐ کے منشا کو آپ خوب سمجھتے تھے اور شریعت کے پیچیدہ مسائل کو آپ اپنے ناخن تدبیر سے سلجھا دیا کرتے تھے صحابۂ کرام بھی آپ کے اس مقام ومرتبہ سے خوف واقف تھے۔

ایک دفعہ حضرت ابن عباس سے ان کے خادم نے یہ شکایت کی کہ معاویہ نے عشاء بعد وتر کی صرف ایک رکعت پڑھی، آپ نے اس سے فرمایا:

دعه فانه قدصحب النبی صلی الله علیه وسلم . (البدایہ: ص۱۲۲ ج ۸)

تم کو اس سے مطلب نہ ہونا چاہئے انھوں نے آنحضور کی صحبت اٹھائی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

اصاب انہ فقیہ — ٹھیک کیا وہ فقیہ ہیں

اوران کا یہی فقہ وعلم میں خصوصی امتیاز تھا جس کی وجہ سے آنحضورؐ نے صحابہ کرام کو مشورہ دیا تھا کہ ان کو اہم معاملات میں شریک رکھا جائے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شرکت:

اسلام لانے کے بعد حضرت معاویہ نے اسلام کی سربلندی کے لئے جان و مال کی قربانی پیش کرنے میں کبھی سستی نہیں دکھلائی، آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ نے غزوات میں شرکت کی اور کفار سے مقابلہ کیا، چنانچہ حضرت معاویہ نے آنحضورؐ کے ساتھ غزوۂ حنین میں شرکت فرمائی اور آپ کی جاں بازی سے خوش ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک سو اونٹ عطیے میں عنایت فرمائے۔

شھد معه حنيناً و اعطاه مأته من الابل. (البدایہ: ص۱۱۷ ج ۸)

حضرت معاویہ نے آنحضورؐ کے ساتھ غزوۂ حنین میں شرکت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک سو اونٹ عنایت فرمائے۔

حضرت معاویہ عہدۂ امارت پر:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسا کہ معلوم ہے شروع ہی سے آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منظور نظر تھے۔ کتابت وحی جیسا اہم اور ذمہ داری کا کام آپ کے سپرد رہا۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت عمر اور حضرت عثمان کے زمانہ میں آپ مختلف بلاد وامصار کے امیر رہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے آپ کے بھائی یزید ابن ابی سفیان کو شام کا امیر مقرر کیا تھا۔ حضرت معاویہ بھی ان کے ساتھ شام تشریف لے گئے تھے ان کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی جگہ پر حضرت معاویہ ہی کو شام کا امیر مقرر کیا۔

ولاه عمر علی الشام عندموت اخیه یزید. (استیعاب:ص۲۵۳ ج۱)
حضرت عمر نے ان کو ان کے بھائی یزید کی وفات کے بعد شام کا حاکم مقرر کیا۔

حضرت عمر ہی کے زمانہ میں قیساریہ کے آپ امیر رہ چکے تھے بلکہ قیساریہ کو آپ ہی نے فتح کیا تھا۔

فاقام معاویہ علیٰ قیساریۃ حتی فتحھا فی شوال سنۃ تسع عشرۃ. (ایضاً)
حضرت یزید بن ابی سفیان نے معاویہ کو قیساریہ کا امیر مقرر کیا یہاں تک کہ آپ نے اس کو شوال ۱۹ھ میں فتح کیا۔

حضرت امیر معاویہ شام میں حضرت عمر کے عہد خلافت میں چار سال تک مسلسل امارت کے عہدہ پر رہے۔ حضرت عمر کی وفات کے بعد حضرت عثمان نے ان کو شام کا حاکم مقرر کیا اور وہ اس عہدہ پر زمانۂ خلافت عثمانی میں بارہ سال تک رہے یعنی حضرت عثمان کی وفات تک آپ پورے علاقہ شام کے گورنر رہے۔

فاقام اربع سنین ومات رضی اللہ عنہ فاقرہ عثمان علیھا اثنتی عشرۃ سنۃ الی ان مات (استیعاب:ص۲۵۳ ج۱)
حضرت عمر کی وفات تک ۴؍سال آپ شام کے امیر رہے پھر حضرت عثمان نے ان کو اس عہدہ پر باقی رکھا اور حضرت عثمان کی وفات تک ۱۲؍سال آپ شام کے حاکم رہے۔

حضرت عثمان کی وفات کے بعد حضرت علی خلیفہ ہوئے اور امت کی بدقسمتی سے یہ زمانہ بڑی شورش کا رہا۔ حضرت عثمان مظلومانہ قتل کئے گئے تھے، قاتلین عثمان حضرت علی کے ساتھ تھے۔ حضرت معاویہ اور بہت سے دوسرے صحابۂ کرام کو حضرت علی کے ساتھ ان قاتلین کے قصاص کا مطالبہ کررہے تھے۔ حضرت علی کچھ اس طرح ان شورش پسندوں کے حصار میں تھے کہ حضرت عثمان کا قصاص لینا اور ان قاتلوں پر حد جاری کرنا آسان نظر نہیں آرہا تھا اس لئے وہ کچھ کر نہیں پارہے تھے ادھر حضرت معاویہ وغیرہ غلط فہمی سے یہ سمجھ رہے تھے کہ قصداً قصاص عثمان کے بارے میں تاخیر کی جارہی ہے، حضرت علی سے حضرت معاویہ اسی بنیاد پر بیعت سے گریزاں تھے اور اسی غلط فہمی نے معاملہ جنگ وقتال تک پہونچادیا

صرف حضرت معاویہ ہی نہیں بلکہ حضرت عائشہ، حضرت طلحہ[1] اور حضرت عبداللہ بن زبیر وغیرہ جیسے جلیل القدر صحابہ بھی یہی سمجھ رہے تھے کہ حضرت عثمان کا قصاص لینے میں قصداً تاخیر کی جارہی ہے نیز یہ حضرات یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ انھیں قاتلین عثمان کا حضرت علی کے یہاں اثر ورسوخ ہے جس سے ان حضرات کے شبہات کو مزید تقویت حاصل ہو رہی تھی اور جس کا نتیجہ جنگ جمل اور جنگ صفین کی شکل میں ظاہر ہوا جس کی تفصیل دردناک بھی ہے اور اس کا یہ موقع بھی نہیں۔ بہر حال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف حضرت علی سے تاحیات باقی رہا انھوں نے ان سے بیعت نہیں کی اور شام کے پورے علاقہ پر حسب سابق وہ امیر باقی رہے۔ حضرت علی کی مدت خلافت بہت کم رہی ۳۵ھ میں ان سے بیعت خلافت لی گئی اور ۴۰ھ میں آپ قتل کر دیئے گئے گویا آپ صرف پانچ سال کے لگ بھگ خلیفہ رہے، حضرت علی کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داری کو سنبھالا لیکن چھ ماہ کے بعد آپ ازخود اس سے مستعفی ہو گئے اور حضرت معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کو آپ نے باقاعدہ خلیفہ تسلیم کر لیا۔ آپ کے خلافت سے دست بردار ہو جانے اور حضرت معاویہ سے بیعت کر لینے اور ان کو خلیفہ تسلیم کر لینے کے بعد بالاتفاق سارے صحابہ نے حضرت معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس سال کا نام عام الجماعۃ رکھا گیا۔

فلما رای الحسن الفتنۃ وان	جب حضرت حسن نے فتنہ محسوس کیا
الامر عظیم تراق فیہ الدماء	اور سمجھ لیا کہ معاملہ خطرناک صورت
ورأی اختلاف اھل العراق سلم	اختیار کر چکا ہے جس میں خون بہنے

---

[1] بعض لوگ کہتے ہیں کہ بعد میں حضرت طلحہ نے بیعت کر لی تھی، بدایہ میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت طلحہ نے بیعت کی تھی مگر حضرت طلحہ جنگ جمل میں حضرت عائشہ کے ساتھ تھے۔

حضرت علی سے متعدد جلیل القدر صحابہ نے بیعت نہیں کی تھی جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں: حسان بن ثابت، رافع بن خدیج، فضالہ بن عبید، کعب بن ابی مالک، مسلمہ بن مخلد، ابوسعید، محمد بن سلمہ، نعمان بن بشیر، زید بن ثابت، کعب بن عجرہ، قدامہ بن مظعون، عبداللہ بن سلام، مغیرہ بن شعبہ، عبداللہ بن عمر، سعد ابن ابی وقاص، صہیب، سلمہ بن سلامہ، اسامہ بن زید۔ (البدایہ: ۲۲۶/۷)

الامر الیٰ معاویة وعاد الیٰ المدینة وتسلم معاویة العراق واتی الکوفة فبایعه الناس واجتمعوا علیه فسمیٰ عام الجماعة.

(اسد الغابۃ: ۱/۳۸۷)

کا اندیشہ ہے نیز یہ بھی دیکھ لیا کہ عراق والے متحد نہیں ہیں تو آپ نے حکومت کو حضرت معاویہ کے سپرد کردیا اور خود مدینہ تشریف لائے اور حضرت معاویہ نے عراق پر قبضہ کرلیا اور کوفہ تشریف لائے۔ لوگوں نے ان سے بیعت کی اور آپ کی خلافت پر اتفاق کرلیا۔

حضرت نافع سے پوچھا گیا کہ کیا بات ہے حضرت عبداللہ بن عمر نے حضرت علی سے بیعت نہیں کی اور حضرت معاویہ سے بیعت کرلی تو آپ نے جواب میں فرمایا:

کان ابن عمر لایعطی یداً الی فرقة ولا یمنعها من جماعة ولم یبایع معاویة حتی اجتمعوا علیه.

(استیعاب: ۱/۲۵۳)

حضرت ابن عمر کسی کے ہاتھ میں ہاتھ اختلاف کی شکل میں دینے والے نہیں تھے اسی طرح اتفاق کے وقت الگ رہنے والے بھی نہیں تھے، حضرت معاویہ سے انھوں نے اس وقت تک بیعت نہیں کی جب تک کہ ان پر سب کا اتفاق نہ ہوگیا۔

غرض حضرت علی کی وفات کے بعد حضرت معاویہ بالاتفاق خلیفہ تسلیم کرلئے گئے بڑے بڑے صحابۂ کرام اس وقت پر موجود تھے لیکن آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں کسی کو تردد نہیں ہوا اور اس طرح سارا عالم اسلام ایک پرچم کے تحت جمع ہوگیا۔ حضرت معاویہ نے اس کے بعد بیس برس تک نہایت سکون واطمینان اور شاندار طریقہ پر خلافت کی ذمہ داری کو نبھایا گویا آپ کی خلافت وامارت کی مجموعی مدت چالیس سال رہی۔

بقی خلیفة عشرین سنة واميراً عشرين سنة. (اسد الغابہ: ۴/۳۸۱)

بیس سال خلیفہ رہے اور بیس سال امیر رہے۔

ایک شبہ کا جواب

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی کے خلاف حضرت معاویہ کا اقدام جارحانہ تھا اوراس اقدام کا مقصد محض خلافت پر قبضہ کرنا تھا لیکن یہ کہنے والے غالبًا یہ نہیں سوچتے کہ حضرت علی کے خلاف صرف معاویہ ہی نہیں بلکہ حضرت عائشہ نے بھی اور دوسرے صحابہ نے بھی اقدام کیا تھا اور میں بتلا چکا ہوں کہ مہاجرین وانصار کی ایک بڑی تعداد نے ان سے بیعت نہیں کی تھی[1]۔ آخران حضرات کے اس اقدام کے بارے میں آپ کیا فرمائیں گے کیا سب کا اقدام غیر آئینی اور ناجائز ہی تھا یا اس کی آپ کوئی توجیہ کریں گے، جو ان جلیل القدر اصحاب رسولؐ کی شایان شان ہو۔ اگر پہلی شکل اختیار کرتے ہیں تو ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے اور ہم آپ کو اجازت دیتے ہیں کہ آپ شوق سے حضرت معاویہ کو برا بھلا کہہ لیجئے لیکن اگر آپ دوسری شکل اختیار کرتے ہیں تو پھر یہی بات آپ حضرت معاویہ کے بارے میں کیوں نہیں کہہ پاتے جب کہ تاریخ کی شہادت بتلاتی ہے کہ حضرت معاویہ کا مقصد ہرگز ہرگز حضرت علی سے لڑ کر زبردستی خلافت پر قبضہ کرنا نہیں تھا، چنانچہ اس سلسلہ میں خود حضرت معاویہ جو فرماتے ہیں اسے سن لیجئے۔ حضرت ابو مسلم خولانی ایک جماعت کے ساتھ حضرت معاویہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا:

انت تنازع علیا ام انت مثله	تم حضرت علی سے جھگڑتے ہو کیا تم انھیں جیسے ہو۔

حضرت معاویہ نے ان کو جواب دیا۔

فقال لا واللہ انی اعلم انه خیر منی وافضل واحق بالامر منی ولکن الستم تعلمون ان عثمان قتل	نہیں خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے بہتر اور افضل ہیں اور حکومت کے مجھ سے زیادہ حقدار ہیں لیکن کیا تم لوگوں

---

[1] ان صحابۂ کرام میں سے بعض کے نام یہ ہیں: حضرت اسامہ، حضرت سعد، حضرت جابر، حضرت ابن عمر، حضرت زید بن ثابت، حضرت سلمہ بن مخلد، حضرت ابوسعید، حضرت رافع بن خدیج، حضرت ابوامامہ، حضرت انس بن مالک۔

مظلوماً وانا ابن عمه وانا اطلب بدمه وامره الی نقولوا له فلیسلم الیٰ قتلة عثمان وانا اسلم امره الیه.

کو معلوم نہیں کہ حضرت عثمان مظلوم قتل کئے گئے ہیں اور میں ان کا چچازاد بھائی ہوں اور میں ان کے خون کا طالب ہوں ان کا معاملہ میرے ہی سپرد ہے تم لوگ ان سے کہو کہ وہ قاتلین عثمان کو میرے سپرد کردیں میں خلافت ان کے سپرد کئے دیتا ہوں۔

حضرت معاویہ کے اس کلام سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ انھیں حکومت پر زبردستی قابض ہونے کا دور دور تک بھی خیال نہیں تھا۔ یہ محض دشمنوں کی اڑائی ہوئی بات ہے انھیں خود بھی حضرت علی کی افضلیت کا اقرار تھا اور وہ اعتراف کررہے ہیں کہ حکومت وخلافت کے مستحق حضرت علی ہیں مگر یہی قاتلین عثمان کا مسئلہ دونوں کے درمیان حائل تھا۔ کاش اس موقع پر حضرت علی حضرت معاویہ کو یا خون عثمان کا مطالبہ کرنے والے جو لوگ تھے انھیں اپنی نازک صورت حال سمجھا کر مطمئن کردیتے کہ وقت آنے پر ان قاتلین عثمان سے پہلی فرصت میں نمٹا جائے گا تو شاید تاریخ اسلامی کا وہ المیہ پیش نہ آتا جو پیش آکر رہا اور ہزاروں سر جو خود مسلمانوں کی تلوار سے جدا ہوئے یہ محفوظ رہتے اور امت اسلامیہ ایسے زبردست حادثہ سے دوچار نہ ہوتی جس کا اثر آج بھی پوری فتنہ سامانیوں کے ساتھ موجود ہے اور شاید تا قیام قیامت اس بلا سے مسلمان چھٹکارا حاصل نہ کرسکیں۔

حضرت معاویہ کا یہ جواب سن کر حضرت ابومسلم خولانی وغیرہ نے حضرت علی سے اس سلسلہ میں بات چیت کی اور حضرت معاویہ کا پیغام سنایا لیکن حضرت علی نے اس سلسلہ میں کوئی واضح بات ارشاد نہیں فرمائی اور اہل شام کو قتال کا موقع مل گیا۔

فاتوا علیاً فکلموه فی ذالک فلم یدفع الیهم احداً فعند ذالک صمم اهل الشام علیٰ القتال مع

یہ لوگ حضرت علی کے پاس آئے اور ان سے اس سلسلہ میں بات چیت کی لیکن حضرت علی نے ان قاتلین عثمان میں

معاویۃ. (البدایہ:۱۴۹/۸)

سے کسی کو ان کے سپرد نہیں کیا تب شام والوں نے حضرت معاویہ کے ساتھ مل کر جنگ کا پختہ ارادہ کرلیا۔

حضرت معاویہ حضرت علی و بنو ہاشم کی فضیلت و مزیت کا کھلے الفاظ اعتراف کرتے تھے

حضرت معاویہ سے حضرت علی کا اختلاف اپنی جگہ پر ہے اس اختلاف کی بنیاد محض فکر و نظر کا اختلاف تھا، نفسانیت سے یہ حضرات پاک تھے۔ اس سے پہلے بڑی تفصیل سے بتلایا جاچکا ہے کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ کا یہ نزاع عام نزاعات کی طرح نہیں تھا اور دونوں ہی گروہ کے بارے میں امت کا اتفاق ہے کہ مخلص اور مجتہد تھے یہی وجہ ہے کہ حضرت معاویہ ہمیشہ حضرت علی اور بنو ہاشم کی افضلیت اور دین میں ان کے مقام و مرتبہ کے قائل رہے کبھی ان سے کوئی ایسی بات صادر نہیں ہوئی جس سے یہ معلوم ہو کہ وہ حضرت علی کے مقابلہ میں اپنے کو ان سے افضل اور بہتر سمجھتے ہیں، چنانچہ اس بارے میں ان کا جو نظریہ تھا ابھی آپ نے پڑھا۔ حضرت معاویہ کی نگاہ میں حضرت علی کا جو مقام تھا اس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے لگتا ہے۔ حضرت علی کے وفات کی اطلاع جب حضرت معاویہ کو ملی تو آپ بے اختیار ہو کر رونے لگے۔ آپ کی بیوی نے کہا کہ اس سے پہلے تم نے ان سے قتال کیا اب ان کی وفات پر رو رہے ہیں تو آپ نے ان کو ڈانٹ کر فرمایا:

ویحک انک لاتدرین مافقدالناس من الفضل والفقہ والعلم. (البدایہ:۱۳۰/۸)

افسوس ہے تجھ پر تجھے معلوم نہیں کہ آج کیسا علم و فقہ اور فضل و کمال لوگوں سے رخصت ہوگیا۔

ایک دفعہ آپ نے بنی ہاشم کی متعدد فضیلتیں شمار کرکے فرمایا:

فمن یدرک ھٰذہٖ الفضیلۃ وھٰذا الشرف. (البدایہ:۱۲۸/۸)

اس فضیلت اور اس شرف کو کون پاسکتا ہے۔

حضرت معاویہ اپنے معاصر صحابہ کے فضل وکمال کا اعتراف کرتے تھے اوران کو اپنے سے بہتر سمجھتے تھے

خیر یہ تو حضرت علی اور بنی ہاشم کا قصہ ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو اپنے زمانہ کے موجود تقریباً سبھی صحابۂ کرام کو اپنے سے افضل واعلیٰ سمجھتے تھے اوران کے فضل وکمال ان کی بزرگی اوران کے مقام ومرتبہ کا بہت کھلے الفاظ میں اعتراف فرماتے تھے، چنانچہ ایک دفعہ عام لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

. یاایھاالناس ماانابخیر کم وان منکم لمن ھو خیرمنی عبداللہ بن عمرو وعبداللہ بن عمر ووغیرھما من الافاضل ولٰکن عسیٰ ان اکون انفعکم ولا یۃ وانکاکم فی عدوکم ادر کم حلباً.

(البدایہ:۱۳۴/۸)

لوگو! میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ تم میں وہ لوگ بھی ہیں جیسے عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عمرواور دوسرے افاضل صحابہ جو مجھ سے بہتر ہیں لیکن ممکن ہے کہ میں حکومت کے اعتبار سے تمہارے لئے زیادہ نافع ثابت ہوں تمہارے دشمنوں کو زیادہ نقصان پہونچاؤں اور تمہارے لئے زیادہ خیر وبرکت کا باعث بنوں۔

اور واقعہ یہ ہے کہ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ حضرت معاویہ کے زمانہ میں جس باقاعدگی سے حکومت کا نظم وضبط رہا۔ خیر وبرکت کا جو ظہور رہا۔ اسلامی فتوحات کا جتنا دائرہ وسیع ہوا اور مسلمان جس امن وعافیت کی زندگی کے ساتھ رہے اسلام کی تاریخ میں اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضرت علی کے زمانہ میں جو شورش برپا تھی اس پر حضرت معاویہ نے اپنے حسن تدبر سے پوری طرح کنٹرول کرلیا ان کی جگہ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو شاید یہ کام اس کے لئے بڑا دشوار ہوتا اور نہ معلوم ابھی کتنے خون کے اور دریا بہتے۔

محمد اجمل مفتاحی

حضرت معاویہ کے زمانے میں جہاد اور خیر و برکت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے بڑی شورش اور فتنہ کا تھا۔ اس درمیان تقریباً فتوحات اور جہاد کا سلسلہ بند رہا۔ داخلی انتشار نے ان کو باہر کی طرف نگاہ کرنے کا موقع نہیں دیا بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دشمنوں نے اس اندرونی انتشار سے فائدہ اٹھانے کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا تھا اور رومیوں نے اس کی تیاری بھی شروع کر دی تھی لیکن اس موقع پر بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے تدبر نے رومیوں کے حوصلے کو پست کر دیا۔ قصہ یہ ہے کہ جب حضرت معاویہ کو معلوم ہوا کہ رومیوں کا لشکر مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہا ہے اور اسلامی حکومت سے مسلمانوں کے آپس کے اختلاف و انتشار سے فائدہ اٹھا کر ٹکرانا چاہتا ہے تو انھوں نے بادشاہ روم کو ڈانٹ کر یہ خط لکھا۔

> ''خدا کی قسم اگر تم باز نہ آئے اور واپس نہ چلے گئے تو تجھ ملعون کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں اور میرا چچا زاد بھائی (حضرت علی) ہم تیرے خلاف ایک ہو جائیں گے اور آپس میں صلح کر لیں گے اور میں تجھ کو تیرے سارے شہر سے نکال دوں گا اور تیرے اوپر اس کشادہ زمین کو تنگ کر دوں گا۔ (البدایہ: ۱۱۹/۸)

حضرت معاویہ کے اس خط کا اثر یہ ہوا کہ بقول ابن کثیر

فعند ذالک خاف ملک الروم	اس وقت روم کا بادشاہ ڈر گیا اور باز رہا
وانکف وبعث یطلب الهدنة.	اور صلح کے لئے پیغام بھیجا۔

(ایضاً)

بہر حال رومیوں کے اس اقدام سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کے اس داخلی انتشار کی وجہ سے دشمنوں کی ہمت بڑھ گئی تھی اور وہ اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہ رہے تھے لیکن حضرت معاویہ نے جب باقاعدہ حکومت اسلامیہ کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے لیا تو انھوں نے حضرت علی کے دور حکومت میں جو کسر پیدا ہو گئی اس کی پوری تلافی کر دی۔ چنانچہ بقول ابن کثیر۔

والجهاد فی بلاد العدو قائم وکلمة الله عالیة والغنائم ترد الیه من اطراف الارض والمسلمون معه فی راحة وعدلٍ وصفح وعفو. (ایضاً)

دشمن کے ملک میں جہاد قائم رہا۔ اللہ کا کلمہ بلند رہا۔ اطراف واکناف سے غنیمت کے مال آتے رہے۔ مسلمان آرام وعدل کے ساتھ رہتے تھے اوران کے ساتھ عفوو صفح کا معاملہ ہوتا تھا۔

حضرت معاویہ رومیوں سے سال میں دومرتبہ جنگ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جاڑے میں اورایک مرتبہ گرمی میں۔ رومیوں کے دلوں میں حضرت معاویہ کا جوخوف بیٹھا تھااس کااندازہ گذشتہ واقعات سے لگ سکتا ہے۔ رومیوں کے بیشتر علاقے پر مسلمانوں کا قبضہ تھا قسطنطنیہ پر مسلمانوں نے آپ ہی کے زمانے میں حملہ کر کے اس کواسلامی مقبوضات میں شامل کرلیا۔ قسطنطنیہ کے سلسلے میں آنحضورؐ کا یہ ارشاد بھی قابل ملاحظہ ہے جوصحیح سند سے مروی ہے۔

اول جیش یغزو القسطنطنیة مغفور لهم. (البدایه)

پہلالشکر جوقسطنطنیہ پرحملہ کرے گااس کی مغفرت کردی جائے گی۔

حضرت معاویہ کے زمانے میں فتوحات

حضرت معاویہ کے زمانہ میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ کتنے زور شور کے ساتھ جاری تھااس کااندازہ مندرجہ ذیل بیان سے ہوگا۔

غزوات:

۲۷ھ — اس سال آپ بحری بیڑہ لیکر قبرص کی جانب بڑھے، مسلمانوں کی تاریخ میں یہ پہلی بحری جنگ تھی۔

۲۸ھ — قبرص کاعظیم الشان جزیرہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوگیا۔

۳۲ھ — اس سال حضرت معاویہ نے قسطنطنیہ کے قریب علاقوں میں جہاد جاری رکھا۔

۳۳ھ — افنطیہ، ملطیہ اورروم کے کچھ قلعے فتح ہوئے۔

۳۵ھ — آپ کی قیادت میں غزوۂ ذی خشب پیش آیا۔

۴۲ھ	غزوۂ سجستان پیش آیا اور سندھ کا کچھ حصہ مسلمانوں کے زیرنگیں آ گیا۔
۴۳ھ	ملک سوڈان فتح ہوا اور سجستان کا مزید علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔
۴۴ھ	کابل فتح ہوا اور مسلمان ہندوستان میں قندابیل کے مقام تک پہونچ گئے۔
۴۵ھ	افریقہ پر لشکر کشی کی گئی اور ایک بڑا حصہ مسلمانوں کے زیرنگیں آ گیا۔
۴۶ھ	صیقلیہ (سسلی) پر پہلی بار حملہ کیا گیا اور کثیر تعداد میں مال غنیمت مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔
۴۷ھ	افریقہ کے مزید علاقوں پر غزوات جاری رہے۔
۵۰/۵۱ھ	غزوۂ قسطنطنیہ پیش آیا۔ یہ قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا پہلا حملہ تھا۔
۵۴ھ	مسلمان نہر جیحوں کو عبور کرتے ہوئے بخارا تک پہونچے۔
۵۶ھ	غزوۂ سمرقند پیش آیا۔

اس نقشہ[1] سے حضرت معاویہ کے عہد میں فتوحات وغزوات کی وسعت وہمہ گیری کا اندازہ ہوتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ کے عہد میں جو اسلامی کارنامے انجام پائے ہیں اس پر امت اسلامیہ جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔ حضرت معاویہ نے پہلا بحری بیڑہ تیار کیا اور اسلامی فوج کو مضبوط بنایا۔ بحری اور بری راستے سے انھوں نے غزوات کے دائرے کو وسیع کیا اور افریقہ اور ایشیا تک میں مسلمانوں کا پرچم لہرانے لگا اور حضرت علی کے زمانۂ خلافت میں جو جہاد وغزوات میں تعطل پیدا ہو گیا تھا اس کی اس طرح تلافی ہو گئی۔

حضرت معاویہ کے بارے میں آنحضور ﷺ کی پیشنگوئی

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بعض لوگ جب بدزبانی کرتے ہیں اور گویا یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ انھوں نے غیر اسلامی طریقہ سے ظلماً وغصباً حکومت پر قبضہ کرلیا تو مجھے حد درجہ حیرت ہوتی ہے اولاً تو ابھی آپ کے سامنے یہ بات گذر چکی ہے کہ

---

[1] اس نقشہ کو حافظ ذہبی نے العبر فی خبر من غبر میں پیش کیا ہے، اور اس کو محمود اشرف عثمانی نے ''حضرت معاویہ اور تاریخی حقائق'' مصنفہ مولانا تقی عثمانی کے تیسرے حصہ میں نقل کیا ہے۔ ہم نے مذکورہ کتاب سے محمود اشرف عثمانی ہی کے الفاظ وعبارات میں نقل کر دیا ہے۔

حضرت معاویہ کی خلافت پر اجماع ہو چکا تھا اور صحابہٴ کرام نے بالاتفاق برضا ورغبت ان سے بیعت کرلی۔ ظاہر بات ہے کہ صحابہٴ کرام کا ایک ظالم، غاصب کے ہاتھ پر بیعت کر لینے کا تصور بھی ہمارے لئے دشوار ہے۔ کیا معاذ اللہ وہ اجلہٴ صحابہ جنھوں نے حق کے راستہ میں کبھی بھی کسی مداہنت کو گوارا نہیں کیا اس قدر بزدل اور حق ناشناس ہو گئے تھے کہ بالکل غیر شرعی اور ناجائز طریقہ پر ایک شخص حکومت کے اقتدار پر قابض ہو جاتا ہے اور وہ سب کے سب اس کے ہم نوا اور طرفدار بن جاتے ہیں اور اس کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لیتے ہیں؟ یہ وہ بات ہے جو کسی طرح بھی حلق سے نیچے نہیں اترتی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے لئے خلافت کی پیشین گوئی بہت پہلے ہی کردی تھی اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر وعمر وعثمان نے ان کو عہدہٴ امارت سپرد کر کے گویا ان پر کامل اعتماد کا اظہار کر دیا تھا اور یہ بات ظاہر ہو چکی تھی کہ وہ اس کام کو انجام دینے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔ ایک دفعہ آنحضورؐ نے حضرت معاویہ سے فرمایا تھا:

ان ملکت فاحسن. (البدایہ: ۸/۱۲۳) — معاویہ اگر تم کو حکومت ملے تو تم بھلائی اختیار کرنا۔

حضرت معاویہ ہی کی روایت ہے کہ وہ ایک دفعہ آنحضور ﷺ کو وضو کرا رہے تھے کہ آنحضورؐ نے وضو کرتے ایک دفعہ یا دو دفعہ حضرت معاویہ کی طرف دیکھا اور پھر فرمایا:

یامعاویہ ان ولیت امراً فاتق اللہ واعدل. (ایضاً) — معاویہ اگر تم کو امارت ملے تو اللہ سے ڈرنا اور انصاف کرنا۔

حضرت معاویہ فرماتے ہیں:

فمازلت اظن انی سابتلی بعمل لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی ابتلیت. (ایضاً) — آنحضورؐ کے اس قول کی وجہ سے مجھے گمان تھا کہ میری کسی عمل سے آزمائش ہوگی چنانچہ میں مبتلاء آزمائش ہو ہی گیا۔

لوگ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے زبردستی حکومت پر قبضہ کیا تھا لیکن دیکھو خود

حضرت معاویہ اس حکومت کے بارے میں کیا فرمارہے ہیں کہ مجھے اندیشہ تھا کہ میری آزمائش ہوگی چنانچہ میری آزمائش کی گئی۔

یہ صرف حضرت معاویہ کا گمان نہ تھا کہ ان کو حکومت کا اقتدار حاصل ہوگا بلکہ بعض دوسرے صحابہ بھی جن کو آنحضورؐ کی اس پیشین گوئی کا علم تھا ان کو بھی اس بات کا یقین تھا کہ حضرت معاویہ کو اس منصب پر آنا ہی ہے چنانچہ حضرت حسن نے جب حضرت معاویہ سے صلح کر لی تو ان کی جماعت کے ایک شخص نے ان کو برا بھلا کہا اور ان کو مذل المسلمین یعنی مسلمانوں کے ذلیل کرنے والے کے لفظ سے یاد کیا، تو اس کے جواب میں حضرت حسن نے فرمایا:

لاتقل ذالک فانی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا تذهب الایام واللیالی حتی یملک معاویة.

یہ نہ کہو۔ میں نے آنحضورؐ سے سنا ہے کہ رات دن کی گردش ختم نہیں ہوگی تا آنکہ حضرت معاویہ حکومت کے مالک ہو جائیں۔

(البدایه: ۸/ ۱۳۱)

حضرت معاویہ کے دورِ حکومت کے بارے میں

اسلافِ امت کی آراء

حضرت معاویہ کا زمانہ جیسا کہ میں نے عرض کیا غزوات وجہاد اور بڑی خیر و برکت کا زمانہ تھا۔ عام طور پر لوگ امن واطمینان کی زندگی گزار رہے تھے فکر و خیال کی آزادی تھی۔ عدل وانصاف کا دور دورہ تھا۔ دشمن مقہور و مغلوب تھا اور اسلام کا پھریرا دور دراز ملکوں پر لہرا رہا تھا ہم یہاں اسلاف امت کی چند آراء اس عہد کے بارے میں پیش کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے اہم رائے خود حضرت علی کی ہے جن کی حضرت معاویہ کے ساتھ معرکہ آرائی رہی ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں:

يـاَيـهـا الـنـاس لاتكرهوا امارة معاوية فانكم لو فقدتموه رأيتم الرؤس تندرعن كواهلها كانما الحنظل. (البدايه: ۸/ ۱۳۱)

لوگو! معاویہ کی امارت کو ناپسند مت کرو اگر تمہارے درمیان وہ نہ رہے تو دیکھو گے کہ سر شانوں سے کٹ کر گریں گے جس طرح حنظل کا پھل ٹوٹ ٹوٹ کر اپنے درخت سے گرتا ہے۔

ابن عباس کا یہ قول متعدد تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے۔ آپ فرماتے تھے:

مارأيت اخلق بملك من معاوية. (البدايه: ۸/ ۱۲۵)

میں نے حضرت معاویہ سے زیادہ ملک کے لائق کسی اور کو نہیں پایا۔

حضرت سعد بن وقاص جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں فرماتے تھے:

''میں نے کسی کو حضرت عثمان کے بعد حضرت معاویہ سے بڑھ کر فیصلہ کرنے والا نہیں پایا۔'' (البدایہ)

قبیصہ ابن جابر کا قول ہے:

''میں نے حضرت معاویہ سے بڑھ کر بردبار، ان سے زیادہ سیادت کے لائق، ان سے زیادہ باوقار، ان سے زیادہ نرم دل اور نیکی کے بارے میں ان سے زیادہ کشادہ دست کسی کو نہیں دیکھا۔'' (البدایہ)

ان چند ارشادات کی روشنی میں حضرت معاویہ کے اس دور خلافت کے بارے میں آسانی کے ساتھ کوئی رائے قائم کی جاسکتی ہے۔

دور حکومت میں حضرت معاویہ کی سیاست اور رعایا پروری

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فطرتاً ایک شان حکومت تھی ،حکومت وسیاست کی ساری صلاحتیں ان میں موجود تھیں ان کی چال ڈھال، ان کی بات چیت، ان کی عادت واطوار، ان کا تدبر دور اندیشی، ان کا حلم اوران کا انداز سیاست، ان کا صبر وتحمل وغیرہ صفات جو ایک حاکم کیلئے ضروری امور ہیں، یہ چیزیں ان میں بدرجۂ اتم موجود تھیں، ہم یہاں چند باتیں ان کے سیاست کے سلسلہ کی نقل کرتے ہیں۔

حلم:

حضرت معاویہ طبعاً بڑے حلیم تھے یہ وہ چیز ہے جس نے ان کے بڑے بڑے مخالفوں کو بھی ان کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا، حضرت معاویہ اپنے حلم سے لوگوں کے دل جیت لیا کرتے تھے اس کی وجہ سے ان کی محبوبیت ومقبولیت میں بڑا اضافہ ہوا۔

ایک شخص آتا ہے اور خلیفۂ وقت سے نہایت تیز تند لب ولہجہ میں گفتگو کرتا ہے، لیکن حضرت معاویہ نہایت خاموشی اور خندہ پیشانی سے اس کی بات سن رہے ہیں اور اس کو مناسب جواب دیتے ہیں یہ ان کا وہ کمال تھا جس میں بلا شبہ وہ اپنے زمانہ میں یکتا، فرید اور ممتاز تھے۔ آیئے دیکھئے حضرت معاویہ شان حلم سے کس بلندی پر تھے۔

ایک شخص جس کا نام ابوالجہم تھا اس نے حضرت معاویہ سے کسی مسئلہ میں نہایت ناشائستہ طریقہ پر گفتگو کی اور حضرت معاویہ پر مختلف طریقہ سے حملہ کیا لیکن یہ اقلیم حلم کا تاجدار ہر طرح کی سزا کی طاقت وقدرت رکھنے کے بعد بھی اس سے جو بات جواب میں کہتا ہے وہ یہ ہے:

> ''ابوجہم سلاطین سے اس طرح کی بات نہیں کیا کرتے، ان کا غصہ شیروں کا ہوتا ہے اور ان کی پکڑ بچوں جیسی ہوتی ہے اور ذرا سی بات سے بہت سے لوگ نقصان میں پڑ جاتے ہیں۔ (البدایہ)

اور صرف اس نصح وارشاد ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ نے اس کے لئے کچھ مال بھی دیئے جانے کا حکم کیا اور اس طرح اپنے اخلاق کریمانہ سے اس کا دل جیت لیا، لکھا ہے کہ وہی ابوالجہم جو ابھی حضرت معاویہ کی شان میں گستاخانہ کلام کر رہا تھا جب واپس ہوا تو اس نے حضرت معاویہ کی شان میں مدحیہ اشعار کہے۔ (البدایہ: ۱۳۵/۸)

مسور بن مخرمہ حضرت معاویہ کے سخت ناقد تھے اور ان کے بارے میں کھلے عام نکتہ چینی کرتے تھے حضرت معاویہ کو اس کا علم تھا بلکہ ابن مخرمہ لوگوں کو حضرت معاویہ کے خلاف اکسایا بھی کرتے تھے لیکن حضرت معاویہ نے ان سے کوئی باز پرس نہیں کی ایک دفعہ وہ حضرت معاویہ کے پاس اپنی کسی حاجت سے تشریف لائے۔ حضرت معاویہ نے ان سے

پوچھا تمہیں ہم سے کیا اختلاف ہے؟ ابن مخرمہ نے عرض کیا کہ آپ اس ذکر کو چھوڑ یئے اور ہم جس مقصد کیلئے آئے ہیں اسے پورا کیجئے حضرت معاویہ نے ان سے باصرار کہا کہ تمہارے دل میں جو بات ہے اسے بلاتکلف کہو۔ حضرت مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں:

فلم ادع شیئا اعیبہ علیہ الا اخبرتہ بہ. (البدایہ: ص ۱۳۴)

میں نے ان کو سب کچھ بتلا دیا اور میرے نزدیک ان کے جتنے بھی عیوب تھے سب ظاہر کر دیئے ایک عیب بھی باقی نہیں چھوڑا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی یہ گفتگو اور اپنے خلاف ان کے یہ الزامات بڑے صبر کے ساتھ سنتے رہے جب وہ سب کچھ کہہ چکے تو آپ نے ان کو بڑے حکیمانہ طریقہ پر نصیحت اور تعلیم فرمائی۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ ابن مخرمہ ذرا تم یہ بتلاؤ کہ کیا تمہارے کچھ گناہ ہیں جن کے بارے میں تمہیں اندیشہ ہے کہ اگر اللہ ان کو معاف نہ کرے تو وہ تمہیں ہلاک کر دیں گے انھوں نے کہا کہ ہاں میرے ایسے گناہ ہیں کہ اگر اللہ اپنا فضل نہ فرمائے تو میں اس کی وجہ سے ہلاک ہو جاؤں گا تو آپ نے فرمایا کہ تم مجھے بتلاؤ کہ کیا وجہ ہے کہ تم کو اپنے بارے میں تو اس کی توقع ہے کہ اللہ تم کو بخش دے گا اور میرے بارے میں اس کی توقع نہیں ہے اگر تمہیں مغفرت کی امید ہے تو مجھے کیوں نہ ہو؟ خدا کی قسم میں جو رعایا کی اصلاح کر رہا ہوں۔ اللہ کی حدود قائم کر رہا ہوں۔ لوگوں کے درمیان صلح کروا رہا ہوں۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کر رہا ہوں اور بہت سے وہ عظیم کام جسے اللہ ہی شمار کر سکتا ہے وہ ان عیبوں سے زیادہ ہیں جنھیں تو نے شمار کیا ہے۔ اور میں اس دین پر ہوں کہ جس میں اللہ تعالیٰ حسنات قبول فرماتے ہیں اور سیئات سے درگذر فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم جب میرے سامنے کوئی بات اللہ کی اور غیر اللہ کی ہوتی ہے تو میں اللہ والی بات پسند کرتا ہوں اور غیر اللہ والی بات رد کر دیتا ہوں۔

ابن مخرمہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت معاویہ کی یہ گفتگو سن کر سوچنے لگا اور مجھے احساس ہوا کہ حضرت معاویہ نے مجھے مغلوب کر دیا اس کے بعد ابن مخرمہ کا حال کیا ہوا؟

ان کا نقطۂ نظر حضرت معاویہ کے بارے میں بالکل بدل گیا۔ اس روایت کے راوی حضرت عروہ فرماتے ہیں:

فکان المسور اذا ذکرہ بعد ذالک دعا له بالخير. (البدايه: ۸/۱۳۴)	حضرت معاویہ کا اس کے بعد جب مسور ابن مخرمہ ذکر کیا تے تھے تو ان کے لئے خیر کی دعا کیا کرتے تھے۔

یہ حضرت معاویہ کا عام انسانوں کے ساتھ وہ طرز سلوک تھا جس نے دشمنوں کو بھی ان کا دوست بنا رکھا تھا۔ [1]

حضرت معاویہ کی پوری زندگی عفو و کرم اور صفح و درگذر اور حلم و بردباری کی اسی طرح کی مثالوں سے بھری ہے، آپ خود فرماتے تھے مجھے کرم کے بدلے سرخ اونٹ پسند نہیں اور مجھے حلم کی ذلت کے بدلے بدلہ لینے کی عزت پسند نہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک آدمی مجھے خوب برا بھلا کہتا اور میں اس کے ساتھ اتنا ہی حلم سے پیش آتا۔ آپ فرماتے تھے کہ حلم کی وجہ سے کسی شریف کا شرف ضائع نہیں ہوتا بلکہ اس کی عزت میں اس سے اضافہ ہوتا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ آدمی صاحب رائے اور صاحب عقل اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا حلم اس کے جہل پر غالب نہ آجائے اور اس کا صبر اس کی شہوت پر غالب نہ آجائے۔ (دیکھو البدایہ: ۸/۱۳۶)

ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کے سامنے ہی آپ کو برا بھلا کہا۔ آپ خاموش

---

[1] ایک طرف ذرا حضرت معاویہ کی یہ شان حلم دیکھئے کہ اپنے مخالفوں کی بات کیسی خندہ پیشانی کے ساتھ سنتے ہیں اور کس نرم خوئی کے ساتھ ان کو جواب دیتے ہیں اور کسی بھی نکتہ چینی اور خوردہ گیری پر آپ کی زبان سے ایک لفظ سخت نہیں نکلتا اور دوسری طرف حضرت معاویہ کے بارے میں مولانا مودودی کی یہ بات بھی سامنے رکھئے اور دیکھئے اس میں کس قدر صداقت ہے۔ مولانا فرماتے ہیں: "لیکن دور ملوکیت میں ضمیروں پر قفل چڑھا دیئے گئے اور زبانیں بند کردی گئیں اب باقاعدہ یہ ہوگیا کہ منہ کھولو تو تعریف کیلئے ورنہ چپ رہو۔ میں پوچھتا ہوں حضرت معاویہ کا اپنے مخالفوں کے ساتھ جو سلوک تھا اس کی مثال ابھی آپ کے سامنے گذری۔ ذرا اس مثال کو سامنے رکھ کر انصاف سے فرمایئے کہ حضرت معاویہ کے بارے میں مولانا مودودی کا یہ کلام صریح ظلم اور خلاف دیانت بات نہیں ہے؟

رہے، لوگوں نے کہا کہ آپ اس کو سزا دیتے تو بہتر تھا۔ حضرت معاویہ نے فرمایا کہ مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ میری رعایا کے کسی فرد کے بارے میں میرا حلم تنگ ہو جائے۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ کسی کا جرم میرے عفو سے بڑھ جائے اور کسی کا جہل میرے حلم سے بڑا ہو جائے۔ (البدایہ)

دراصل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کامیابی کا اصل راز آپ کا یہی حسن اخلاق اور رعایا کے ساتھ یہی پدرانہ شفقت اور ہمدردی اور مروت و نرم خوئی تھی جس نے رعایا کو آپ کا گرویدہ بنا دیا تھا اور آپ نے نہایت کامیابی کے ساتھ ۴۰ رسال تک لوگوں کے دلوں پر حکومت کی۔

حضرت معاویہ نے نہ صرف یہ کہ خود حلم و بردباری کو اپنا رکھا تھا بلکہ گھر والوں کو بھی اس کی تعلیم فرماتے تھے اور ان کے اندر بھی یہی جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ ان کے بھانجے حضرت عبدالرحمٰن ابن ام حکم نے ان سے شکایت کی کہ فلاں شخص مجھے گالیاں دیا کرتا ہے آپ نے فرمایا تم اپنا سر جھکا لو وہ تم سے گذر کر آگے نکل جائیں گی۔

حضرت معاویہ نے اپنی سیاست کی بنیاد جس نے ان کی خلافت وحکومت کو پائیداری بخشی تھی اسی چیز کو بنایا تھا یعنی سخت گیری کے مقابلہ میں نرم خوئی، شدت کے مقابلے میں لین اور انتقام کے مقابلے میں عفوودرگذر۔ حضرت معاویہ کے دور حکومت کا یہ وہ درخشاں عنوان ہے جس کا کوئی بھی منصف اور حق پسند انکار نہیں کر سکتا۔

حضرت معاویہ نے زیاد کو لکھا تھا:

"سب انسانوں کو ایک ہی سیاست کے تابع بنانا مناسب نہیں ہے نہ صرف نرمی کے کہ اس سے سرکشی پیدا ہوگی اور نہ صرف شدت وسختی کے کہ اس سے لوگ برباد ہوں گے بلکہ شدت بھی ہو اور نرمی بھی ہو۔ شدت کے لئے تم ہو اور نرمی اور شفقت کیلئے میں ہوں"۔

(البدایہ: ۱۳۶/۸)

رعایا کی خبر گیری:

دوسری وہ صفت جو حضرت معاویہ میں بدرجۂ اتم تھی اور جس نے ان کو محبوب خاص وعام بنا رکھا تھا وہ رعایا کی خبر گیری اور ان کے آرام وراحت کا خیال اور ان کی ضروریات سے حضرت معاویہ کی گہری دلچسپی تھی۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رعایا کے معاملات سے پوری طرح باخبر رہتے تھے، انھوں نے حکومت کی طرف سے آدمی مقرر کر رکھا تھا جو ان کو رعایا کے حالات اور اس کی ضروریات سے مطلع کرتا رہے۔ (البدایہ:۸/۱۲۶)

ابوقبیل کی روایت ہے کہ حضرت معاویہ نے ایک آدمی مقرر کر رکھا تھا اور اسے روزانہ یہ معلوم کرنے کیلئے بھیجتے کہ کسی کے یہاں بچہ تو نہیں پیدا ہوا ہے، یا کوئی مہمان تو نہیں آیا ہے، آپ کو اگر اس طرح کی اطلاع ملتی تو حکومت سے اس کا نظم فرماتے۔ (البدایہ:۱۳۴)

حضرت معاویہ کی چھوٹی چھوٹی باتوں کی اس رعایت نے ان کے دور حکومت کو ایک مثالی دور حکومت بنا دیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہزار اختلاف کے باوجود فرماتے تھے کہ معاویہ کے دور خلافت کو ناپسند نہ کرو ان کے بعد تم دیکھوگے کہ کندھوں سے سر کٹ کٹ کر گریں گے۔

تواضع:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں صفت حلم کی طرح تواضع کی صفت بھی بدرجۂ اتم موجود تھی۔ شام کے آپ کے حاکم مطلق تھے پھر اس کے بعد پوری سلطنت اسلامیہ کے آپ فرماں روا ہوئے، بر و بحر میں آپ کی حکومت تھی، یورپ اور افریقہ میں اسلامی سلطنت کا پرچم بلند تھا لیکن اس عظیم سلطنت کا یہ فقیر حکمراں اور گدائی شان کا یہ سلطان جس طرح کی زندگی گذارتا تھا وہ آج کے حکمرانوں کیلئے درس عبرت ہے۔ میسرہ بن جلیس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ کو دیکھا کہ انھوں نے اپنے پیچھے ایک غلام کو بیٹھا رکھا ہے اور حضرت معاویہ کے بدن پر ایک قمیص ہے جس کے جیب میں پیوند لگا ہوا ہے اور آپ اسی حالت میں دمشق کی بازاروں میں چل رہے تھے۔ (البدایہ:۸/۱۳۴)

حضرت معاویہ کی شان تواضع ہی تھی کہ ان کی مجلس میں آکر ایک آدمی آپ کے سامنے آپ پر اعتراض کرتا لیکن آپ اس سے اغماض کرتے اس پر کوئی داروگیر یا عتاب نہیں کرتے۔ حضرت معاویہ کے سامنے کوئی کھڑا ہوتا تو آپ اسے منع فرماتے اور اس کو آنحضورؐ کا ارشاد سناتے:

جوکوئی یہ پسند کرے کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں تو اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔	من احب ان یتمثل لہ الرجال قیاماً فلیتبوأ مقعدہ من النار. (البدایہ: ۸/۱۲۶)

جود وسخا:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے جود وسخا کے اعتبار سے بھی بہت ممتاز بنایا تھا۔ خصوصاً آپ صحابۂ کرام کے ساتھ اور خاندان نبوت کے ساتھ بہت فیاضانہ سلوک کرتے تھے ان کی ضرورتوں کا پورا لحاظ کرتے اور نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ ان کے لئے بڑی سے بڑی رقم خرچ کر دیتے۔

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ۱۸/ ہزار دینار قرض ادا کر دیا۔

ایک دفعہ حضرت عائشہ کے پاس آپ نے ایک لاکھ درہم بھیجا۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ کو آپ نے ایک ہار بھیجا جس کی قیمت ایک لاکھ تھی۔ حضرت حسن کو ایک دفعہ آپ نے چار لاکھ دیا۔ ایک دفعہ آپ کے پاس حضرت حسن اور حضرت حسین تشریف لائے تو آپ نے ان حضرات کو دو لاکھ فی الفور عنایت کئے۔ ایک دفعہ حضرت حسن اور حضرت عبداللہ بن جعفر نے حضرت معاویہ کے پاس آدمی بھیجا اور آپ سے کچھ مال طلب کیا تو آپ نے ہر ایک کیلئے ایک ایک لاکھ روپیہ بھیج دیا۔ ایک دفعہ حضرت حسن اور حضرت عبداللہ بن زبیر آپ کے پاس تشریف لائے تو آپ نے حضرت حسن کو تین لاکھ اور حضرت عبداللہ کو ایک لاکھ کی رقم عنایت فرمائی۔ اس طرح کی ایک نہیں متعدد مثالیں ہیں جن سے حضرت معاویہ کا صحابۂ کرام کے ساتھ تعلق، ان کی خبر گیری اور اسی کے ساتھ ان کے جود وسخا کا پتہ چلتا ہے۔ میں نے البدایہ سے چند مثالیں پیش کی ہیں۔

حدیث کا احترام:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی تھے، مقام نبوت سے پوری طرح آشنا تھے۔ آنحضور ﷺ کی صحبت میں آپ نے ایک مدت گذاری تھی اس لئے آپ کی زندگی کے ہر نقش میں ایمان ویقین اور حب رسول کی جلوہ گری نظر آتی ہے اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ آپ کے دل میں احادیث رسولؐ کا احترام حد درجہ تھا آپ حدیث رسولؐ کے سامنے اپنی خواہشات ورغبات کو بڑی آسانی کے ساتھ رد کر دیا کرتے تھے اور فرمان نبوت کی پوری پابندی فرماتے۔ احترام رسولؐ کے سلسلہ کا ایک عجیب وغریب واقعہ تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں نقل کیا گیا ہے جس کو پڑھ کر حضرت معاویہ کی عظمت کا نقش دل میں جم جاتا ہے۔

قصہ یہ ہے حضرت معاویہ اور روم کے درمیان ایک مرتبہ صلح کا معاہدہ ہوا ابھی صلح کی مدت پوری نہیں ہوئی تھی کہ آپ نے اپنی فوجوں کو روم کی سرحد پر جمع ہونے کا حکم دیا اور ایک بڑی فوج آپ خود بھی لیکر چلے۔ مقصد یہ تھا کہ جوں ہی معاہدہ کی مدت پوری ہوگی آپ روم پر حملہ کر دیں گے چنانچہ جب آپ اپنا لشکر لیکر چلے کہ دیکھا دور سے ایک سوار بڑی تیزی کے ساتھ چیختا چلا آرہا ہے، آپ نے اپنی سواری روکی تو دیکھا کہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ وفاء ولا غدر چیختے چلے آرہے ہیں آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے انھوں نے عرض کیا کہ میں نے آنحضور ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جب دو قوموں کے درمیان معاہدہ ہو تو اس معاہدہ کی مدت سے پہلے کسی فریق کیلئے جائز نہیں کہ وہ کسی طرح کی کوئی کاروائی کرے۔ آپ نے جب یہ حدیث سنی تو بلا کسی پس وپیش کے فوج کو واپس ہونے کا حکم صادر کر دیا۔ (مشکوۃ: باب الایمان)

اندازہ لگایئے کہ حضرت معاویہ اطاعت پیمبر اور احترام رسولؐ کے کس درجہ پر تھے یعنی بڑی تیاریوں کے ساتھ نکلے تھے لیکن محض آنحضورؐ کا یہ ارشاد سن کر آپ نے بلا تردد واپسی کا فیصلہ کرلیا۔ کاش حضرت معاویہ پر دنیاداری کا الزام لگانیوالے اس آئینے میں اپنی شکل دیکھتے کہ وہ کتنے سچے ہیں۔

اسی طرح کا واقعہ ہے کہ ابو مریم ازدی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے کہا کہ میں نے ایک حدیث سنی ہے۔ آنحضورﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو اللہ نے حکومت عطا کی ہو اور وہ اپنے درمیان اور مسلمانوں کے درمیان پردہ حائل کردے تو اللہ تعالیٰ اپنے اور اس کے درمیان پردہ حائل کر دے گا۔ ابو مریم فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو سن کر حضرت معاویہ نے فوراً حکم فرمایا کہ ایک آدمی مقرر کیا جائے جو لوگوں کی حاجات ان کے سامنے پیش کرے۔ (البدایہ: ۱۲۶/۸)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات ناپسند تھی کہ کوئی ان کے سامنے کھڑا رہے، دنیادار بادشاہوں کا طریقہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو حقیر اور ذلیل سمجھتے ہیں۔ اگر ان کی اجازت کے بغیر دربار میں کوئی بیٹھ گیا یا دربار میں اس کی حاضری کے موقعہ پر درباری نہ کھڑے ہوئے تو یہ ان کا سخت جرم شمار ہوتا ہے لیکن حضرت معاویہ لوگوں کو اس سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے آنحضورؐ سے سنا ہے کہ جسے یہ بات پسند ہو کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ (ایضا: ۱۳۶/۸)

خوفِ خدا:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دل خوف خدا سے بھرا تھا اس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ہوتا ہے۔

ایک دفعہ آپ نے جمعہ کے روز منبر پر کھڑے ہوکر اعلان فرمایا کہ جتنا مال اور جتنی غنیمت ہے سب ہماری ہے جسے ہم چاہیں دیں اور جسے ہم چاہیں نہ دیں، آپ کی اس بات کو لوگوں نے سنا اور خاموشی اختیار کرلی۔ کسی نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ دوسرے جمعہ کو آپ نے پھر سب کے سامنے اسی بات کا اعادہ کیا اس روز بھی سب خاموش رہے، تیسرے جمعہ کو آپ نے پھر منبر پر کھڑے ہوکر اسی بات کو دہرایا تب ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا۔ ہرگز نہیں۔ مال ہمارا اور غنیمت کا مال بھی ہمارا ہے جو ہمارا حق مارے گا ہم تلوار کے ذریعہ اس سے اپنا حق وصول کریں گے۔ یہ سن کر آپ منبر سے نیچے اترے اور اپنے کمرہ میں تشریف لے گئے اور اس آدمی کو بلایا، لوگوں نے سمجھا کہ اس آدمی کی خیر نہیں۔

لیکن حضرت معاویہ نے کیا کیا؟ یہی بات سننے کی ہے۔آپ نے حکم دیا کہ دروازہ کھول دیا جائے اورلوگوں کواندر آنے دیا جائے۔لوگ اندر گئے تو دیکھا کہ اس آدمی کو حضرت معاویہ نے اپنے ساتھ بٹھایا ہے اور بار بار فرمار ہے ہیں کہ اللہ اس کو جزائے خیر دے اس نے مجھے زندہ کر دیا۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے بعد کچھ حکمراں ایسے ہوں گے جو غلط بات کہیں اوران کوکوئی ٹوکنے والا نہیں ہوگا اورایسے حکمراں جہنم میں جائیں گے۔مجھے ڈر ہوا کہ میں انھیں میں سے تو نہیں ہوں اب اس آدمی نے جب مجھے ٹوکا تو مجھے معلوم ہوا کہ الحمد للہ میں ان حکمرانوں میں سے نہیں ہوں۔ (تاریخ اسلام حافظ ذہبی از حضرت معاویہ تاریخ کی روشنی میں ص۲۶۱)

دیکھا آپ نے؟ یہ تھی حضرت معاویہ کی زندگی۔اور کہا جاتا ہے کہ وہ ایک دنیادار بادشاہ تھے جن کے عہد حکومت میں ضمیروں پر قفل چڑھادیئے گئے تھے اور زبانیں بند کر دی گئی تھیں اور زبان کھولو تو صرف تعریف کیلئے کھولو ورنہ خاموش رہو۔خدا کی قسم بڑا ظالم ہے وہ شخص جو حضرت معاویہ کے عہد حکومت کی یہ تصویر پیش کرتا ہے۔

علم وتفقہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اللہ نے علم وتفقہ کی دولت بھی ارزانی فرمائی تھی۔ آپ کا شمار اہل فتویٰ میں سے تھا۔ابن حزم نے ان کو اصحاب فتویٰ میں سے شمار کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے حضرت معاویہ کو فقہاء اور مجتہدین کے متوسط طبقہ میں سے شمار کیا ہے۔

(حوالہ کیلئے دیکھو حضرت معاویہ تاریخ کی روشنی میں ص۲۶۳)

البدایہ میں حضرت ابن عباس کا حضرت معاویہ کے بارے میں "انہ فقیہ" کا کلام منقول ہے۔ابن قیم نے بھی ان کو اعلام الموقعین میں اصحاب فتویٰ کے متوسط طبقہ میں شمار کیا ہے۔ (دیکھو کتاب معاویہ:ص۱۵۴) اور یہ تو پہلے البدایہ کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ آپ نے حضرت معاویہ کے لئے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ ان کو علم سے بھر دے۔ نیز آپ نے یہ بھی دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ معاویہ کو کتاب کا علم عطا کر۔

اس لئے علماء نے حضرت معاویہ کو علم وفضل کے اعتبار سے بھی بہت ممتاز تسلیم کیا

ہے اور فقہی مسائل میں ان کی آراء واجتہادات کا اعتبار کیا ہے۔

حضرت معاویہ کے بارے میں اکابر امت کے اقوال:

حضرت معاویہ کے بارے میں مخالفین نے اس زور شور سے پروپیگنڈہ کیا ہے کہ حضرت معاویہ کا ذکر عام طور پر طبائع پر شاق گذرنے لگا ہے اور ان کی سیرت کے بہت سے گوشے نگاہوں سے اوجھل ہو رہے ہیں، یہ درحقیقت اس امت کی بڑی بدبختی ہے کہ خود مسلمانوں میں ایسا طبقہ پیدا ہو گیا ہے کہ جو اس صحابیٔ رسولؐ کے کردار کو داغدار کرنے کی مسلسل کوشش میں لگا ہوا ہے اس لئے ہم یہاں ذرا تفصیل سے حضرت معاویہ کے بارے میں اکابر امت کے اقوال پیش کر رہے ہیں تا کہ حضرت معاویہ کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا ایک سنجیدہ طبیعت انسان کیلئے آسان ہو۔ نیز حضرت معاویہ کا امت میں جو مقام ہے وہ واضح ہو۔

حضرت علی کا ارشاد:

حضرت علیؓ جو بظاہر حضرت معاویہ کے حریف اور مقابل اور سب سے بڑے مخالف تھے وہ فرمایا کرتے تھے:

ایھا الناس لاتکرھوا امر معاویہ فانکم لوفقدتموہ رأیتم الرؤس تندرعن کواھلھا کانما الحنظل.
(البدایہ: ۱۳۱/۸)

اے لوگو! حضرت معاویہ کی حکومت کو ناپسند مت سمجھو اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو دیکھو گے کہ حنظل کی طرح کندھوں سے سر گر رہے ہوں گے۔

حضرت عمر کا ارشاد:

حضرت عمر فرماتے تھے کہ لوگو! معاویہ کا ذکر صرف خیر سے کرو اس لئے کہ میں نے آنحضورؐ سے سنا ہے کہ آپ نے معاویہ کے بارے میں فرمایا:

اللھم اھد بہ. (ایضاً: ۱۲۲/۸)

یعنی اے اللہ آپ ان کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دیں۔

حضرت معاویہ کا ایک دفعہ کسی نے حضرت عمر کے سامنے برائی سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا:

دعوفتیٰ قریش وابن سیدھا انه لمن یضحک فی الغضب ولاینال منه الاعلیٰ الرضاء ومن لا یاخذ من فوق راسه الامن تحت قدمیه. (ایضاً:۸/۱۲۴)

قریش کے جوان اور سردار قریش کے لڑکے کا ذکر برائی سے مت کرو وہ غصہ کے وقت ہنستا ہے اور جو اس کے پاس ہے اس کی رضا کے بغیر کوئی نہیں لے سکتا وہ انتہائی غیور ہے کہ اس کے سر کی چیز کو حاصل کرنا مشکل ہے الا یہ کہ اس کے قدموں پر جھکا جائے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک کا ارشاد:

حضرت ابن مبارک سے پوچھا گیا کہ حضرت معاویہ افضل ہیں یا حضرت عمرو بن عبدالعزیز۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

تراب فی انف معاویه افضل من عمروبن عبدالعزیز. (ایضاً:۸/۱۳۹)

حضرت معایہ کی ناک کی مٹی بھی عمرو بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔

ابن مبارک فرماتے تھے کہ حضرت معاویہ کی ذات گرامی ہمارے لئے جانچ کا معیار ہے جب ہم کسی کو دیکھتے ہیں کہ وہ ان کی طرف ترچھی نگاہ سے دیکھتا ہے تو ہم سمجھ لیتے ہیں کہ اس کا عقیدہ صحابۂ کرام کے بارے میں اچھا نہیں ہے۔ (ایضاً:۸/۱۳۹)

سعید بن المسیب کا ارشاد:

حضرت سعید بن المسیب کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں، وہ جلیل القدر تابعی اور محدث وفقیہ و حضرت ابوہریرہ کے داماد ہیں۔ بہت سے صحابۂ کرام سے ان کو لقا حاصل ہے۔ ان کے شاگرد رشید حضرت امام زہری نے صحابۂ کرام کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے ان کو جواب دیا:

واسمع یازھری من مات محبا لابی بکر و عمرو عثمان وعلی وشھد للعشرۃ بالجنۃ وترحم علیٰ معاویہ کان حقاً علی اللہ ان لا یناقشہ الحساب.

(ایضاً: ۱۳۹/۸)

اے زہری جس کا انتقال اس حالت میں ہوا کہ وہ حضرت ابوبکر، حضرت عثمان، حضرت عمر، حضرت علی سے محبت کرنے والا تھا اور عشرۂ مبشرہ کیلئے جنتی ہونے کی گواہی دی اور حضرت معاویہ کو رحمۃ اللہ علیہ کہہ کر یاد کیا تو اللہ پر حق ہے کہ وہ اسے حساب وکتاب سے نجات دیدے۔

معافی بن عمران سے پوچھا گیا کہ معاویہ افضل ہیں یا عمرو بن عبدالعزیز تو آپ سائل پر بہت خفا ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ تم ایک صحابی کو تابعی کے برابر رکھتے ہو، معاویہ آنحضورؐ کے صحابی، آپ کے داماد، کاتب اور وحی الٰہی کے امین تھے۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ میرے صحابہ اور میرے دامادوں کو برا بھلا مت کہو جس نے ان کو برا بھلا کہا اس پر اللہ اس کے فرشتے اور سارے انسانوں کی لعنت ہے۔ (ایضاً)

حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت معاویہ:

ابراہیم بن میسرہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عمرو بن عبدالعزیز کو نہیں دیکھا کہ کبھی آپ نے کسی شخص کو مارا ہو، البتہ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت معاویہ کو برا بھلا کہا تو آپ نے کوڑے سے اس کی پٹائی کی۔ (ایضاً)

قبیصہ بن جابر کا ارشاد:

حضرت قبیصہ بن جابر حضرت معاویہ کے بارے میں فرماتے تھے:

میں نے کسی کو حضرت معاویہ سے زیادہ حلیم، سرداری میں ان سے زیادہ فائق، ان سے زیادہ متحمل مزاج، ان سے زیادہ نرم خو، معروف اور خیر میں ان سے زیادہ کشادہ دست نہیں دیکھا۔ (البدایہ: ج ۸/ص ۱۳۵)

حضرت امام احمد کا ارشاد:

حضرت امام احمد سے حضرت معاویہ کے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے قرآن

کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

تلک امة قد خلت لها ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون. (ایضاً)

وہ ایک جماعت ہے جو گزر چکی ہے اس کیلئے وہ ہے جو اس نے کیا او تمہارے لئے وہ ہے جو تم نے کیا تم سے ان کے اعمال کے بارے میں سوال نہیں ہوگا۔

حضرت ابن عمر کا ارشاد:

حضرت ابن عمر فرماتے تھے کہ میں نے حضرت معاویہ سے زیادہ سرداری کے لائق دوسرے کو نہیں پایا۔

حضرت سعد بن وقاص کا ارشاد:

حضرت سعد جلیل القدر صحابی اور عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں وہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت عثمان کے بعد حضرت معاویہ سے زیادہ حق کا فیصلہ کرنے والا کسی اور کو نہیں پایا۔

(ایضاً:۱۳۳)

حضرت شعبی کا ارشاد:

امام شعبی فرماتے تھے کہ قضاۃ چار ہیں۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ اشعری۔ اور زہاد چار ہیں۔ حضرت معاویہ، حضرت عمر، حضرت مغیرہ اور زیاد۔ (حسن المحاضر: ج ۸/ص ۹۹)

اکابر امت کے ان ارشادات کی روشنی میں فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت معاویہ کی سیرت اور آپ کی زندگی کے بارے میں صحابۂ کرام اور امت کے اکابر اور اہل علم و دین کا فیصلہ کیا تھا۔

وفات:

حضرت معاویہ کی وفات صحیح قول کی بنا پر ۶۰ھ رجب میں ہوئی۔ آپ کے صاحبزادے یزید نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو آپ کی وصیت کے مطابق اس

کپڑے میں دفن کیا گیا جو آنحضورؐ کا پیراہن مبارک تھا اور جسے آپ نے اسی دن کے لئے محفوظ کر رکھا تھا۔ آپ کے پاس آنحضورؐ کے کچھ اور بھی تبرکات تھے۔ مثلاً آنحضورؐ کے ناخن مبارک، آپ کا موئے مبارک، ان کو آپ کے حکم کے مطابق ناک، کان اور آنکھوں پر رکھ دیا گیا۔ (البدایہ: ج ۸/ص ۱۴۳، تاریخ الخلفاء: ۷۷)

عمر:

آپ کی عمر مبارک کے سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں۔ زیادہ تر لوگوں کا خیال یہ ہے کہ آپ کا سن اسی (۸۰) سے تجاوز کر چکا تھا۔

وفات کے وقت کی حالت:

حضرت معاویہ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو آپ اپنا رخسار مبارک زمین پر رگڑتے اور روتے ہوئے فرماتے: اے اللہ آپ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے "ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذالک لمن یشاء" یعنی اللہ شرک کو نہیں معاف کرے گا اور اس کے علاوہ جس کے لئے چاہے گا سارے گناہوں کو معاف کردے گا، اے اللہ تو مجھ کو ان لوگوں میں سے بنا جن کے بارے میں تیری مشیت ہے کہ تو انھیں معاف کرے گا۔ (البدایہ: ۱۴۲)

غرض اللہ کا یہ بندہ اسی شان کے ساتھ اپنے اللہ کے حضور جا پہنچا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن سائر الصحابہ وعن تابعیھم باحسان.

☆☆☆☆☆☆☆☆

محمد اجمل مفتاحی

اللہ والے

محمد اجمل مفتاحی

الامام الشافعی

محمد ابوبکر غازیپوری

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نام محمد بن ادریس ہے، قریشی النسب ہیں، ان کے سلسلہ نسب میں شافع بن سائب صحابی رسول گذرے ہیں، ان کی طرف منسوب ہوکر یہ شافعی کہلاتے ہیں، امام شافعی کی پیدائش غزہ شہر کی تھی، حضرت امام شافعی کے والد کا جوانی ہی میں انتقال ہوگیا تھا، یتیمی کی حالت میں ان کی والدہ نے ان کی پرورش کی، دو سال کے تھے تو ان کو لیکر وہ مکہ مکرمہ چلی آئیں، جہاں ان کی نشو ونما ہوئی، اسی نسبت سے ان کو مکی بھی کہا جاتا ہے، شروع ہی سے ذکاوت وذہانت اور قوت حفظ اور شوق طلب علم میں مشہور تھے، بچپن میں تیر اندازی کا شوق تھا، اس کی مشق کرتے کرتے ایسے نشانہ باز ہوگئے تھے کہ ان کا کوئی تیر نشانہ سے خطا نہیں کرتا تھا، پھر عربیت کا غلبہ ہوا تو اس میں بھی کمال کا درجہ حاصل کیا اشعار عرب کے حافظ تھے، خود بڑے شاعر تھے، لیکن جلد ہی شاعری سے اپنے ذہن کو ہٹالیا، فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں شاعری میں لگا رہتا تو لبید شاعر سے بڑا شاعر ہوتا۔

کتاب وسنت کے ماہر اور امام ومجتہد تھے، تمام علوم اسلامیہ میں اپنے زمانہ کے فائق ترین امام تھے، ان کی تعلیم وتربیت اور علم فقہ میں رسوخ پیدا کرنے میں حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کا بڑا اثر تھا، بہت دنوں تک حضرت امام محمد کی خدمت میں رہے، اور فقہ کی تعلیم حاصل کی، خود فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد سے دو اونٹ کے بوجھ کے برابر علم حاصل کیا، حضرت امام محمد کا طرز تعلیم یہ تھا کہ ان سے خوب سوال وجواب کرتے تھے، سوال وجواب کا انداز مناظرہ کے انداز کا تھا، اس انداز سے ان کی تعلیم وتربیت جو ہوئی تو امام شافعی کو فقہ میں اور علم مناظرہ میں ایسی مہارت پیدا ہوگئی کہ علمی گفتگو میں یہ سب پر بھاری پڑتے تھے اور ان کے سامنے بڑے سے بڑا عالم بھی ٹک نہیں پاتا تھا۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم تھا کہ یہ مالی اعتبار سے کمزور ہیں تو حضرت

امام محمد ان کا خرچ خود برداشت کرتے رہے، شروع شروع میں پچاس درہم دیا کرتے تھے بعد میں پچاس دینار دینے لگے تھے، اوران سے فرماتے تھے کہ اگر علم حاصل کرنا ہے تو میرے پاس آنا جانا مت چھوڑنا۔ جب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ان کو رقم دیتے تھے تو کہتے تھے لے لو شرم کرنے کی ضرورت نہیں ہے، تو امام شافعی فرماتے کہ بھلا میں آپ سے شرم کروں گا؟ اگر شرماتا تو میں آپ کا ہدیہ قبول نہ کرتا۔

جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ غنی ہو گئے اور فقر و فاقہ دور ہوا تو انھوں نے حضرت امام محمد کی کتابوں کو ساٹھ دینار میں خریدا، اوران کو غور سے پڑھا، اور ہر مسئلہ کے بالمقابل ایک حدیث لکھ دی، اس طرح حضرت امام محمد کے مسائل فقہیہ کو حدیث سے مدلل کر دیا۔[1] اور بتلا دیا کہ فقہ کی شکل میں امام محمد کے جو علوم مدون ہیں ان کی بنیاد حدیث رسول ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب سات سال کے تھے تو قرآن حفظ کر لیا تھا، اور جب دس کے تھے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب موطا کے حافظ ہو چکے تھے، تیس سال کی عمر میں حضرت امام مالک کی خدمت میں مدینہ پاک حاضر ہوئے اوران سے موطا سنی۔

امام مالک کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ عرب کے قبائل میں گھوم گھوم کر عربوں کے لب و لہجہ، ان کی لغات و اشعار کو محفوظ کرتے رہے، اس سلسلہ میں خود فرماتے کہ کئی سال میں نے خرچ کیے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان چار اماموں میں سے ایک ہیں جن کے مذہب فقہی کو اللہ کی تائید حاصل رہی، اور دنیا میں ان کے مذہب کے مقلدین شروع ہی سے پائے جاتے رہے، امام اعظم ابوحنیفہ کے بعد سب سے زیادہ امام شافعی کے مقلدین کی تعداد بتلائی جاتی ہے۔

---

[1] کچھ لوگوں نے اس بات کو دوسری شکل میں ظاہر کیا ہے، وہ یہ کہ حضرت امام شافعی امام محمد کے مسئلہ کو ذکر کرتے اس کو خلاف حدیث بتلانے کیلئے اس کے بغل میں ایک حدیث لکھ دیتے تھے، جس امام شافعی پر امام محمد کا یہ احسان ہو کہ انھیں کی تعلیم و تربیت اور خرچہ کے بل بوتے پر امام شافعی کو امامت فی الفقہ کا یہ مقام ملا بھلا امام شافعی ایسے احسان فراموش ہوں گے کہ انکار کرنے لگیں گے، یہ بات عقلاً امام شافعی جیسے صاحب فضل سے بہت بعید ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جہاں علم وفقہ میں بلند تر مقام کے حامل تھے، عبادت گذاری اور کثرت صوم وصلاۃ میں بھی امتیازی شان رکھتے تھے۔

ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے رات کے تین حصے کئے تھے، پہلے حصہ میں وہ تصنیف وتالیف کرتے تھے، دوسرے حصہ میں نوافل میں مشغول رہتے تھے اور تیسرے حصہ میں آرام فرماتے تھے۔

حسین کرابیسی کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات امام شافعی کے ساتھ گذاری تو میں نے دیکھا کہ وہ ایک ثلث رات میں نماز پڑھتے تھے، ہر رکعت میں پچاس یا سو آیتیں پڑھتے تھے، جب کسی ایسی آیت پر پہونچتے جس میں رحمت کا ذکر ہوتا تو اللہ سے رحمت طلب کرتے اور اگر عذاب کا ذکر ہوتا تو عذاب سے پناہ چاہتے، گویا آپ میں اللہ کا خوف اور اللہ سے رحمت کی امید دونوں چیزیں جمع ہوگئی تھیں۔

ربیع بن سلیمان سے متعدد طریقوں سے مروی ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ رمضان کے زمانہ میں ساٹھ ختم قرآن کرتے تھے، اور ہر مہینہ میں تیس ختم کرتے تھے۔

ربیع کا بیان ہے کہ امام شافعی فرماتے تھے کہ میں نے سولہ سال سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا، ایک روز پیٹ بھر کر کھالیا تو حلق میں انگلی ڈال کر قے کردیا، فرماتے تھے کہ پیٹ بھر کر کھانا کھانے سے بدن بھاری ہوجاتا ہے، دل سخت ہوجاتا ہے، ذہانت ذائل ہوجاتی ہے، نیند زیادہ آتی ہے، اور عبادت کی ادائیگی کمزور پڑجاتی ہے۔

امام شافعی فرماتے تھے کہ میں نے کبھی نہ جھوٹی قسم کھائی اور نہ سچی۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض قیمتی ملفوظات درج ذیل ہیں:

فرمایا سرداری کے آلات پانچ ہیں، یعنی جن میں یہ پانچ چیزیں ہونگی وہ بڑی منزلت اور بڑے درجہ کا آدمی ہوگا، لہجہ کی سچائی، راز کا چھپانا، عہد کو پورا کرنا، نصیحت وخیر خواہی کرنا، امانت کا ادا کرنا۔

فرمایا اگر کسی کو غصہ دلانے پر بھی غصہ نہ آئے تو وہ گدھا ہے، اور اگر کسی کو راضی کیا جائے اور راضی نہ ہو تو وہ شیطان ہے۔

فرمایا اگر گھر والے دوسرے گھرانے میں شادی نہ کریں تو جو اولاد پیدا ہوگی وہ بے وقوف ہوگی۔

فرمایا زہد اختیار کرو، زہد زاہد کیلئے ایسا ہی ہے جیسے جوان عورت کے جسم پر زیور۔

فرمایا کہ شریعت کی اصل قرآن اور سنت دونوں پر ہے، اور اجماع کا درجہ حدیث مفرد سے بڑا ہے۔

فرمایا کہ علم کا حاصل کرنا نفل نماز میں لگنے سے بہتر ہے۔

فرمایا اگر فقہاء اولیاء اللہ نہ ہوں گے تو پھر اولیاء اللہ کون ہوگا۔

فرمایا لوگوں سے بچنا بہت مشکل ہے تم اس کی صحبت اختیار کرو جس میں صلاح اور تقویٰ ہو۔

فرمایا اصحاب الحدیث عطار ہوتے ہیں اور فقہاء اطباء ہوتے ہیں۔

فرمایا گناہوں سے بچنا اور ترک لایعنی دل کو روشن کرتا ہے، تنہائی کو لازم پکڑو اور کم کھاؤ، بیوقوفوں سے بات چیت سے بچو۔

فرمایا ضرورت سے زائد دنیا طلب کرنا اللہ کی طرف سے اہل توحید کو سزا ہے۔

فرمایا جو شہوتوں کو اختیار کرے گا دنیا والوں کی غلامی میں گرفتار ہوگا۔

فرمایا بھلائی پانچ چیزوں میں ہے، نفس کے غنی میں، دوسرے سے تکلیف کو دور کرنے میں، حلال کمائی میں، تقویٰ میں اور اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنے میں۔

فرمایا کہ انسانوں کو قابو میں کرنا جانوروں کو قابو میں کرنے سے مشکل ہے۔

فرمایا آدمی چار چیزوں سے کامل ہوتا ہے، دینداری سے، امانت سے، اپنے کو نازیبا باتوں سے محفوظ رکھنے سے اور سنجیدگی اور وقار سے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ عمر کے آخر حصہ میں مصر آگئے تھے اور وہیں پر ان کا ۲۰۴ھ رجب کے مہینہ میں انتقال ہوا، وفات کے وقت ان کی عمر ۵۴ سال کی تھی، جس سال امام ابوحنیفہؒ کا انتقال ہوا تھا اسی سال یعنی ۱۵۰ھ آپ کی پیدائش کا سال ہے۔

(سیر اعلام النبلاء: ج ۸ ص ۲۳۵)

ثابت بن اسلم

ثابت بن اسلم اپنے وقت کے امام اور قدوہ تھے، بصرہ کے رہنے والے تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے، متعدد صحابہ کرام سے حدیث روایت کی، جن میں حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مغفل، حضرت عبداللہ بن زبیر وغیرہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ان کے شاگردوں میں بڑے جلیل القدر ائمہ ہیں، مثلاً عطاء جوان سے مقدم بھی تھے، حضرت قتادہ، یونس بن عبید، حمید الطویل، سلیمان الیتمی، سیار ابوالحکم، حماد بن سلمہ، عبیداللہ بن عمر وغیرہ ائمہ حدیث کے نام ہیں۔

امام ذہبی فرماتے ہیں: کان من ائمة العلم و العمل یعنی علم وعمل کے اماموں میں سے تھے، حدیث میں ان کے ثقہ ہونے کی گواہی متعدد ائمہ حدیث نے دی ہے، بعض لوگوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں حضرت زہری کے بعد دوسرے نمبر پر انھیں کو سب سے زیادہ حضرت انس کی حدیث میں ثبت وثقہ قرار دیا ہے۔

بصرہ میں ان کے علم اوران کے زہد وعبادت کا چرچا تھا، ان سے احادیث روایت کرنے والے میں سب سے زیادہ کثیر الروایۃ حماد بن سلمہ کو بتلایا جاتا ہے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ خیر کیلئے اس کے اہل ہوا کرتے ہیں، حضرت ثابت ان لوگوں میں سے تھے جن سے خیر کا دروازہ کھلتا ہے۔

حضرت ثابت کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے خصوصی تعلق تھا، ان کی صحبت اٹھانے کا ان کو چالیس سال کا موقع ملا، خود فرماتے ہیں کہ صحبت انس بن مالک اربعین سنة ومارأیت اعبد منه یعنی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ چالیس سال رہا میں نے ان سے زیادہ عبادت گذار کسی کو نہیں دیکھا۔

اللہ نے ان کو عبادت کا خاص ذوق دیا تھا، اور اعلیٰ درجہ کے عبادت گذاروں میں ان کا شمار تھا، اپنی نماز کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے بیس سال نماز میں بڑی محنت اٹھائی، یعنی نماز پڑھنے میں نفس پر بڑا زور دینا پڑتا تھا، اور پھر بیس سال نماز کو مزہ لے لے کر

پڑھا، یعنی بیس سال کے بعد نماز پڑھنا ان کی طبیعت بن گئی تھی، اور اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونے میں ان کو مزہ آتا تھا۔

خوف خداوندی کا اس قدر غلبہ ہوتا تھا کہ روتے بہت تھے اور اس قدر روتے تھے کہ سینہ کی پسلیاں ادھر سے ادھر ہو جاتی تھیں۔

جعفر بن سلیمان کہتے ہیں کہ حضرت ثابت اس قدر کثرت سے روتے تھے کہ آنکھ کی بینائی ختم ہونے کے قریب ہوگئی، آنکھ کے معالجین نے ان کو رونے سے منع کیا تو انہوں نے معالجوں کو جواب دیا کہ اس آنکھ کا کوئی فائدہ نہیں ہے جو اللہ کے خوف سے روئے نہیں اور علاج کرانے سے انکار کر دیا۔

ایک دفعہ تہجد کی نماز میں قرآن کی اس آیت کی تلاوت کر رہے تھے "اکفرت بالذی خلقک من تراب ثم من نطفة ثم سواک رجلا"[1] اس آیت کو دہراتے جاتے اور روتے جاتے تھے۔

حضرت شعبہ فرماتے ہیں کہ حضرت ثابت بنانی ہر دن اور ہر رات میں ایک قرآن ختم کرتے تھے، یعنی چوبیس گھنٹہ میں دو مرتبہ اور ہمیشہ والا روزہ رکھتے تھے۔

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کو نماز سے ایسا عشق اور لگاؤ ہو گیا تھا کہ وہ اپنی زندگی میں یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ بارالٰہا اگر تو کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی سعادت نصیب کرتا ہے تو میرے لئے قبر میں نماز پڑھنا مقدر فرما دے۔

حضرت ثابت کی یہ دعا بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئی، اور لوگوں نے مرنے کے بعد ان کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

(سیر اعلام النبلاء: ج ۵ ص ۵۱۹)

---

[1] اس کا ترجمہ یہ ہے: کیا تو نے ناشکری کی اس ذات کی جس نے تجھ کو پہلے مٹی سے پھر نطفہ سے پیدا کیا اور پھر مکمل آدمی کی شکل میں بنایا۔

محمد بن واسع بن جابر الامام

امام ربانی قدوۃ القوم محمد بن واسع ابوعبداللہ ازدی دنیائے اسلام کی اونچی اور قدآور شخصیت تھے، بصرہ کے رہنے والے، حضرت انس بن مالک عبید بن عمیر مطرف بن شخیر، عبیداللہ بن صامت، محمد بن سیرین وغیرہ سے حدیث کی روایت کی تھی، ان سے حدیث روایت کرنے والے ہشام بن حسان، ازہر بن سنان، اسماعیل بن سلمہ العبدی، سفیان ثوری، معمر حماد بن سلمہ، سلام بن ابی مطیع، حماد بن زید اور اس کے سوا محدثین کی ایک بڑی جماعت ہے۔

ابن شوذب کہتے ہیں کہ جب لوگوں سے پوچھا جاتا کہ اہل بصرہ میں کون سب سے افضل ہے، تو لوگ محمد بن واسع کا نام لیتے، معتمر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن واسع سے زیادہ خشوع والا کوئی آدمی نہیں دیکھا، جعفر بن سلیمان کہتے ہیں کہ جب مجھے اپنے دل میں سختی کا احساس ہوتا تو میں محمد بن واسع کے پاس جاتا اور ان کے چہرہ کو دیکھتا، ان کا چہرہ خشیت الٰہی اور خوف آخرت سے ایسا معلوم ہوتا کہ کسی عورت کا تنہا اور اکلوتا لڑکا مر گیا ہو، حماد بن زید کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے محمد بن واسع سے کہا کہ مجھے کچھ وصیت کیجئے تو انھوں نے کہا کہ دنیا و آخرت میں بادشاہ بن کر رہو، اس نے پوچھا یہ کیسے ہوگا، تو کہا کہ دنیا سے بے رغبت ہو جاؤ، محمد بن واسع کہا کرتے تھے کہ اس شخص کیلئے کیا ہی خوبی ہے جو رات کا کھانا کھائے اور دن کا کھانا اس کو نہ ملے، اور دن کا کھانا اسے ملے اور رات کا کھانا وہ نہ پائے، اور اللہ اس سے راضی ہو۔

قتیبہ بن مسلم کا ترکوں کے ساتھ معرکہ تھا، معرکہ بڑا شدید تھا، قتیبہ جنگ کی حالت سے گھبرایا ہوا تھا، تو اس نے پوچھا محمد بن واسع کہاں ہے، لوگوں نے بتلایا کہ وہ فلاں جگہ آسمان کی طرف انگلیوں کو اٹھائے ہوئے دعا کر رہے ہیں، تو اس نے کہ خدا کی قسم میرے لئے وہ انگلیاں ایک لاکھ کھینچی تلواروں اور ایک لاکھ تیز طرار نوجوانوں سے زیادہ محبوب ہیں،...... مالک بن دینار کہتے ہیں کہ ہم لوگ اس وقت تک خیر و برکت سے محروم نہ ہوں گے جب تک ہمارے شیوخ ہمارے درمیان باقی رہیں گے مالک بن دینار، ثابت بنانی اور محمد واسع۔

ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ خفیہ طریقہ پر مسلسل روزہ رکھتے تھے انھیں کا علم کسی کونہیں تھا، ان کی سادگی کا عالم یہ تھا کہ کسی کو ان کے لباس سے ان کی بلند شخصیت کا اندازہ نہیں ہوسکتا تھا۔

فرمایا کرتے تھے کہ اگر تقویٰ و پرہیزگاری کے ساتھ دعا کرنے کی توفیق ہوتی رہے تو انسان کو تھوڑا عمل بھی کافی ہے، لوگوں نے ان سے پوچھا آپ کی رات کیسی گذری تو فرمایا کہ اس طرح پر کہ میری موت قریب ہے، میری امید دور ہے، اور میرا عمل برا ہے، فرماتے تھے کہ دنیا کا ذلیل آخرت کے ذلیل سے بہتر ہے، وہ فرماتے کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ دلوں میں خشوع نہیں، آنکھوں میں آنسو نہیں، بدن میں کپکی نہیں۔

ایک دفعہ کسی نے ان کے لڑکے کی شکایت کی، تو انھوں نے اس کو ڈانٹا کہ تو لوگوں سے بڑا بنتا ہے، حالانکہ تیری ماں کی حیثیت یہ ہے کہ وہ باندی تھی، میں نے اس کو چار سو درہم میں خریدا تھا اور تیرا باپ ایسا حقیر آدمی ہے کہ اللہ لوگوں میں اس جیسا آدمی نہ پیدا کرے۔

محمد بن واسع کا انتقال ۱۲۲ھ یا ۱۲۷ھ میں ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء: ج۶ ص۱۱۹)

سلیمان بن مہران الاعمش

سلیمان بن مہران الاعمش بڑے پایہ کے محدث تھے، شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں، لوگ ان کو شیخ المقرئین (قاریوں کا شیخ) اور شیخ المحدثین کہا کرتے تھے، اصلاً یہ رے شہر کی کسی جگہ کے رہنے والے، ان کی پیدائش ۶۱ھ میں ہوئی تھی، بچپن ہی میں ان کے والد ان کو لے کر کوفہ چلے آئے، کوفہ ہی میں یہ پلے بڑھے، اس وجہ سے ان کو کوفی کہا جاتا ہے اور ان کا شمار لوگ محدثین کوفہ میں کرتے ہیں، حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن اوفی وغیرہ کو دیکھا تھا، مگر ان صحابہ کرام سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے، امام ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ باوجود اس کے کہ علم حدیث میں امامت کے درجہ پر فائز تھے مگر ان میں

تدلیس کا مرض تھا، حضرت انس وغیرہ سے تدلیساً یہ روایت کرتے ہیں۔ [1]

ان کے اساتذہ میں سے بعض یہ ہیں: ابووائل، زید بن وہب، ابوعمرو الشیبانی، ابراہیم نخعی، سعید بن جبیر اور ان کے علاوہ تابعین واتباع تابعین کی ایک بڑی جماعت ہے۔

ان سے حدیث روایت کرنے والے کبار محدثین ہیں جن میں سے چند کا نام یہ ہے، حکم بن عتیبہ ابواسحق السبیعی، حبیب بن ثابت، ایوب سختیانی، خالد الحذاء، سلیمان تیمی وغیرہ۔

حضرت اعمش کا مقام زہد وعبادت میں بھی بڑا اونچا تھا، وکیع بن جراح فرماتے ہیں کہ امام اعمش کی ستر سال تک تکبیر اولیٰ نہیں چھوٹی، عبداللہ بن خریبی فرماتے ہیں کہ: **ماخلف اعمش اعبد منه** یعنی حضرت اعمش نے اپنے سے زیادہ عبادت کرنے والا نہیں چھوڑا۔

یحیٰ قطان فرماتے ہیں: **کان من النساک و کان محافظا علی الصلوٰۃ فی جماعة وعلی الصف الاول.** یعنی وہ عبادت گذاروں میں سے تھے، جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے اور صف اول میں جگہ حاصل کرنے کی پابندی کرتے تھے۔

حضرت اعمش ظاہری بناؤ سنوار سے دور رہا کرتے تھے، کپڑا بھی بہت معمولی پہنتے تھے، اور دوسروں کے بارے میں فرماتے تھے کہ یہ عجیب پاگل لوگ ہیں کہ کپڑے کا جو حصہ سخت اور کھردرا ہوتا ہے اس کو وہ بدن کے چمڑے کی طرف کرتے ہیں۔

اعمش کی وفات ۱۴۸ھ میں اٹھاسی سال کی عمر میں ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء: ج ٦ ص ۳۴۴)

---

[1] محدثین کے نزدیک تدلیس کا معنی یہ ہے کہ راوی کسی ایسے شخص کی حدیث کو بیان کرے جس سے اس نے اس حدیث کو براہ راست سنا نہیں ہے، مگر انداز ایسا ہو کہ اس نے اس حدیث کو خود اس محدث سے بلاواسطہ سنا ہے، اس طرح سے حدیث بیان کرنا محدثین کے یہاں بہت بڑا عیب ہے۔

طٰہٰ شیرازی

محمد اجمل مفتاحی

خمار سلفیت

شیخ جمن حفظہ اللہ کی پریشانی بابت رفع یدین

بیٹا: ابا جی!

باپ: جی بیٹا

بیٹا: ابا جی کچھ سنا آپ نے! شیخ کلو حفظہ اللہ نے اب نماز میں رفع یدین کرنا چھوڑ دیا ہے، اور انہوں نے یہ اعلان کیا ہے کہ رفع یدین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت نہیں ہے۔

باپ: بیٹا یہ تو عجیب بات ہے! اور شیخ کلو حفظہ اللہ کا یہ اعلان تو عجیب تر ہے، شیخ کلو کو معلوم نہیں کہ رفع یدین کی چار سو حدیثیں ہیں۔؟

بیٹا: ابا جی، ان کو خوب معلوم ہے، ان کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رفع یدین والا رسالہ بھی دکھلایا گیا، مگر ان کی رٹ یہی ہے کہ تم لوگ رفع یدین کی حدیثیں پیش کرتے ہو، رفع یدین کو سنت سے ثابت کرو، شیخ جمن حفظہ اللہ اور شیخ کلو حفظہ اللہ کے درمیان خوب خوب تکرار ہوئی مگر شیخ جمن حفظہ اللہ شیخ کلو کو قائل نہ کر سکے، رفع یدین کی جو حدیث بھی شیخ جمن حفظہ اللہ پیش کر رہے تھے، شیخ کلو کہہ دیتے کہ یہ حدیث ہے سنت سے رفع یدین کو ثابت کرو۔

باپ: بیٹا شیخ کلو کا دماغ تو نہیں چل گیا ہے، حدیث اور سنت میں کیا فرق ہے جو حدیث ہے وہ سنت ہے جو سنت ہے وہ حدیث ہے۔

بیٹا: ابا جی شیخ کلو حفظہ اللہ کو یہی بات تسلیم نہیں ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہر حدیث سنت نہیں ہوتی ہے، رفع یدین کرنے کے بارے میں حدیثیں ہیں سنت سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔

باپ: شیخ کلو کی دلیل کیا ہے کہ حدیثیں سنت نہیں ہوا کرتی ہیں۔؟

بیٹا: ابا جی شیخ کلو حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ دیکھو حضور نے کھڑے ہو کر بھی پیشاب کیا ہے، بخاری میں اس کی حدیث موجود ہے، اور بخاری میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو ایک مرتبہ بھی اعضاء وضو کو دھلا، اس کا ذکر بھی بخاری کی حدیث میں ہے، دو دفعہ بھی اعضاء وضو کو دھلا اس کا ذکر بھی بخاری کی حدیث میں ہے، مگر نہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا سنت ہے نہ وضو میں اعضاء وضو کو ایک ایک مرتبہ اور دو دو مرتبہ دھونا سنت ہے، سنت بیٹھ کر کے پیشاب کرنا ہے، اور وضو میں اعضاء وضو کو تین تین مرتبہ دھونا سنت ہے، شیخ کلو فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت پر عمل کرنے کا حکم فرمایا ہے، مثلاً ایک حدیث میں ہے علیکم بسنتی یعنی میری سنت کو لازم پکڑو، دوسری جگہ ارشاد فرمایا من رغب عن سنتی فلیس منی یعنی جس نے میری سنت سے اعراض کیا اس کا تعلق مجھ سے نہیں ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا من احیی سنتی جس نے میری سنت کو زندہ کیا، ان ارشادات عالیہ سے معلوم ہوا کہ سنت پر عمل کرنا ہے، حدیث پر نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ تم لوگ میری حدیث پر عمل کرو، شیخ کلو حفظہ اللہ نے شیخ جمن حفظہ اللہ کو چیلنج کیا ہے کہ نماز میں رفع یدین کو سنت سے ثابت کرو تو میں پھر سے رفع یدین کرنا شروع کر دوں گا۔

باپ: بیٹا شیخ جمن حفظہ اللہ نے جامعہ سلفیہ کے شیخ الحدیث صاحب سے رابطہ قائم نہیں کیا، شاید وہ ان کی دستگیری فرماتے۔

بیٹا: ابا جی وہ شیخ الحدیث صاحب کے پاس گئے تھے، صورت حال سے آگاہ کیا، مگر شیخ الحدیث نے ان کی کوئی مدد نہیں فرمائی، اور یہ کہہ کر شیخ جمن کو رخصت کر دیا کہ ان کو اس وقت قضاء حاجت کیلئے جانا ہے، شیخ جمن حیران و پریشان ان کے پاس سے واپس آگئے۔

باپ: بیٹا شیخ کلو کی بات تو کافی وزن دار ہے۔

بیٹا: جی تبھی تو شیخ الحدیث صاحب کو قضاء حاجت کی ضرورت پڑ گئی، حالانکہ جس وقت شیخ جمن حفظہ اللہ ان کے پاس گئے تھے، یہ وقت ان کے مطالعہ کا تھا، اور لڑکے

بتلا رہے تھے کہ وہ پندرہ منٹ پہلے اس کام سے فارغ ہو چکے تھے۔ ابا جی ایسے اہم موقع پر ہمارے علماء کو قضاء حاجت کی ضرورت کیوں پیش آجاتی ہے۔

باپ: پتہ نہیں بیٹا۔

حدیث اور سنت کا فرق

بیٹا: ابا جی!

باپ: جی بیٹا!

بیٹا: ابا جی رات احناف کی عید گاہ کے میدان میں ایک شاندار جلسہ تھا۔

باپ: جی بیٹا، میں نے سنا ہے کہ طٰہٰ شیرازی نام کا کوئی عالم آیا تھا لوگ اس کی تقریر سے بڑے متاثر ہیں، شیخ کلو حفظہ اللہ کہہ رہے تھے، تقریر ہو تو ایسی ہو، موضوع کیا تھا بیٹا؟

بیٹا: ابا جی، اس کی تقریر کا خاص موضوع حدیث رسول اور سنت رسول میں فرق کو ظاہر کرنا تھا، اس نے بڑی سنجیدگی اور علمی انداز میں دونوں کا فرق واضح کیا۔

باپ: بیٹا، بڑا عجیب موضوع تھا، کیا حدیث رسول اور سنت رسول دو الگ الگ چیزیں ہیں، میں تو یہ بات پہلی دفعہ سن رہا ہوں۔

بیٹا: ابا جی، اس نے جس انداز میں اس فرق کو واضح کیا ہے، ہمارے لئے اس میں غور کرنے کی بات ہے، ہمارے علماء تو صرف حدیث حدیث کہتے ہیں، حدیث اور سنت کا فرق کبھی واضح کرنے کی انہیں توفیق نہیں ہوتی، حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنی سنت کو لازم پکڑنے کا یعنی اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔

باپ: بیٹا اس حنفی عالم نے کیا کہا صرف اس کا خلاصہ بتا دو۔

بیٹا: اس مقرر کا کہنا تھا کہ حدیث رسول تو ہر اس بات کہیں گے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے صحابی نے نقل کی ہو، مثلاً اس نے کہا کہ حدیث پاک میں ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر میں اتنے صحابہ تھے، یہ حدیث تو ہے مگر اس کو حضور کی سنت نہیں کہیں گے، حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علی ہو سلم نے وضوء میں ایک ایک دفعہ بھی وضو کے اعضا کو دھویا، یہ حدیث

ہے مگر سنت نہیں ہے، وضوء کی سنت آپ کا وہ عمل کہلاتا ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ یا عام طور پر کیا ہو اور صحابہ کرام نے اسی عمل کو اپنی زندگی کا معمول بنایا ہو، جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعضاء وضو کو تین تین دفعہ دھویا کرتے تھے، تین تین دفعہ اعضاء وضو کا دھونا آپ کا معمول تھا، ایک ایک دفعہ اعضاء وضو کا دھونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غالب معمول نہیں تھا اور نہ صحابہ کرام نے اس کو اپنا معمول بنایا تھا، اس وجہ سے پہلا عمل یعنی تین تین دفعہ وضوء میں اعضا وضو کا دھونا یہ سنت رسول ہوگی، ایک دفعہ دھونے کا عمل حدیث رسول کہلائے گا، اس نے کہا کہ حضور پاک نے ہمیں اپنی سنت پر عمل کرنے کا حکم فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں یہ نہیں فرمایا ہے کہ میری حدیث پر عمل کرو، پھر اس نے کہا کہ ہم لوگ نماز میں جو رفع یدین نہیں کرتے ہیں اس کی یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل سنت نہیں تھا، یعنی آپ نے رفع یدین کو ہمیشہ کا اپنا معمول نہیں بنایا تھا، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے واضح ہے، انہوں نے جو حضور کی نماز کا طریقہ صحابہ کرام کو عملاً بتلایا تھا، اس میں انہوں نے صرف ایک مرتبہ رفع یدین شروع میں کیا تھا، صحابہ کرام حضور کا وہ عمل لوگوں کو تعلیم فرماتے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غالب عمل ہوا کرتا تھا، خواہ وہ عمل نماز سے متعلق ہو یا کسی اور عمل سے، اور یہی غالب عمل سنت رسول کہلاتا ہے۔

باپ: بیٹا، بات تو اس نے بڑی پکی کہی ہے، ہم اہل حدیث لوگ کے یہاں بھی وضوء میں اعضاء وضو کا ایک دفعہ دھونا یا دو دفعہ دھونا سنت نہیں ہے، وضوء کی سنت اعضاء کو تین تین دفعہ دھونا ہی ہے، جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جو بخاری شریف میں ہے واضح ہے، انہوں نے بھی صحابہ کرام کو جو عملاً آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کا طریقہ بتلایا تھا اس میں اعضاء وضوء کو تین تین ہی دفعہ دھونے کا ذکر ہے، ایک یا دو دفعہ کا ذکر نہیں۔

بیٹا: ابا جی، تو جو بات پکی ہوتی ہے، اس کو ہم لوگ کچی بنا کر کیوں پیش کرتے ہیں؟

باپ: پتہ نہیں بیٹا!

ماخوذ از تفسیر عزیزی

قنادیل من نور

دن رات میں انسان کے نگراں فرشتے

صحیح روایات کے مطابق ہر آدمی کے اعمال لکھنے والے چار فرشتے ہیں، دو دن کے اور دو رات کے ہوتے ہیں، ہر دن رات کے لکھے ہوئے رجسٹر الگ چھوڑتے ہیں، بعض روایات میں آتا ہے کہ ان دونوں کے بیٹھنے کی جگہ انسان کے دونوں کندھے ہیں، اور بعض نے کہا کہ ان کے بیٹھنے کی جگہ ہر آدمی کے اوپر کے دو بڑے دانت ہیں، انسان کی زبان ان کا قلم اور تھوک ان کی سیاہی ہے۔

اور جب دن رات کا یہ رجسٹر حق تعالیٰ کے حضور لے جاتے ہیں تو باوجود اس کے کہ حق تعالیٰ بندے کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں ان کو حکم ہوتا ہے کہ اس کے لکھے ہوئے کا لوح محفوظ کے ساتھ مقابلہ کرلو، اس لئے کہ بندہ جو کچھ کرے گا، وہ سب کچھ بغیر ادنی کمی زیادتی کے لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، جب وہ مقابلہ کرلیتے ہیں تو حکم ہوتا ہے کہ نیکی اور گناہ کے سوا جو کچھ ہے سب مٹادو صرف نیکی اور گناہ رہنے دو اس پر اس کو ثواب و عذاب ہوگا۔

کیا فرشتوں کو انسان کی نیتوں کی اور دل کی باتوں کی خبر ہوتی ہے؟

فرشتوں کا انسان کی نیتوں کا حال معلوم کرنا اور دل میں چھپی ہوئی بات پر مطلع ہونا، اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے اکثر علماء نے کہا ہے کہ فرشتوں کو دل کی باتوں کی خبر نہیں ہوتی ہے، مگر صحیح حدیث میں وارد ہے کہ لکھنے والے فرشتے نیکی کے ارادہ کو اور برائی چھوڑنے کے ارادہ کو نیکی لکھتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو دل کی باتوں پر اطلاع ہے، جو علماء اس کا انکار کرتے ہیں وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ اطلاع فرشتوں کے خود سے نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو الہام ہوتا ہے کہ فلاں بندہ نے دل میں نیکی کا ارادہ کیا ہے یا گناہ کا ارادہ کرکے چھوڑنے کا ارادہ کیا ہے اس کی ایک نیکی لکھ لو، (اور یہی بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے)۔

مکتبہ اثریہ غازیپور سے شائع ہونیوالا

جلد ۱۳

دو ماہی دینی وعلمی مجلّہ

شمارہ ۳

ذو القعدہ، ذو الحجہ ۱۴۳۱ھ

محمد ابوبکر غازی پوری

سالانہ چندہ ۱۰۰/روپے

پاکستان کے لئے .... پاکستانی ۲۵۰/روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر ممالک سے دس ڈالر امریکی

ترسیل زر کیلئے اکاؤنٹ نمبر Punjab National Baink 0662010100011488 صرف محمد ابوبکر لکھا جائے

پتہ

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ، غازیپور۔ یوپی

Pin. 233001 .... Mob.9453497685

محمد اجمل مفتاحی

فہرست مضامین

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چلئے کچھ رخ تو بدلا

محمد اجمل مفتاحی

صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا جو عقیدہ و مذہب ہے اور عوام میں انھوں نے انکا تعارف جس طرح کرایا ہے، بلکہ جس گستاخانہ لب ولہجہ میں اپنی کتابوں میں ان کا ذکر کیا ہے، اس پر زمزم شروع ہی سے زبردست احتجاج کرتا رہا ہے، اور مدیر زمزم کے قلم سے خاص اس موضوع پر ایک رسالہ بھی ''صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطۂ نظر'' نام سے شائع ہوا ہے، شروع شروع میں تو غیر مقلدین نے بڑی ہٹ دھرمی سے کام لیا، اپنے علماء اور ان کی کتابوں کا جن میں صحابہ کرام کو شیعوں کی زبان میں یاد کیا گیا ہے، وہ دفاع کرتے رہے، اور صحابہ کرام کے بارے میں اب تک جو ان کا نظریہ رہا ہے، اس کو صحیح ثابت کرتے رہے، یعنی نہ صحابہ کرام کا عمل حجت ہے نہ ان کا قول حجت ہے، نہ ان کی فہم حجت ہے، بیس رکعت تراویح بدعت عمری ہے، جمعہ کی جو پہلی اذان ہے وہ حضرت عثمان کی ایجاد ہے، جسکا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت سی باتوں کو جو خلاف شریعت ہیں محض اپنی ذاتی رائے سے دین میں داخل کیا ہے، طلاق کے بارے میں حضرت عمر کا قول خلاف شریعت ہے۔ کتاب وسنت کی نصوص کی فہم نہ حضرت عمر کو تھی نہ حضرت عبداللہ بن مسعود کو تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ غصہ میں خلاف شریعت فتوی دیا کرتے تھے۔ بعض صحابہ کرام معاذ اللہ فاسق تھے، ان کو رضی اللہ عنہ کہنا بھی مستحب نہیں، اور اس قسم کی بہت سی باتیں جو آج تک غیر مقلدین کا مذہب بنی ہوئی تھیں ان کا یہ حضرات دفاع کرتے رہے، مگر باطل فطری طور پر کمزور ہوتا ہے، چند روز کسی خارجی سبب کی بنا پر وہ اپنا زور دکھلاتا ہے پھر اس کا اچھال ختم ہو جاتا ہے یا کمزور پڑ جاتا ہے۔

صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کے نقطۂ نظر کے بارے میں زمزم کے زبردست احتجاج نے غیر مقلدوں کو بھی پست کر دیا، اور اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں

نے رخ بدلنا شروع کر دیا ہے چنانچہ گزشتہ دنوں انھوں نے دہلی کے رام لیلا گراؤنڈ میں ''عظمت صحابہ کانفرنس'' کا انعقاد کیا یہ کانفرنس مرکزی جمیعت اہلحدیث ہند کے زیر اہتمام منعقد ہوئی تھی، اور جامعہ سلفیہ بنارس سے شائع ہونے والے محدث پرچہ کے ٹائیٹل پر امام ابوزرعہؒ رازی کا صحابہ کرام کی تنقیص کرنے والوں کے بارے میں یہ چشم کشا قول جلی حرفوں میں نقل کیا گیا ہے۔

''جب کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابہ کی تنقیص کرے تو سمجھ لو کہ وہ ملحد اور بے دین ہے''۔ (مئی ۲۰۱۰ء)

اور اسی پرچہ میں جون ۲۰۱۰ء کے شمارے میں ٹائیٹل ہی پر علامہ ابن حمدان کا یہ قول نقل کیا ہے ''تمام صحابہ کرام سے محبت رکھنا اور ان کے درمیان جو واقعات پیش آئے ہیں ان کو لکھنے پڑھنے سننے سنانے سے پرہیز واجب ہے، ان پر اعتراضات کی روش کو چھوڑ دینا واجب ہے''۔

اور ان دونوں شماروں میں صحابہ کرام کے بارے میں بعض اچھے مضامین بھی پڑھنے کو ملے، غرض پہلے تو ان غیر مقلدوں کا معاملہ صحابہ کرام کے بارے میں یہ تھا جیسا کہ قرآن میں کہا گیا ہے۔

واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون یعنی جب ان (منافقین) سے یہ کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے لوگ ہیں۔

لیکن اب صحابہ کرام کے بارے میں ان کی جدید روش کو دیکھ کر یہ اندازہ لگتا ہے کہ ان کو شاید اندازہ ہو گیا ہے صحابہ کرام کے بارے میں اب تک ان کی جو بدعقیدگی رہی ہے اس نے عوام کو ان سے بدظن کر دیا ہے اور عوام میں عام تاثر پیدا ہوا ہے کہ یہ فرقہ شیعوں سے بہت زیادہ متاثر ہے، اور اس فرقہ کو شیعہ فرقہ سے بہت زیادہ ہم آہنگی ہے، اور جاہلوں میں چاہے اب بھی ان کا جادو چل رہا ہو مگر اہل علم اور اہل صلاح کا طبقہ اس فرقہ اہلحدیث سے بہت زیادہ دور ہے۔

اسی فاصلہ کو کم کرنے کے لئے غیر مقلدین نے یہ نیا داؤں کھیلا ہے، میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ حضرات اس میں کتنے مخلص ہیں یا عوام کو اپنے جال میں پھانسنے کی ان کی یہ منافقانہ چال ہے، ہمارے تردد کی وجہ یہ ہے کہ اب تک کسی اہل حدیث عالم نے ان کتابوں سے یا اپنے ان علماء سے براءت ظاہر نہیں کی ہے، جن کی کتابوں نے یا جن علماء نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس شبیہ کو اپنے گستاخانہ کلام سے بگاڑا ہے۔اور جب تک یہ فرقہ ان کتابوں اوران علماء سے اپنی براءت ظاہر نہیں کرتا ہمارا یہ تردد باقی رہے گا،اور زمزم اور ادارہ زمزم اپنا احتجاج جاری رکھے گا۔

نوٹ: محدث کے ٹائیٹل پر صرف زرعہ رازی لکھا ہے جو غلط ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆
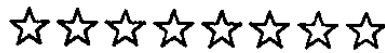
تمام ائمہ حقانی ہیں

تمام ائمہ برحق ہیں جس کا دامن تھام لوگے انشاء اللہ نجات ہو جائیگی، یہ سب حضرات حقانی ہیں، ان بزرگوں نے اپنے اصول تفقہ سے اور اپنے اجتہاد سے کتاب وسنت سے مسائل اخذ کئے اور مسائل نکال کر دین کو باغ و بہار بنادیا، اور ایک لااور قانون کی صورت میں فقہ کو مرتب کیا جن کے ابواب الگ الگ ہیں، سارے مسائل ان ابواب کے نیچے جمع ہیں، ساری چیزیں استخراج کر کے جمع کردی ہیں ان کا بھی امت پر احسان عظیم ہے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور ان کے مقابر کو نور سے منور فرمادے، اگر یہ استخراج نہ کرتے تو اتنی جزئیات ہمارے پاس جو فقیہ کی ہیں موجود نہ ہوتیں بڑی دقت ودشواری پیش آتی۔

(از حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

نبوی ہدایات

محمد ابوبکر غازی پوری

(۱) حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ بیمار ہوئے تو آپ کے پاس جبرئیل امین تشریف لائے اور کہا اے محمد آپ بیمار ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، تو جبرئیل امین نے یہ دعا پڑھکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دم کیا، **بسم اللہ ارقیک من کل شیئ یوذیک من شر کل نفس وعین حاسدة بسم اللہ ارقیک واللہ یشفیک.** (ترمذی)

اور عبدالعزیز بن صہیب فرماتے ہیں کہ میں اور ثابت بنانی ہم دونوں حضرت انسؓ کے پاس گئے تو ثابت نے حضرت انس سے کہا کہ اے ابوحمزہ (یہ حضرت انس کی کنیت ہے) میں بیمار ہوں، تو حضرت انسؓ نے فرمایا کہ کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رقیہ سے تم کو دم نہ کردوں؟ تو انھوں نے کہا کیوں نہیں، تو حضرت انسؓ نے ثابتؒ پر یہ دعا پڑھکر دم کیا۔

اللہم رب الناس مذهب الباس اشف انت الشافی لاشافی الاانت شفاء لایغادر سقما. (ترمذی)

زمزم! ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جبرئیل امین اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیماروں پر دعا پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں سلفیت زدہ ایک طبقہ پیدا ہوگیا ہے جس کا کہنا یہ ہے کہ جھار پھونک شرک ہے توحید کے خلاف ہے، معلوم نہیں یہ طبقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل کے بارے میں کیا فیصلہ کرے گا، کیا ان دونوں پر بھی وہ کفر اور شرک کا حکم لگائے گا؟

(۲) حضرت ام معقلؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے زمانہ میں عمرہ کرنا (ثواب میں) حج کے برابر ہے، (ترمذی)

زمزم! اعمال کے ثواب کے بڑھنے اور گھٹنے میں جگہ اور زمانہ کا بھی اثر ہوتا

ہے، رمضان کا مبارک مہینہ بڑی خیر و برکت کا زمانہ ہوتا ہے اس لئے اس ماہ میں ہر عبادت کا ثواب بڑھ جاتا ہے، اس ماہ میں عمرہ کا ثواب بھی حج کے برابر ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے اس ماہ میں عمرہ کرنے والے شائقین کی کثرت ہوتی ہے، اور حرمین شریفین کا منظر لوگوں کی کثرت ھجوم کی وجہ سے حج کے زمانہ جیسا معلوم ہوتا ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جن پر حج فرض ہے اس ماہ میں عمرہ کرنے کی وجہ سے ان سے حج ساقط ہو جائے گا، بلکہ ان پر حج کرنا فرض ہی رہے گا۔

(۳) حضرت فضل بن عباس فرماتے ہیں کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میرے باپ پر حج فرض ہو چکا ہے لیکن وہ بہت بوڑھے ہیں سواریوں پر بیٹھ نہیں سکتے ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ تو ان کی طرف سے حج کر۔ (ترمذی)

زمزم! اگر آدمی اتنا معذور ہو کہ اس کے لئے سفر کرنا دشوار ہو تو اس کی طرف سے دوسرا حج کر سکتا ہے خواہ اس کے گھر کا کوئی فرد ہو یا کوئی دوسرا، اگر گھر کا کوئی شخص اس کی نیابت کرے تو زیادہ بہتر ہے۔

(۴) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میری بہن مر گئی ہے اور اس پر دو ماہ کا مسلسل روزہ رکھنا تھا (تو اب کیا مسئلہ ہے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ بھلا بتلا کہ اگر تیری بہن پر کسی کا قرض ہوتا کیا اس کو ادا نہ کرتی ؟ تو اس نے کہا کہ ہاں ادا کرتی، تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کا حق زیادہ حقدار ہے کہ اس کو ادا کیا جائے. (ترمذی)

زمزم! اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جس پر کوئی فرض روزہ باقی رہ گیا ہو اور اس کا انتقال ہو چکا ہے تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے گا۔

اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات قیاس سے مسئلہ کی وضاحت کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے قرض پر اللہ کے قرض کو قیاس کر کے اس مسئلہ کا حکم بتلایا، یعنی جس طرح لوگوں کا قرض ادا کرنا ولی

پرواجب ہوتا ہے اسی طرح اللہ کا قرض کا ادا کرنا ولی پر واجب ہوتا ہے۔

اب کوئی بتلائے کہ اگر قیاس کرنا دین میں حرام ہوتا جیسا کہ دور حاضر کے سلفی شور مچاتے ہیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیوں قیاس کرتے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کے بعد بھی جو دین میں قیاس کرنے حرام کہے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

مشہور غیر مقلدین مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں فیہ مشروعیة القیاس. (تحفہ ص ۳۴۳ ج ۲) یعنی اس حدیث میں قیاس کے مشروع ہونے کا بیان ہے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو قیاس کو مشروع کرے اور غیر مقلدین و سلفین قیاس کو حرام اور کار شیطان کہیں؟

(۵) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے بھول کر کھالیا یا پی لیا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا یہ اللہ کا رزق جو اس کی طرف سے روزہ دار کو ملا۔ (ترمذی)

زمزم! بھول کر کھانے پینے سے روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا اور جب روزہ نہیں ٹوٹا تو روزہ کا کفارہ یا اس کی قضا کا سوال ہی نہیں بیشتر صحابی و تابعین کا یہی مذہب ہے۔ البتہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جو روزہ دار بھول کر کھا پی لے اس کو اس روزہ کی قضا کرنی ہوگی، لیکن امام ترمذی فرماتے ہیں کہ پہلی بات زیادہ صحیح ہے، اس لئے کہ اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ بھول کر کھانے پینے سے نہ قضا واجب ہوتی ہے اور نہ کفارہ۔ امام سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ امام شافعی امام احمد وغیرہ اکابر فقہاء محدثین کا یہی مذہب ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

تقویٰ کی فضیلت اور تقویٰ کی حقیقت

از حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

طریق سلف اور وصیت تقویٰ:

سلفِ صالحین یعنی حضرات صحابہ اور حضرات تابعین کی یہ عادت رہی ہے کہ جب ایک دوسرے سے رخصت ہوتے تھے تو کہتے تھے کہ کچھ نصیحت کیجئے۔ چھوٹے اپنے بڑوں سے نصیحت کی فرمائش کرتے تھے اور بڑے اپنے چھوٹوں سے نصیحت طلب کرتے تھے عام طور سے سلف کی یہ نصیحت ہوتی تھی کہ اوصیکم بتقوی اللہ میں تمہیں تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ یہ ہی سلف کا عام جواب ہوتا تھا۔ اسی مناسبت سے میں نے آیت تلاوت کی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ سے تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ اسکے لئے مشکلات میں ایسے راستے کھولتا ہے کہ اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا ہے۔ مشکل میں پھنسا ہوا ہے۔ ہر طرف سے راستے بند ہیں غیب سے سامان ہوتا ہے اور راہ نکل آتی ہے اور وہ مشکلات سے نکل جاتا ہے۔

نتیجۂ تقویٰ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ومن یتق اللہ یجعل له مخرجا . تقویٰ پر مرتب شدہ پہلا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مشکلات میں اس کے کام آتے ہیں اور دوسرا وعدہ یہ ہے ویرزقه من حیث لایحتسب . حق تعالیٰ اس کو ایسے انداز سے رزق دیتے ہیں کہ اسے وہم وگمان بھی نہیں ہوتا ہے کہ میرا رزق یہاں سے پہونچ جائیگا اور پہنچتا ہے وہیں سے تیسرا وعدہ یہ فرمایا ہے ومن یتق اللہ یکفر عنه سیئاته . کہ جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ کردیتے ہیں اور چوتھا ثمرہ اور نتیجہ یہ بیان فرمایا ہے ویعظم له اجراً . اللہ اس کے اجر وثواب کو بہت بڑھا دیتا ہے تو تقویٰ اختیار کرنے پر ان آیات میں چار وعدے دئے گئے ہیں مشکلات میں راستہ کو دینا۔ رزق بے شان وگمان پہونچانا۔ معصیت کا کفارہ کردینا۔ اجر وثواب کر بڑھا دینا۔

تقویٰ اوراس کے اثرات:

ایک معنی تو لغت میں ہیں تقویٰ کے ڈرنے کے اور خوف کے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ سے ڈرو اور خوف وخشیت اختیار کرو۔ کسی حالت میں بے فکر ہو کر مت بیٹھو۔ خواہ دولت مند ہو خواہ مفلس ہو ہر حالت میں اللہ کا ڈر انسان کو ہونا چاہئے۔ اگر غور کیا جائے تو جتنے بھی جرائم اور معصیتیں ہیں وہ اللہ کے ڈر سے ہی ختم ہوتی ہیں۔ جرائم کو نہ پولیس روک سکتی ہے نہ فوج روک سکتی ہے اور نہ ہتھیار روک سکتے ہیں۔ جب تک کہ دل میں خوف خداوندی نہ ہوگا آدمی جرائم سے باز نہیں رہ سکتا۔ اگر محض پولیس اور فوج کی طاقت سے جرائم بند ہو جایا کرتے تو آج کی دنیا سب سے زیادہ متقی ہوتی۔ اس لئے کہ آج نہ فوجوں کی کمی ہے اور نہ ہتھیاروں کی کمی ہے بلکہ آج کل ایسے ایسے ہتھیار موجود ہیں جن کے اثرات دور دور تک جاتے ہیں ایک بم سے لاکھوں آدمی ختم ہو سکتے ہیں۔ اگر ان ذرائع سے دنیا میں امن قائم ہو سکتا اور جرائم مٹ سکتے تو آج دنیا میں کوئی جرم باقی نہ رہتا۔ سب کے سب متقی اور پرہیز گار ہوتے لیکن جتنی پولیس بڑھتی جاتی ہے اور جتنی فوج اور ہتھیار بڑھتے جاتے ہیں اس سے دگنے جرائم بڑھتے جاتے ہیں اور عام ہوتے جاتے ہیں اور عام طور سے دنیا میں فسق وفجور مار دھاڑ اور بدامنی۔ بدنیتی اور فسادات عام ہوتے جارہے ہیں۔ ارتکاب جرائم کی وجہ یہ نہیں کہ اس دور میں پولیس اور فوج کمی ہے۔ بلکہ دلوں میں اللہ کا ڈر اور خوف باقی نہیں ہے اگر یہ ہو تو آدمی کو ارتکابِ جرائم کی ہمت ہی نہیں ہوگی۔ خواہ وہاں پولیس اور فوج ہو یا نہ ہو پھر چاہے تنہائی میں بھی ہو وہاں بھی گناہ سے بچے گا۔ مثلاً آپ کے سامنے لاکھوں روپے کا خزانہ رکھا ہوا ہے اگر آپ اٹھا کر لے جانا چاہیں تو لے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ وہاں نہ پولیس ہے نہ فوج ہے مگر آپ اسے نہیں اٹھاتے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اللہ کا ڈر دل میں گھر کئے ہوئے ہے کہ میں نے اگر ایسا کیا تو اللہ کے سامنے قیامت کے دن کیا جواب دونگا جب پوچھا جائے گا کہ تو نے غیر کے مال میں بغیر اس کی اجازت سے کیوں تصرف کیا ہے۔ تو سب سے بڑی پولیس جو دلوں پر بیٹھی ہوئی ہے وہ خوف خداوندی ہے وہی تمام جرائم سے بچانے والی ہے اور معصیت سے روکنے والی ہے ورنہ دنیا میں کوئی صورت نہیں ہے جرائم سے روکنے کی اور جرائم سے بچنے کی۔ اسلام نے آخرت کا جو عقیدہ پیش کیا ہے اس کا

مطلب یہ ہے کہ بندہ کو ہر وقت یہ تصور رہے کہ مجھے اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر جواب دہی کرنی پڑے گی اور ہر شخص سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ زندگی کس طرح گزاری۔ اسکا جواب دینا پڑے گا۔ تو یہ عقیدہ ایسا ہے کہ جس سے انسان ناشائستہ حرکات سے رک سکتا ہے۔ اسی عقیدہ کی وجہ سے دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے اور ہر شخص ارتکاب جرائم سے بچ سکتا ہے اور کوئی صورت ایسی نہیں جس کے اختیار کرنے سے جرائم سے بچ سکے۔

جبلی طور پر انسان میں اخلاقِ رذیلہ ہیں:

جبلی طور پر انسان درندہ واقع ہوا ہے، مار کاٹ چیر پھاڑ اس کا خاصہ ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا کہ جب حضرت آدم کو زمین پر اتارا گیا اور حضرت حوا بھی اتریں تو فرمایا اھبطوا بعضکم لبعض عدو جاؤ تم دنیا کے اندر اور ایک دوسرے کی دشمنی تمہارے اندر ڈال دی گئی ہے اور انسان ایک دوسرے کا دشمن بھی ہے اور برا چاہنے والا بھی ہے اس کے قلوب میں کہیں حرص رکھی گئی ہے۔ کہیں بغض رکھا گیا ہے کہیں حسد رکھا گیا ہے کہیں تکبر رکھا گیا ہے۔ ان اخلاق رذیلہ کی بنا پر جب آدمی حریص ہوگا تو دوسرے کے مال پر نگاہ ڈالیگا اور اسے حاصل کرنے کی کوشش کریگا پھر اسے جائز ناجائز کی پرواہ نہ ہوگی۔ چوری ڈکیتی کچھ بھی بے تحاشہ کریگا اس لئے کہ اس کے اندر حرص کا مادہ موجود ہے اور اگر انسان میں حسد کا مادہ موجود ہے تو وہ اپنے کسی بھائی کو بڑھتا ہوا دیکھنا نہیں چاہے گا۔ دنیا میں کوئی عزت کے اعتبار سے ذرا بڑھا تو دلوں میں حسد پیدا ہو جاتا ہے یہ کیوں کر بڑھ گیا لوگ اس پر غور نہیں کرتے کہ اس نے اپنی صلاحتیں استعمال کیں اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے بڑھا دیا ہم بھی وہ صلاحتیں پیدا کریں۔ مگر یہ نہیں ہوتا۔ بلکہ ہوتا یہ ہے کہ یہ ترقیات و مراتب اس کے پاس نہ رہیں چاہے مجھے ملیں یا نہ ملیں۔ یہ حسد کا خاصہ ہے کہ آدمی دوسرے کی محنت کو زائل ہوتا دیکھ کر خوش ہو چاہے خود بالکل محتاج اور مفلس کیوں نہ ہو۔ ایسے ہی تکبر، طمع لالچ وغیرہ ہیں ان اوصاف رذیلہ پر اگر بریک لگانے والی کوئی چیز ہے تو وہ تقویٰ اور خوف خداوندی ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو سوائے مار دھاڑ کے ڈکیتی ڈالنے کے اور کیا کریگا تو اس سے دنیا میں ایک عجیب انارکی پھیل جائے گی یہ اخلاق عام ہیں اور یہ انسان کی جبلت ہے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے

اپنا قانون اتارا کہ ان چیزوں سے بچ کر زندگی گزارو۔

اخلاقِ رذیلہ کے بجائے اخلاقِ حسنہ اختیار کرو:

اس لئے حکم ہے کہ حسد ختم کرو اور ایثار اختیار کرو۔ اگر اپنے کسی بھائی کو دیکھو کہ دولت ملی ہے تو اس سے اتنے ہی خوش ہو جیسے کہ یہ دولت مجھے ہی مل گئی اور یہ سمجھو کہ وہ میری ہی دولت ہے اگر کسی کو عزت ملی ہے تو یہ سمجھو کہ میری عزت ہے۔ اگر خدانہ خواستہ یہ ذلیل بنا تو یہ میری ذلت ہے۔ یہ جذبہ دین نے پیدا کیا ہے کہ حسد کو چھوڑ کر ایثار اختیار کرو۔ لالچ چھوڑ کر قناعت اختیار کرو جتنا تمہیں اللہ نے دیا ہے اس پر خوش رہو۔ شکر کرتے رہو اللہ تعالیٰ اسے بڑھا دیگا۔ اس طرح کبر سے بچا کر دین نے تواضع کی تعلیم دی ہے کہ خاکساری برتو۔ ہر ایک کے سامنے چھوٹے بن کر پیش ہو کہ بڑے تم ہو میں چھوٹا ہوں۔ لڑائی دنگا جب بھی ہوتا ہے تکبر کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ہر ایک کہتا ہے کہ میں بڑا ہوں اور قاعدہ ہے کہ دو بڑے ایک جگہ نہیں سما سکتے یقیناً ایک گھٹے گا ایک بڑھے گا۔ ایک ختم ہوگا ایک آگے چلے گا لیکن جب ہر ایک یوں سمجھے گا کہ میں بڑا ہوں۔ بڑا تو وہ ہے جو یہ کہے کہ میں بڑا نہیں یہ بڑا ہے۔ تو پھر لڑائی جھگڑا کس چیز پر ہوگا؟ اس لئے امن وامان کا ذریعہ تو واضع اور خاکساری ہے اور لڑائی جھگڑوں کا سبب تکبر اور نخوت ہے۔ یہ تمام چیزیں انسان میں موجود ہیں ان کا علاج اگر کیا گیا ہے تو دین نے کیا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے دنیا میں آ کر اس کی تعلیم دی اس کے طریقے بتلائے ہیں کہ اگر یہ طرز اختیار کرو گے تو تکبر زائل ہوگا اور یہ طرز اختیار کرو گے تو تمہاری حرص زائل ہو جائے گی اور یہ طریقہ اختیار کرو گے تو تمہارا حسد ختم ہو جائے گا یہ تمام طریقے دین کے بتلائے ہوئے ہیں۔

ایمان کا مدار دو بنیادیں ہیں:

یہ دو بنیادی باتیں ہیں ایک دل میں اللہ کا ڈر دوسرے آخرت کے عقیدہ میں مضبوطی اور پختگی، کہ جو کچھ دنیا میں کر رہا ہوں، وہاں جا کر مجھے جواب دینا ہے اور حق تعالیٰ کے پاس ایک ایک چیز کا حساب ہوگا۔ حتیٰ کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ سردیوں میں گرم

پانی نعمت ہے اس کا بھی احسان جتلایا جائے گا کہ ہم نے سردی میں گرم پانی دیا تم نے اس کا حق کیا ادا کیا۔ گرمیوں میں ٹھنڈا پانی نعمت ہے اس کا حساب ہوگا کہ تم نے اس ٹھنڈے پانی کو استعمال کر کے کیا شکریہ ادا کیا۔ وہاں ایک ایک چیز کا حساب ہوگا۔ تمہیں اتنی عمر دی تھی تم نے کاہے میں صرف کی؟ تمہیں اتنی دولت دی گئی تھی تم نے اس کو کاہے میں صرف کیا؟ تو سب چیزوں کو الگ الگ پوچھا جائے گا۔ یہ نہیں کہ سارے نبی آدم سے مشترکہ طور پر سوال ہوگا اور وہ سب مل کر جواب دیں گے۔ نہیں، بلکہ اس کی پوری زندگی سامنے کر دی جائے گی اور پھر اسی کے مطابق حساب و کتاب ہوگا۔ یہ عقیدہ جب ایک مومن کے دل میں جما ہوا ہے تو وہ جرأت و ہمت نہیں کر سکتا ہے خیانت کی، بددیانتی کی، اور جب بھی یہ حرکت کریگا تو معلوم ہوگا کہ عقیدے میں ڈھیلا پن آ گیا ہے وہ عقیدہ دل میں چھپ گیا ہے سامنے نہیں رہا ہے لیکن اگر سامنے ہو تو پھر یقیناً جرأت نہیں ہوگی اور اگر کر ہی گزرے تو پھر جلدی سے توبہ کی توفیق ہوگی اور ندامت ہوگی کہ میں نے بہت بری حرکت کی ہے اس کے نتیجہ میں توبہ کرے گا استغفار کرے گا۔ یہ ندامتِ توبہ واستغفار اسی وجہ سے ہے کہ دو بنیادیں اس کے ذہن میں ہیں۔

تقویٰ انسدادِ جرائم کا ذریعہ ہے:

تقوے کے معنی ہیں ڈرنے کے کہ آدمی اللہ سے ڈرے اور یہ ہی گویا جرائم سے انسداد کا طریقہ ہے۔ تقویٰ کے دوسرے معنیٰ ہیں احتیاط کہ آدمی محتاط زندگی بسر کرے جس میں بڑے جرائم سے بچنے کے لئے چھوٹے جرائم کو چھوڑ دے۔

حرام سے بچنے کے لئے مکروہ کو چھوڑ دے کہ اگر میں نے مکروہ فعل کیا تو ممکن ہے کہ کل کو فعل حرام کروں اور مکروہ سے بچنے کے لئے بعض جائز چیزیں بھی ترک کر دینی پڑتی ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ جائز میں گھر گھرا کر مکروہ میں مبتلاء ہو جاؤں، شریعت کے اصطلاح میں اسی کا نام سدِ ذرائع ہے کہ وسائل کو ترک کر دو تا کہ ناجائز مقاصد تک پہنچنے نہ پاؤ اور پہلے ہی رک جاؤ مثلاً زنا کاری ایک فعل خبیث ہے اور حرام ہے۔ اس سے بچانے کے لئے فرمایا گیا کہ اجنبی عورت پر نگاہ بھی مت ڈالو۔ اجنبی عورت سے خلوت بھی مت اختیار کرو۔ اجنبی

عورت کی آواز پر کان بھی مت لگاؤ یہ ساری چیزیں سدِ ذرائع ہیں جو ان چیزوں پر پڑا تو اندیشہ ہے کہ مبتلاء ہو جائے گا۔ اصل گناہ سے بچانے کے لئے شریعت نے یہاں سے روکنا شروع کیا کہ نگاہی مت ڈالو کان ہی مت لگاؤ۔ اور اگر عورت خوشبو لگائے ہوئے ہو تو اپنی ناک کو موڑ لو۔ گویا ہم خوشبو نہیں سونگھ رہے ہیں کیونکہ بعض دفعہ خوشبو ذریعہ بنتی ہے خیال کے متوجہ ہونے کا۔ یہ ہے احتیاط جسے فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر عورت وضو کرے اور اس کا بچا ہوا پانی لوٹے میں موجود ہے اس سے وضو نہ کرو دوسرا نیا پانی لو۔ اس لئے کہ بچے ہوئے پانی میں دھیان جا سکتا ہے کہ یہ فلاں عورت کا وضو ہے اس خیال کو اگر ادھر متوجہ کیا جائے تو اندیشہ ہے کہ دل کے اندر فتنہ پیدا ہو جائے۔ اس لئے شریعت نے احتیاط کی روء سے حکم دیا کہ تم اس پانی کو چھوڑ دو نیا پانی الگ لو۔ کیوں اپنے خیال کو گندہ کرتے ہو کہ خیال گندہ ہو تو ارادہ گندہ ہو گا تو فعلِ ناپاک ہو جائے گا۔ اس لئے شروع اور ابتداء ہی سے بچتے ہیں۔ زنا گناہ کبیرہ ہے اور یہ جو ابتدائی وسائل ہیں ان کو صغیرہ گناہ کہتے ہیں اور صغیرہ گناہوں سے اس لئے بچایا گیا ہے کہ کبیرہ تک نہ پہنچنے پائے یہ احتیاط کی زندگی ہے۔ چوری کے اندر جو اصل فعل ہے اور جس کی ممانعت ہے وہ یہ ہے کہ غیر کے مال کو بلا اس کی مرضی کے اٹھا لائے لیکن شریعت نے اس سے بچانے کے لئے ایک سلسلہ قائم کیا ہے کہ کسی کے گھر میں جاؤ تو اس کا سامان مت دیکھو ممکن ہے خیال پیدا ہو کہ آنکھ بچا کر اٹھا لو یہ تانک جھانک پیش خیمہ ہے اور چوری انجام کار اور آخری فعل ہے جو اصل میں ممنوع ہے اس سے بچانے کے لئے یہ لمبا سلسلہ قائم کیا ہے ہاں اگر خود مالک ہی دکھلائے کہ مجھے اللہ نے یہ نعمت دی ہے تو آدمی شوق سے دیکھے اور دیکھ کر شکریہ ادا کرے اور خوشی کا اظہار کرے گا یا یہ کہ جو کچھ اللہ نے آپ کو دیا ہے ہمیں ہی دیا ہے لیکن از خود تانک جھانک کرنا یا یہ غور کرنا کہ کس مکان میں ہے مال۔ اور یہ دھیان جائے کہ اگر نقب لگاؤں تو یہاں سے مناسب رہے گا یا یہاں سے یہ نقب لگانے کا دھیان اور تانک جھانک کرنا اور گناہ جو کہ چوری ہے اس تک نہ جانے پائے اسی کو کہتے ہیں سدِ ذرائع اور وسائل پر پابندی تاکہ اصل مقصد تک پہنچ پائے یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے من الی عرافا فقد کفر بما انزل علی

محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو جادوگر کے پاس گیا اس نے کفر کیا شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ حالانکہ جادوگر کے پاس جانا تو کوئی گناہ کی بات نہیں ہے نہ تو توحید میں کوئی فرق پڑتا ہے نہ عقیدۂ رسالت میں کوئی فرق پڑتا ہے اور نہ عقیدۂ قیامت میں کوئی فرق پڑتا ہے تو پھر یہ کیوں کہا گیا کہ اس نے کفر اختیار کیا؟ یہ اس لئے کہا گیا کہ جادوگر کے پاس آتا جاتا رہے گا پہلا مرحلہ تو اس کے لئے یہ ہوگا کہ جادو کی برائی اس کے دل نے نکل جائے گی اور سمجھے گا کہ بھائی یہ بھی ایک فن ہے جیسے دوسرے فن ہوا کرتے ہیں وہ جو پہلے اس کے دل میں جادو کی برائی گھسی ہوئی تھی کہ کفر کی بات ہے وہ کم ہو جائے گی اور جب اس کی برائی کم ہوئی تو چار دن بعد جادوگر سے کہے گا کہ ایک منتر مجھے بھی سکھلا دو۔ وہ سکھلا دے گا دس دن بعد کہے گا منتر تو بہت اچھا ہے ایک منتر اور سکھا دو ایک منتر اور سکھا دے گا چند دن کے بعد سیکھتے سیکھتے جادوگر بن جائے گا اور کفر میں مبتلا ہو جائے گا اس کفر سے بچانے کے لئے شریعت نے روکا ہے کہ جادوگر کے پاس ہی مت جاؤ کہ جادو اور سحر سے دل میں نفرت نہ رہے اور پھر تم سیکھو اور جادوگر بنو اور کفر میں مبتلا ہو یہ ہے سدِ ذرائع۔ یا جیسے حدیث شریف میں آیا ہے ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام جس چیز کے زیادہ حصے میں نشہ ہے اس چیز کا کم حصہ بھی حرام ہے اگر آدمی شراب کا ایک جام پئے گا تو نشہ ہوگا اس لئے اس کا ایک قطرہ بھی چکھا تو حرام ہوگا حالانکہ ایک قطرے میں نشہ نہیں ہوتا ہے مگر حرام اس درجہ میں ہے جس درجہ میں پورا گلاس پینا۔ اس لئے جس نے آج ایک قطرہ چکھا ہے وہ کل ایک گھونٹ بھی پئے گا اور جو کل ایک گھونٹ پئے گا وہ پرسوں کو ایک جام بھی پئے گا اور جس نے جام پی لیا وہ ترسوں کو شرابی بھی بن جائے گا اس کی خباثت میں مبتلا ہو جائے گا کیونکہ شراب کو امّ الخبائث کہا گیا ہے کہ سارے گناہوں کی جڑ یہ نشہ اور شراب ہی ہے اس سے بچانے کے لئے یہاں روک تھام شروع کی ہے کہ اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے یہ ہی وہ سدِ ذرائع ہے کہ ابتدا میں جو ہلکی صورت ہے اسے بھی اختیار نہ کرو تاکہ بری صورت تک نہ پہنچ سکو۔ تو شریعت اسلام نے ایک سلسلہ کبائر کا رکھا ہے کہ حرام ہے۔ مثلاً زناکاری، چوری، بے ایمانی اور کچھ اس کے دواعی واسباب ہیں ان تک کو روکا ہے تاکہ اصل مقصد تک پہنچ نہ پائے۔ اب اگر

تقویٰ کی لغوی معنی بھی مراد لئے جاویں یعنی ڈرنے کے تو بھی اپنی جگہ درست ہیں اس لئے کہ ڈر سے معاصی چھوٹ جاتے ہیں اور اگر تقویٰ سے احتیاط کے معنی لئے جاویں تو بدرجۂ اولیٰ آدمی کی زندگی پاک بن جاتی ہے۔ یہ ہی وہ زندگی ہے جو دنیا کی تمام آلائشوں اور گندگیوں سے پاک ہوجاتی ہے اور آدمی کو جہنم سے ہٹا کر جنت میں ابدالآباد والی نعمتوں میں داخل کو دیتی ہے اور آدمی کو اللہ کا مقرب بنا دیتی ہے، مگر تقویٰ کے اس درجے کا حصول موقوف ہے بادشاہِ حقیقی کے مرتبے کے معلوم ہونے پر۔

ہمارا تقویٰ:

یہ محتاط زندگی والا تقویٰ تو بڑوں کا نصیب ہے ہم اور آپ جیسے بہت مشکل سے اس کی طرف جاسکے گیں کہ ناجائز سے بچنے کے لئے جائز چیزوں کو بھی ترک کردیں یہ تو بہت اونچا مقام ہے مگر ابتدائی درجہ ہر ایک کے بس کا ہے کہ اللہ سے ڈرے اور ڈرنے کی صورت یہی ہے کہ حق تعالیٰ کی قدرت اور اس کے اقتدار اور اس کے قبضے کو تصور میں لاتا رہے کہ وہ مالک ہے جس طرح چاہے کرے جب چاہے موت دیدے جب چاہے حیات دیدے۔ جب چاہے صحت دیدے جب چاہے بیماری مسلط کردے۔ جب چاہے امن دیدے جب چاہے بدامنی مسلط کردے۔ اسی کی یہ قدرت ہے اور اس کی قدرت کا جب دھیان ہوتا ہے تو ڈر پیدا ہوتا ہے۔ کہ میں بڑے قادر کے قبضے میں ہوں۔ معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ تو آدمی حق تعالیٰ کی عظمت وجلال کا تصور کرتا ہے اس سے ڈر پیدا ہوجاتا ہے اور اگر کوئی بالکل جاہل اور انجان محض ہے اسے کبھی بھی ڈر نہیں ہوگا اس لئے کہ وہ واقف ہی نہیں ہے بادشاہ کے اقتدار سے۔ ایک دیہاتی اگر بادشاہ کے دربار میں آئے تو وہ زیادہ نہیں ڈرے گا اس لئے کہ وہ واقف ہی نہیں ہے کہ بادشاہ کے اختیارات کیا ہیں اس کا اقتدار کیا ہے؟ بادشاہ کو یونہی سمجھے گا کہ مجھ جیسا ایک آدمی ہے مگر وزیر اعظم تھرائے گا۔ کپکپائے گا اس لئے کہ وہ بادشاہ کے اختیار واقتدار کو جانتا ہے۔ وہ آنکھ نیچے رکھے گا۔ اِدھر اُدھر نہیں دیکھے گا کہ کہیں بے ادبی نہ ہوجائے، میری گردن نہ ماردی جائے تو جس کو علم اور پہچان ہوگی باری تعالیٰ کی بڑائی اور اقتدار کی اور اس کے جلال کی اسی کے دل کے اندر خوف پیدا ہوگا اور جو جاہل ہے اس کے دل کے اندر کچھ بھی پیدا نہ ہوگا۔

اللہ والے

محمد اجمل مفتاحی

مالک بن دینار

محمد ابوبکر غازی پوری

مالک بن دینا علماء ربانیین میں بلند مقام کے مالک تھے، یہ ان لوگوں میں سے تھے جو قرآن شریف کو ہاتھوں سے لکھا کرتے تھے، اور یہی ان کی کمائی کا واحد ذریعہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں یہ پیدا ہوئے، اور حضرت انس بن مالک وغیرہ سے روایت حدیث کی، حسن بصری، محمد بن سیرین اور قاسم بن محمد جیسے اصحاب فضل وکمال ان کی شاگردی سے مفتخر ہوئے۔

حضرت مالک فرماتے ہیں کہ جب سے مجھے لوگوں کی معرفت حاصل ہوئی ہے، نہ مجھے ان کی تعریف سے خوشی ہوتی ہے اور نہ ان کی برائی کرنے کا میرے اوپر کوئی اثر ہوتا ہے، تعریف کرنے والا بھی مبالغہ سے کام لیتا ہے اور مذمت کرنے والا بھی حد سے تجاوز کرتا ہے۔

نیز فرماتے تھے کہ جب آدمی عمل کیلئے علم حاصل کرتا ہے تو وہ اس کو متواضع بناتا ہے اور جب اس کے علم حاصل کرنے کا مقصد کچھ اور ہوتا ہے تو وہ علم اس آدمی میں پندار اور فخر پیدا کرتا ہے۔ ان کا مقولہ تھا کہ اگر انسان کے دل میں (آخرت کی فکر کی وجہ سے) غم نہ ہوتو وہ دل غیر آباد اور اجاڑ ہے۔

وہ فرماتے تھے جو آدمی دنیا کی چمک دمک سے دور رہا وہ وہی آدمی ہے جس نے اپنی خواہش کو قابو میں کرلیا ہے۔

ان کے زہد کا حال یہ تھا کہ سال کا سال گذر جاتا مگر ان کو گوشت کھانا بقرعید کے سوا نصیب نہ ہوتا، خود امام شعبہ فرماتے ہیں کہ مالک بن دینار کا سالن سال بھر کیلئے دو پیسے کا نمک ہوتا۔ جعفر بن سلیمان کہتے ہیں کہ مالک بن دینار سال میں قرآن کا ایک نسخہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر تیار کرتے اور پھر اس کی اجرت بنیا کی دوکان پر رکھ دیتے اور اسی اجرت سے کھانے کی ضرورت کو پورا کرتے۔ ان کا انتقال ۱۲۷ھ یا ۱۳۰ھ میں ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۹۶ تا ۹۸)

جنید بغدادی

جنید بغدادی مشہور صوفی بزرگ ہیں، اصلاً ان کا خاندان نہاوند کا تھا، پھر بغداد میں سکونت پذیر ہوا، ۲۰۰ھ کے لگ بھگ یہ پیدا ہوئے، ابوثور فقیہ سے علم فقہ حاصل کیا، سری سقطی کی خدمت میں رہ کر حدیث اور تصوف کا علم حاصل کیا۔ سری سقطی کے علاوہ حسن بن مرفتہ، حارث محاسبی، ابوحمزہ بغدادی وغیرہ کی صحبت میں بھی رہے اور ان سے تصوف وسلوک کے علوم حاصل کئے، ابتداءً ان کا ذوق علمی تھا، چنانچہ انھوں نے بڑی لگن سے علم دین حاصل کیا اور پختہ عالم بنے، پھر انکی توجہ علم سلوک ومعرفت کی طرف ہوئی اور زندگی کا بقیہ حصہ عبادت وریاضت اور اپنی اصلاح حال میں گذارا ابوبکر شبلی مشہور صوفی ان کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔

ابن منادی ان کے بارے میں کہتے ہیں۔ سمع الکثیر وشاھد الصالحین واھل المعرفة ورزق الزکاء وصواب الجواب، لم یرفی زمانه مثله فی عفة وعزوف عن الدنیا.

یعنی جنید نے حدیثیں بہت سنیں، صالحین اور اہل معرفت کو دیکھا، ان کو ذکاوت وذہانت سے وافر حصہ ملا تھا، جواب باصواب دیا کرتے تھے، ان کے زمانہ میں عفت اور دنیا سے بے تعلق رہنے میں ان کے جیسا کوئی دوسرا نہیں دیکھا گیا۔

اللہ سے لگاؤ اور تعلق کا حال یہ تھا کہ یہ بازار میں کاروبار میں لگے رہنے کے ساتھ ساتھ روزانہ تین سو رکعتیں اور ایک ہزار تسبیحیں پڑھا کرتے تھے، اور ابن جنید کا بیان ہے کہ یہ اپنی دوکان پر آتے، دوکان کھولتے اور اندر چار سو رکعتیں پڑھا کرتے تھے، حضرت جنید ریشم کا کاروبار کرتے تھے۔

حضرت جنید فرماتے تھے ہمارا تصوف کتاب وسنت سے مضبوط ہے، جو کتاب اللہ کا حافظ نہ ہو اور جس نے حدیث وفقہ حاصل نہ کیا ہو اس کو مقتدی نہیں بنایا جا سکتا۔

حضرت جنید کو اللہ تعالیٰ نے مختلف کمالات سے نوازا تھا، فصاحت وبلاغت میں ایسے تھے کہ اہل ادب ان کی مجلس میں حاضر ہو کر انکی باتیں سنتے، فلاسفہ ان کے الفاظ ومعانی

کی باریکیوں کو حاصل کرنے کیلئے ان کی مجلس میں حاضر ہوتے، اہل کلام ان کی عالمانہ گفتگو سننے کے لئے آتے۔

حضرت جنید فرماتے تھے کہ کبر یہ ہے کہ تو اپنے کو کچھ سمجھے اور اسکا کم تر درجہ یہ ہے کہ تیرے دل میں اپنے کچھ ہونے کا وسوسہ گذرے۔

حضرت جنید فرماتے تھے کہ اگر اللہ کی ہیبت سے دل خالی ہو جائے تو دل سے ایمان رخصت ہو گیا۔

حضرت جنید فرماتے تھے کہ ہم نے تصوف کو قیل وقال سے حاصل نہیں کیا بلکہ بھوکے رہ کر دنیا کو چھوڑ کر اور خواہشات کو ترک کر کے حاصل کیا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۴۳)

حماد بن سلمہ بصری

حماد بن سلمہ بصرہ کے رہنے والے اپنے زمانہ کے بہت بڑے محدث تھے، شیخ الاسلام کے لقب سے موصوف تھے۔ مشہور محدث حمید الطویل کے بھانجہ تھے، محدث ابن ابی ملیکہ کے یہ خاص شاگرد تھے، ان کے علاوہ ان کے اساتذہ میں سے چند یہ ہیں جن سے انھوں نے حدیث لی ہے، حضرت انس بن سیرین، محمد بن زیاد، ثابت بنانی، قتادہ، سماک ابن حرب، علی بن زید، خالد بن ذکوان، ایوب سختیانی، عطاء بن السائب وغیرہ۔

جن لوگوں نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں ان کی بھی بہت بڑی تعداد ہے۔ چند جلیل القدر ائمہ حدیث کے نام یہ ہیں، ابن جریج، عبداللہ بن مبارک، یحیٰ القطان ،ابونعیم، عبداللہ بن معاویہ وغیرہ۔

محدثین نے ان کو بلند و بالا الفاظ سے یاد کیا ہے، حجاج ابن منہال کہتے ہیں کہ حماد بن سلمہ ائمہ دین میں سے تھے۔ عبداللہ بن معاویہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک کے ٹکر کے تھے، شہاب بن معمر کہتے ہیں کہ ان کو ابدال میں شمار کیا جاتا تھا۔

امام ذہبیؒ ان کو اس طرح اپنا خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ **كان مع امامته في الحديث اماماً كبيراً في العربية فقيهاً فصيحاً راسًا في السنة صاحب**

تـــصـــنیف، یعنی حماد بن سلمہ حدیث میں امام ہونے کے سوا عربیت کے بھی بڑے امام تھے، فقیہ تھے اور فصیح زبان تھے، سنت میں بڑا مقام رکھتے تھے، صاحب تصنیف تھے۔

ذکر وشغل، عبادت وتقویٰ، زہد وورع میں انتہائی بلند مقام کے حامل تھے۔ فکر آخرت میں ڈوبے رہتے تھے، ان کی ساری زندگی عمل سے عبارت تھی، عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں کہ اگر ان سے یہ کہا جاتا کہ آپ کی موت کل ہی ہونے والی ہے، توان کے پاس مزید عمل کی گنجائش نہیں تھی۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ **کانت اوقاتہ معمورۃ بالتعبد والا وراد.** یعنی ان کے سارے اوقات عبادت اور وظائف سے پر تھے، حضرت عفان کہتے ہیں کہ میں نے حماد بن سلمہ سے زیادہ عبادت کرنے والا تو دیکھا ہے مگر ان سے زیادہ خیر کا پابند اور تلاوت کلام پاک کا پابند اور محض اللہ کے لئے کام کرنے والا نہیں دیکھا ہے۔

موسیٰ بن سلمہ کہتے ہیں کہ اگر میں یہ کہوں کہ میں نے حماد کو کبھی ہنستے نہیں دیکھا ہے تو یہ سچ ہوگا۔ ان کی زندگی بڑی مشغول تھی، یا وہ حدیث بیان کرتے تھے، یا قرآن پڑھتے تھے، یا تسبیح میں لگے رہتے، یا نماز پڑھتے، اپنے اوقات کو انھیں چیزوں پر تقسیم کر رکھا تھا۔

ان کا معمول یہ تھا کہ حدیث بیان کرنے سے پہلے سو آیتیں پڑھ لیا کرتے تھے، یہ بازار جاتے تھے اور کپڑا بیچتے تھے، جب درہم دو درہم کا نفع ہو جاتا واپس ہو جاتے اور اسی معمول رقم سے اپنا خرچ چلاتے۔

انکی وفات بھی قابل رشک حالت میں ہوئی تھی، یعنی یہ حالتِ نماز میں تھے کہ ان کی روح اعلیٰ علیین کو کوچ کر گئی، حماد بن سلمہ کی اسی روحانی زندگی کا اثر یہ تھا کہ ان کے بارے میں لوگوں نے لکھا ہے کہ یہ مستجاب الدعوات تھے یعنی ان برگزیدہ شخصیتوں میں سے تھے جن کی دعائیں اللہ قبول فرماتا ہے۔

لوگوں نے ان کے بارے میں ایک عجیب بات لکھی ہے، وہ یہ کہ انھوں نے تقریباً ستر نکاح کئے تھے مگر ان ستر بیویوں میں سے کسی سے اولاد نہیں پیدا ہوئی، ان کا انتقال ۱۶۷ھ میں چھہتر سال کی عمر میں ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء: ص ۱۰۵ ج ۷)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور قرأت خلف الامام

محمد ابوبکر غازی پوری

مکرمی حضرت مولانا دامت برکاتہم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

الحمد اللہ ہم لوگ زمزم پابندی سے مطالعہ کرتے ہیں اور آپ تحقیقات سے لطف اندوز ہوتے ہیں، شکوک وشبہات کا ازالہ ہوتا ہے، اما بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں جو لا صلاۃ لمن یقرأ والی حدیث ذکر کی ہے اور اسی سے سورہ فاتحہ کا پڑھنا مقتدیوں کے لئے جہری وسری نماز میں واجب قرار دیا ہے براہ کرم اس کے بارے میں ذرا ایک تحریر لکھدیں کرم ہوگا آپ کی مختصر تحریر بھی ہمارے لئے کافی ہوگی۔

نیازمند

احقر شمس الدین قاسمی دربھنگہ

زمزم! مدیر زمزم کی معروف ومشہور کتاب اور مغان حق جلد اول میں پہلا ہی مضمون قرأت خلف الامام پر ہے اور بڑا مفصل ہے اگر آپ اس کو پڑھ لیتے تو زیادہ بہتر ہوتا، اس میں امام بخاری نے جو کچھ کہا ہے اس پر بھی مفصل کلام ہے، پہلے تو آپ یہ معلوم کریں کہ حضرت امام بخاری نے اپنی پوری کتاب بخاری شریف میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں کیا ہے کہ مقتدیوں پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، آپ پورے اطمینان کے ساتھ پوری دنیا کے غیر مقلدین کو یہ چیلنج کر سکتے ہیں، حضرت امام بخاری نے نماز میں مطلقا قرأت کرنے کا باب باندھا ہے، اور اس باب میں انہوں نے تین حدیثیں ذکر کی ہیں، دو حدیثوں میں سورہ فاتحہ کا ذکر ہی نہیں ہے ایک حدیث میں اس کا ذکر ہے یہ وہی حدیث ہے جس کو آپ نے اپنے خط میں نقل کیا ہے مگر نہ اس میں منفرد کا ذکر ہے نہ آہستہ پڑھنے کا ذکر ہے نہ سری کا ذکر ہے نہ جہری نماز کا ذکر ہے، یہ حضرت امام بخاری کا اپنا اجتہاد ہے اور ان کی یہ اپنی فہم ہے کہ انہوں نے اس حدیث کا یہ

مطلب سمجھا ہے کہ مقتدیوں کو سری و جہری ہر نماز میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری اور واجب ہے، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اسکا کہیں اشارہ بھی نہیں ہے، حضرت امام بخاری نے مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنے کو اپنی فہم سے کشید کیا ہے، اور غیر مقلدوں نے حدیث رسول کو نہیں، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس فہم کو اپنے لئے حجت بنایا ہے مگر سوال یہ ہے کہ حضرت امام بخاری کی فہم شریعت میں حجت ہے؟ یا حضرت امام بخاری حدیث کا جو مطلب سمجھیں وہی مطلب کسی حدیث کا ہوگا دوسرا مطلب نہیں ہوسکتا؟

غیر مقلدین کی گمراہی کا عجیب حال ہر ایک طرف تو وہ شور مچائیں گے اور عوام میں یہ بات پھیلائیں گے کہ دین میں صحابہ کرام کی فہم حجت نہیں اور دوسری طرف امام بخاری کی فہم کو حجت بنائیں گے اور اس کو قرأت خلف الامام جیسے اہم مسئلہ میں بھی عمل کرنے کی بنیاد قرار دیں گے، ذرا کوئی ان عقلمندوں سے پوچھے کہ کیا امام بخاری کا درجہ دین وشریعت میں صحابہ کرام سے بڑھا ہوا ہے؟ کہ امام بخاری کی فہم تو حجت ہو اور صحابہ کرام کی فہم حجت نہ ہو؟ حضرت امام بخاری محض اپنی فہم سے یہ فرماتے ہیں کہ **لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحہ الکتاب** کا تعلق مقتدی سے بھی ہے، اور صحابی رسول حضرت جابر رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا تعلق اس نمازی سے ہے جو امام کے پیچھے نہ ہو یعنی منفرد سے ہے، جیسا کہ ترمذی شریف میں مذکور ہے، اور حضرت امام بخاری کے استاذوں کے استاذ ان سے اقدم وفقیہ محدث حضرت سفیان ثوری فرمائیں کہ اس کا تعلق مقتدی سے نہیں بلکہ منفرد سے ہے جیسا کہ ابوداؤد شریف میں ہے اور کاتب وحی حضرت زید بن ثابت فتویٰ دیں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے کچھ پڑھنا نہیں ہے، جیسا کہ مسلم شریف میں ہے اور یہی فتوی حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمر کا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا فتوی موطا امام مالک میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتوی حدیث کی متعدد کتابوں میں ہے، تعجب ہوتا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر کہ وہ فرماتے ہیں کہ سری و جہری ہر نماز میں مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت زید کا یہ فتوی نقل کیا گیا ہے، **عن ابن ثوبان عن زید بن ثابت قال: لاتقرأ خلف الامام ان جھر ولا ان خافت،**

(ص ۲۷۹ ج ۳ تحقیق محمد عوامہ)

یعنی حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے چاہے نماز سری ہو یا جہری کچھ نہیں پڑھا جائے گا۔ اب کوئی امام بخاری کی سنے یا صحابی رسول کاتب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی۔

سعید بن جبیرؒ جو جلیل القدر تابعی ہیں وہ فتویٰ دیتے ہیں کہ امام کی پیچھے کسی طرح کی قرأت نہیں ہے، حضرت سعید بن میبّب کا بھی یہی فتویٰ ہے، محمد بن سیر بن مشہور تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں: **لاعلم القرأة خلف الامام من السنة** یعنی امام کے پیچھے قرأت کرنے کو سنت نہیں جانتا، ابراہیم نخعیؒ کا بھی یہی فتویٰ ہے، مشہور تابعی سوید بن غفلہ کا بھی یہی فتویٰ ہے، حضرت ضحاک بھی مشہور تابعی ہیں، ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے ہیں، مالک بن عمارہ بھی بڑے محدث اور جلیل القدر تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے کتنے شاگردوں سے پوچھا جن میں ایک عمرو بن میمون بھی تھے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنی ہے یا نہیں؟ سب نے کہا: **لا یقرأ خلف الامام** امام کے پیچھے قرأت نہیں کی جائے گی۔

اس طرح تابعین کی ایک لمبی فہرست ہے جو امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتی ہے، اور سب سے بڑی بات ہے کہ خود اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح صریح غیر مبہم اس مسئلہ میں ناطق حدیث ہے جس کی صحت کے قائل حضرت امام مسلم جیسے امام ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا: **انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبرو و اذا قرأ فانصتوا**۔ یعنی امام کو اس کی اقتداء کیلئے بنایا گیا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود وضاحت فرمادی کہ اس کی اقتداء کیسے ہوگی، فرمایا کہ جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ اور آپ نے ایک دوسری حدیث میں یہ فرمایا کر مسئلہ کو اور بھی صاف کردیا کہ **کل من کان لہ امام فقرأتہ لہ قرأة**۔ یعنی جس نمازی کا امام ہو تو امام کی قرأت مقتدی کیطرف سے بھی قرأت ہوتی ہے یہ حدیث بھی صحیح ہے۔ حافظ ابن تیمیہ اور دیگر محدثین نے اس کی تصریح کی ہے، کس قدر تعجب ہے کہ ایک طرف حدیث رسول ہے صحابہ کرام کے فتاوی ہیں تابعین عظام کے اقوال ہیں جو اعلان کررہے ہیں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھنا بہتر ہے، نہ

سورہ فاتحہ اور نہ کچھ اور۔ حدیث رسول چیخ چیخ کر بتلا رہی ہے کہ امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے، اور دوسری طرف امام بخاری ایک مجمل حدیث کو اپنا مستدل بتا کر کے لوگوں کو یہ پڑھا رہے ہیں کہ نماز چاہے سری ہو یا جہری، ہر حال میں مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت کرنی ہے اور وہ بھی صرف سورہ فاتحہ کی اور سارے غیر مقلدین اندھے بن کر امام بخاری کی تقلید کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اور اس کا نام انہوں نے حدیث پر عمل رکھا ہے۔ یعنی انکا عمل ہے تو بخاری کی فہم پر اور بخاری کی فہم پر عمل کو انہوں نے حدیث رسول پر عمل کا نام دے رکھا ہے۔ وفی ذالک عبرة للمعتبرین.

بہر حال آپ اتنا یاد رکھیں کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں کہیں بھی یہ باب قائم نہیں کیا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنی واجب ہے یا سنت ہے، یا مستحب ہے، پوری بخاری شریف میں اس طرح کا کوئی باب ہی نہیں ہے اور نہ امام بخاری نے پوری بخاری شریف میں کسی اور موقع سے اس طرح کی بات کہی ہے، کسی غیر مقلد سے اس کا مطالبہ کر کے دیکھئے اس کے ہوش اڑ جائیں گے۔ اسی سے آپ اندازہ لگالیں کہ اس مسئلہ میں غیر مقلدین کی بنیاد کتنی کمزور ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆
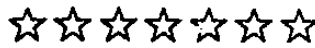
مولانا ابوالکلام آزاد۔ ومولانا عطاء اللہ شاہ بخاری

دو شخصیتوں کے دو رنگ

مولانا ابوالکلام آزاد اپنے سے باہر جھانکتے نہیں تھے، اور شاہ جی نے اپنے کو دیکھنے کی کبھی کوشش نہ کی تھی، مولانا کے لئے تخلیہ صحت عیش تھا، شاہ جی کے لئے جاں کنی، مولانا کتابوں کی رفاقت کے بغیر زندگی کا تصور ہی نہ کر پاتے تھے، شاہ جی نے عمر بھر کتابوں کی گرد بھی نہیں جھاڑی تھی۔

ماقصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

از: شورش کاشمیری

قسط نمبر (۳)

مولانا داؤد راز کی تشریح بخاری

محمد ابوبکر غازی پوری

مولانا داؤد راز نے اپنی تشریح بخاری میں فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں بڑی لمبی چوڑی بحث کی ہے اور پھر خلاصہ کلام انکا انکی ہی عبارت میں یہ ہے۔

''مگر بایں ہمہ ابھی تک بعض حنفیہ کا یہی خیال ہے کہ امام کے پیچھے الحمدللہ پڑھنا ہر نماز میں خواہ سری ہو یا جہری ناجائز اور حرام ہے''۔

''لیکن حیرت تو یہ ہے کہ قرأت خلف الامام کی ان حدیثوں کا بھی صاف انکار کیا جاتا ہے یا ان کی مہمل تاویلیں کی جاتی ہیں''۔

''اور زیادہ حیرت تو ان علمائے حنفیہ سے ہے جو روایات موضوعہ وکاذبہ اور آثار مختلقہ و باطلہ کو اپنی تصنیفات میں درج کر کے اور بیان کر کے اپنے جاہل لوگوں کو فتنے میں ڈال دیتے ہیں''۔

مولانا داؤد راز کی یہ تینوں باتیں نہایت جاہلانہ اور باطل ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ احناف فاتحہ پڑھنے والوں کی نماز کو نہ باطل کہتے ہیں اور نہ اس کو حرام بتلاتے ہیں، اگر داؤد راز میں ذرا بھی صداقت ہے تو وہ بتلائیں کہ کس حنفی نے شافعی کی نماز کو حرام کہا ہے اور اس کو باطل قرار دیا ہے۔ حضرت شوافع نماز میں قرأت خلف الامام کرتے ہیں یا نہیں؟ یا جن حضرت مجتہدین نے اپنے اجتہاد کی روشنی میں نماز میں قرأت خلف الامام کو اختیار کیا ہے کب کسی حنفی نے ان کی نماز کو باطل یا حرام کہا ہے؟ اگر داؤد راز میں دم خم ہے اور ان کی غیر مقلدیت ان کو سچ بات کہنے کا حوصلہ بخشتی ہے تو اپنے اس دعویٰ کو دلیل سے ثابت کر دیں اور اس حنفی کا نام لیں جس نے قرأت خلف الامام کرنے والوں کی نماز کو باطل کہا ہے، داؤد راز کو اتنا بڑا جھوٹ بولتے ہوئے ذرا بھی شرم نہ آئی۔

حضرت امام ابوحنیفہ نے اپنے اجتہاد اور کتاب وسنت میں غور وفکر کی روشنی میں

مقتدی کیلئے امام کے پیچھے قرأت کرنے کو خواہ فاتحہ ہو خواہ کوئی اور سورت درست نہیں سمجھا ہے، اگر دوسرے ائمہ کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے اجتہاد اور اپنی فقہی بصیرت کی روشنی میں قرأت خلف الامام کو اختیار کریں تو حضرت امام ابوحنیفہ جو امام المجتہدین ہیں ان کو کیوں حق نہیں کہ جس بات کو وہ حق سمجھیں اس کو اختیار کریں، مگر اس کی وجہ سے نہ کوئی شافعی حنفی کی نماز کو باطل کہتا ہے اور نہ کوئی حنفی شافعی کی نماز کو باطل کہتا ہے، دونوں امام یعنی امام شافعی ہوں یا امام ابوحنیفہ کتاب وسنت کے عالم اور صاحب اجتہاد تھے اور ہر مجتہد کو حق ہے کہ اپنے اجتہاد کی روشنی میں شریعت پر عمل کرے، ہر مجتہد ہر حال میں ماجور ہوتا ہے۔

ہاں زمانہ حال کا سلفیت زدہ طبقہ کی البتہ یہ روش ہے کہ یہ طبقہ اپنے سوا سب کو گمراہ سمجھتا ہے، مگر مسلمانوں کے نزدیک یہ طبقہ اہل سنت سے خارج ہے اس وجہ سے اسکا کسی کو گمراہ کہنا ذرہ برابر بھی وزن نہیں رکھتا، وہ دوسروں کو گمراہ کہتا رہے بھونکتا رہے، اس سے ہم اہل سنت پر کیا فرق پڑتا ہے۔

دوسرا دعوی راز صاحب کا یہ ہے کہ احناف قرأت خلف الامام والی احادیث کا انکار کرتے ہیں اور ان کی مہمل تاویل کرتے ہیں۔

کسی حدیث پر عمل نہ کرنے کو انکار کہنا یہ داؤد راز کی دوسری جہالت ہے، تمام فقہاء ومجتہدین کسی حدیث پر عمل کرتے ہیں اور کسی پر نہیں، حافظ بن عبدالبر فرماتے ہیں کہ جب کوئی مجتہد کسی حدیث کو چھوڑتا ہے تو اسکے نزدیک اس کی کوئی وجہ ہوتی ہے، سوال یہ ہے کہ کیا غیر مقلدین ساری حدیثوں پر عمل کرتے ہیں؟ بخاری شریف میں ہے کہ گرمی کے زمانہ میں نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو، غیر مقلدین نے کیوں اس کو چھوڑا صحیح بخاری میں ہے کہ بچہ کا کسی عورت کا دودھ پینا تھوڑا ہو یا زیادہ حرمت رضاعت کو ثابت کر دیتا ہے حدیث پاک میں کم یا زیادہ کی کوئی قید نہیں، غیر مقلدین نے بخاری کی اس حدیث کو کیوں چھوڑ دیا؟ بخاری شریف میں امام بخاری نے دو ہاتھ سے حدیث کی روشنی میں مصافحہ کو ثابت کیا ہے غیر مقلدین کا کیوں اس پر عمل نہیں ہے؟ ایک مجلس کی تین طلاق تین ہوتی ہے، بخاری میں اس بارے میں متعدد حدیثیں ہیں غیر مقلدین کیوں ان احادیث کا انکار کرتے

ہیں؟ اس طرح کی نہ معلوم بخاری و بخاری کے علاوہ دوسری حدیث کی کتابوں میں کتنی احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو غیر مقلدوں نے چھوڑ دیا ہے، آخر کیوں؟ جو عمل ان کے لئے جائز ہو دوسروں کے لئے وہ عمل کیوں ناجائز ہوگا؟

راز صاحب فرماتے ہیں کہ احناف قرأت خلف الامام والی حدیثوں کی مہمل تاویلیں کرتے ہیں، ذرا راز صاحب ان تاویلوں کو اگر ان کی غیر مقلدیت میں دم ہے تو ذکر تو کریں اور ان کا مہمل ہونا دلیل سے ثابت کردیں، احناف نے لاصلوٰۃ لمن یقرأ والی حدیث جو بخاری میں ہے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ اس کا تعلق تنہا نماز پڑھنے والوں سے ہے، مقتدی سے نہیں ہے، اگر یہ تاویل مہمل ہے تو احناف نے اس کو حضرت جابر بن عبداللہؓ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اختیار کیا ہے۔ (ترمذی شریف) دیکھو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کی یہی تاویل کی ہے کہ نہیں، اور اسی ترمذی میں یہ بھی دیکھو کہ حضرت امام احمد بن حنبل نے اس تاویل کو پسند کیا ہے کہ نہیں؟ کیا حضرت جابرؓ کی یہ تاویل مہمل ہے، اور کیا حضرت امام احمد نے اسی مہمل تاویل کو پسند کیا ہے؟ حضرات احناف کہتے ہیں کہ امام کی قرأت مقتدیوں کی طرف سے بھی قرأت ہوتی ہے کیا یہ تاویل مہمل ہے؟ احناف کی یہ تاویل صحیح حدیث رسول کی روشنی میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تھا کہ امام کی قرأت مقتدوں کی بھی قرأت ہوتی ہے، یہ تاویل تو خود آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی ہے کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مہمل ہے؟ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے اس حدیث کو اس کے تمام طرق کے ساتھ ابکار المنن میں ضعیف قرار دیا ہے، یہ انکا کھلا اور انتہائی درجہ کا تعصیب ہے کہ محض اپنے مذہب کی وکالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح فرمان کو رد کر رہے ہیں۔

داؤد راز صاحب کا تیسرا دعویٰ یہ ہے کہ قرأت خلف الامام کے منع کے بارے میں احناف اپنی کتابوں میں جھوٹی اور گڑھی ہوئی روائتیں جمع کر کے اپنے جاہل عوام کو فتنے میں ڈالتے ہیں۔

احناف اپنے جاہل عوام کو فتنے میں ڈالتے ہیں کہ ان راہ مستقیم پر لگاتے ہیں راز

صاحب کو اس کی فکر نہ ہونی چاہئے۔ وہ اپنا ایمان سنبھالیں دوسروں کی فکر میں دبلے نہ ہوں، البتہ وہ یہ بتلائیں کہ احناف نے قرأت خلف الامام سے منع کے سلسلہ میں اپنے مذہب کی بنیاد جن احادیث پر رکھی ہے ان میں سے بعض یہ ہیں، میں ان کو نقل کرتا ہوں راز صاحب تو دنیا سے گئے اب ان کا کوئی چیلہ یا ان کا کوئی گرد موجود ہو تو ان احادیث کا گڑھا ہونا اور موضوع ہونا اور باطل ہونا دلیل سے ثابت کرے۔

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام کو اس کی اقتداء کرنے کیلئے بنایا جاتا ہے، تو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو، امام مسلم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

غیر مقلدین اس حدیث کا باطل ہونا اور گڑھا ہونا ثابت کریں۔

(۲) احناف نے حضرت جابرؓ کی اس حدیث کو بھی اپنا ستدل بنایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کا امام ہو تو امام کی قرأت اسکی قرأت ہوتی ہے اوروں کو تو جانے دیجئے حافظ ابن تیمیہ اور دور حاضر کے امام سلفین البانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

مسلم شریف کی اس روایت کو بھی احناف نے اپنا متدل بنایا ہے، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز سکھلائی اور اس میں یہ سکھلایا کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو، راز صاحب بتلائیں کہ مسلم شریف کی یہ روایت بھی موضوع اور من گھڑت ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ احناف کا استدلال اس مسئلہ میں قرآن کی اس آیت کریمہ سے ہے واذا اقرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا. یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو تم کان لگاؤ ار خاموش رہو حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ ہر مقتدی کو امام کی قرأت پر کان لگانا اور خاموش رہنا واجب ہے، بلکہ حافظ ابن تیمیہ تو یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے پیش نظر جہری نماز میں خاموش رہنا اور قرأت نہ کرنا صحابہ وتابعین سے متواتر طریقہ سے ثابت ہے حافظ ابن تیمیہ کے الفاظ یہ ہیں: ومعلوم ان النهى عن القرأة خلف الامام فى الجهر متواتر فى الصحابة والتابعين ومن بعدهم. (فتاوی: ص ۳۷ ج ۲۳)

یعنی یہ بات معلوم ہے کہ جہری نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرنا صحابہ وتابعین اور بعد کے لوگوں سے متواتر طریقہ سے ثابت ہے۔

میں راز صاحب سے پوچھتا ہوں کہ حافظ ابن تیمیہ کے مقابلہ میں آپ کی یا مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کی یا آج کے سلفین کی کیا حقیقت ہے؟

راز صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن کی یہ آیت نماز کے بارے میں نہیں ہے، اور حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ **وقد استفاض عن السلف انها نزلت فی القرأة فی الصلوٰة** . (ص ۲۶۹ ج ۲۳ فتاویٰ) یعنی سلف سے درجہ شہرت میں یہ بات منقول ہے کہ یہ آیت نماز میں قرأت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اور راز صاحب مزید بصیرت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو تفسیر ابن کثیر کا مطالعہ کریں ان کی بند آنکھ کھل جائے گی۔

راز صاحب بدعقلوں کی طرح بک بک کرتے چلے جاتے ہیں اور ان کی قابلیت کا عالم یہ ہے کہ ان کی یہ تشریح بخاری دوسروں کی تحقیقات کی چوری کا مجموعہ ہے کبھی تفہیم البخاری سے کچھ نقل کردیا، کبھی تیسر البخاری سے کچھ نقل کردیا اور کبھی مولانا عبداللہ روپڑی کا کوئی لمبا چوڑا مقالہ نقل کردیا کبھی مولانا ثناء اللہ صاحب کا کوئی مقالہ نقل کردیا۔آپ کی اپنی کیا تحقیقات ہیں ذرا فرمائیں تو؟ احادیث کا ترجمہ بھی چوری کا ہے تیسر البخاری مولانا وحید الزماں حیدرآبادی سے اور تفہیم البخاری مولانا ظہور الباری قاسمی سے راز صاحب ترجمہ چوری کرتے ہیں، اور اس پر جناب کا حال یہ ہے کہ علمائے احناف کے منہ آتے ہیں، اور روایات صحیحہ کو کاذبہ اور باطلہ بتلاتے ہیں، اور نام رکھے ہوئے ہیں اپنا اہل حدیث، یہ منہ اور مسور کی دال۔

سچ کہا ہے کہنے والے نے: ع

مینڈک کی ٹر ٹر سے نہ بنیا دہلے ہے
نہ شورزمینوں میں کبھی پھول کھلے ہے

☆☆☆☆☆☆☆

مقام صحابہ کتاب وسنت کی روشنی میں

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

محمد ابوبکر غازی پوری

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام کی ان چند برگزیدہ اور صاحب امتیاز و اختصاص شخصیتوں میں سے ہیں جن پر اسلامی تاریخ کو فخر ہے۔ ایمان و اسلام کی دولت کے ساتھ ساتھ شجاعت و فراست، عقل و ذہانت طباعی اور دور بینی، معاملہ فہمی اور سیاست وغیرہ صفات میں آپ کی شخصیت مسلم و معروف تھی زمانۂ جاہلیت اور زمانۂ اسلام ہر دور میں آپ کے ان اوصاف میں کم ہی دوسرا کوئی شریک و سہیم تھا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں:

کان معدودا من دهاة العرب وشجعانهم وذوی ارائهم.

ان کا شمار عرب کے زیرکوں، بہادروں اور اصحاب رائے میں سے تھا۔

(البدایہ: ص ۲۶ ج ۸)

زمانہ اسلام:

مسلمان جب حبشہ ہجرت کر کے گئے تو قریش نے آپ ہی کو نجاشی کے پاس مسلمانوں کی واپسی کے مطالبہ کے ساتھ ہدایا و تحائف دیکر بھیجا تھا وہاں آپ نے مسلمانوں کو مکہ واپس کر دینے کے مسئلہ پر نجاشی سے گفتگو کی لیکن یہاں تقدیر کا فیصلہ کچھ اور تھا۔ نجاشی نے انکی کسی بات کا اثر تو نہیں قبول کیا مگر خود اپنی پند و نصیحت سے ان کو ایسا متاثر کیا کہ وہ حبشہ ہی میں حلقہ بگوشانِ اسلام میں داخل ہو گئے۔

اسلم بارض الحبشة عند النجاشی.

نجاشی کے پاس حبشہ میں انھوں نے اسلام قبول کیا۔

(اسد الغابۃ: ص ۱۱۷ ج ۴ حسن المحاضرہ: ص ۹۴ ج ۱)

اور بعض حضرات کا خیال ہے کہ آپ فتح مکہ سے چھ سال قبل حضرت خالد بن

الولید، عثمان بن ابی طلحہ وغیرہ کے ساتھ مسلمان ہوئے. حافظ ابن کثیر نے البدایہ میں اسی کو صحیح تر قرار دیا ہے۔

والصحیح انہ اسلم قبل الفتح بستة اشھر ،ھو و خالد بن الولید وعثمان بن ابی طلحة.

صحیح یہ ہے کہ فتح مکہ سے چھ ماہ قبل مسلمان ہوئے تھے وہ اور خالد بن ولید اور حضرت عثمان بن ابی طلحہ۔

(البدایہ :ص ۲۵ ج۸)

آپ کے اسلام پر آنحضور ﷺ کا تاثر:

آپ کے اسلام پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی مسرت وخوشی کا اظہار کیا جیسا کہ عقبہ بن عامر کی روایت ہے فرمایا.

اسلم الناس وآمن عمرو بن العاص.

لوگ مسلمان ہوئے اور عمر بن العاص مومن بنے۔

(ترمذی، البدایہ : ص ۲۶ ج۸)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ ان کی اور انکے بھائی سعید بن العاص کے پختگی ایمان کی بایں الفاظ شہادت دی.

ابنا العاص مومنان. (ایضاً) عاص کے دونوں لڑکے مومن ہیں۔

اس زمانے میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ موجود تھے جو اپنے فضل ومرتبت میں حضرت عمرو بن العاص سے کہیں بڑھے ہوئے تھے۔لیکن حضرت عمرو بن العاص کے بارے میں آنحضرت ﷺ زبان مبارک سے یہ ارشاد اس خصوصیت کے ساتھ ان کے ایمان کامل پر کھلی شہادت ہے۔

آنحضرت ﷺ کے یہ ارشادات بتلاتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص کو ایمان کی ایسی کیفیت حاصل تھی جو عام طور پر دوسروں میں پائی نہیں جاتی تھی اور اس کیفیت کا ادراک آنحضرت ﷺ کو تھا.

ایک روایت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص کے صلاح

کی شہادت دی ہے۔ طلحہ بن عبید اللہ فرماتے ہیں۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان عمرو بن العاص من صالحی القریش.

میں نے سنا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ عمرو بن العاص قریش کے صالح لوگوں میں سے ہیں۔

(اسد الغابۃ: ص ۱۱۷ ج ۴ حسن المحاضرہ: ص ۹۴ ج ۱)

ایک روایت میں ہے آپ نے ان کے پورے گھرانے کے متعلق فرمایا۔

نعم اھل البیت عبداللہ وابو عبداللہ وام عبداللہ.

(البدایۃ: ص ۲۶ ج ۸)

یعنی بہتر گھر والے عبداللہ اور ان کے والد عمرو بن العاص اور ان کی والدہ ہیں۔

آنحضور حضرت عمرو بن العاص کو اپنے قریب رکھتے تھے:

آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی شجاعت اور بہادری اور امور وشئون کی معرفت کے قائل تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی وجہ سے ان کو اپنی مجلس میں اپنے سے قریب رکھتے تھے اور آپ کے ساتھ اختصاص کا معاملہ فرماتے تھے ابن حجر کا بیان ہے۔

ولما اسلم کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقربہ ویدنیہ لمعرفتہ وشجاعتہ. (الاصابۃ: ص ۲ ج ۳)

جب حضرت عمرو بن العاص اسلام قبول کرلیا تو آپ کی بہادری اور معاملات کی معرفت کی وجہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اپنے سے قریب رکھتے تھے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو لشکر کا امیر اور اپنا گورنر بنایا تھا:

حضرت عمرو آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں بعض سرایا کے امیر مقرر کئے گئے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی ماتحتی میں ذات السلاسل کی طرف ایک سریہ بھیجا اور جب آپ کو مزید فوجی اعانت کی ضرورت ہوئی تو آپ کی مدد کے لئے صحابۂ کرام کی ایک جماعت بھیجی جس میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عبیدہ بن

جراح جیسے کبار صحابہ بھی تھے۔ (اسد الغابہ: ص۱۱۶ ج۴)

یہ حضرت عمرو بن العاص کے لئے بڑا شرف تھا اس کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عمان کا حاکم مقرر کر دیا تھا اور اس عہدہ پر آپ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک رہے۔

استعمله رسول الله صلى الله عليه وسلم علىٰ عمان فلم يزل عليها الىٰ ان توفى رسول الله صلى الله عليه وسلم .

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عمان کا حاکم مقرر کیا تھا اور وہ اس عہدے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک رہے۔

(اسد الغابۃ ص۱۱۷ ج۴، الاستیعاب ص۴۵۳ ج۲)

حضرت ابوبکر نے حضرت عمرو بن العاص کو شام کا امیر مقرر کیا تھا:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر نے ان کو شام کا امیر مقرر کیا تھا۔

ثم ان عمرواً سيره ابوبكر اميرا الى الشام. (ایضاً)

پھر عمرو بن العاص کو حضرت ابوبکر نے شام کا امیر بنا کر بھیجا۔

حضرت عمر نے ان کو فلسطین کا حاکم مقرر کیا تھا:

پھر جب حضرت عمرؓ کا دور خلافت آیا تو آپ نے ان کو فلسطین کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔

وولى فلسطين لعمره بن الخطاب. (ایضاً)

وہ حضرت عمر کے حاکم بن کر فلسطین میں رہے۔

حضرت عمرو بن العاص کے ہاتھ پر مصر فتح ہوا:

مصر کی فتح حضرت عمر بن خطابؓ کے عہد خلافت میں ہوئی تھی اور یہ عظیم الشان کارنامہ حضرت عمرو بن العاص کے ہاتھوں انجام پایا تھا۔ آپ حضرت عمر کے زمانۂ خلافت میں پورے مصر کے حاکم مطلق تھے۔

كتب الى عمرو بن العاص فسار الى مصر فافتحها فلم يزل عليها حتیٰ مات عمر.

(الاستیعاب: ص ۴۳۵ ج ۳)

حضرت عمر نے حضرت عمر و بن العاص کو مصر کی طرف کوچ کرنے کے لئے لکھا چنانچہ وہ مصر کی طرف بڑھے اور اسے فتح کیا اور آپ کے بعد اس حضرت عمرؓ کی وفات تک برابر حاکم رہے۔

حضرت عثمان کے زمانۂ خلافت میں بھی آپ مصر کے حاکم رہے:

حضرت عمر کی وفات کے بعد دور عثمان میں بھی آپ چار سال تک مصر کے حاکم رہے پھر کسی وجہ سے حضرت عثمان نے آپ کو مصر کی وزارت سے معزول کر دیا اور آپ کی جگہ عبداللہ بن سعد عامری کو مقرر کیا۔

فاقره عثمان عليها اربع سنين اونحوها ثم عزله عنها وولاها عبدالله بن سعد العامری.

(الاستیعاب ص ۴۳۵ ج ۲)

(حضرت عمر کی وفات کے بعد) حضرت عثمان نے ان کو تقریباً چار سال مصر کا حاکم برقرار رکھا اور پھر ان کو معزول کر کے عبداللہ بن سعد عامری کو مصر کا حاکم بنایا۔

حضرت عمرو بن العاص کی مصر سے معزولی کا یہ واقعہ ۲۵ھ میں پیش آیا۔

حضرت عثمانؓ کا حضرت عمرو بن العاص کو معزول کرنا ان کے لئے بڑی مصیبت کا باعث بنا حضرت عثمانؓ سے یہ ایسی چوک ہوئی جس کی وجہ سے ان کو اہل مصر کی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور حضرت عمرو بن العاص جیسے صاحب الرائے، معاملہ فہم اور امور سیاست کا ماہر ان سے دور ہو گیا۔

حضرت عثمانؓ کے خلاف جو شورش برپا ہوئی اس میں اہل مصر پیش پیش تھے اس کی ایک بڑی وجہ حضرت عمرو کی مصر سے یہ معزولی بھی تھی اس کا طبعاً حضرت عمرو بن العاص پر بھی اثر تھا جس کی وجہ سے کبھی کبھی حضرت عثمان کے خلاف آپ کی زبان سے ایسے الفاظ نکل جاتے تھے جس سے آپ کی ناراضگی کا اظہار ہوتا تھا لیکن خلیفۂ وقت کے خلاف جو شورش برپا ہوئی اس میں آپ نے ادنیٰ حصہ بھی نہیں لیا۔ آپ کی ناراضگی محض آپ کی ذات تک تھی چنانچہ تاریخ کی کسی کتاب

میں حضرت عمرو بن العاص کا حضرت عثمان کے خلاف سازش میں حصہ لینا مذکور نہیں ہے۔ بس زیادہ سے زیادہ آپ اپنی زبانی ناراضگی کا کبھی کبھی اظہار کرتے تھے۔ ابن عبدالبر لکھتے ہیں۔

فاعتزل عمر فی ناحیة فلسطین و کان یاتی المدینة احیانا ویطعن فی خلال ذالک علیٰ عثمان.

(الاستیعاب : ص ۴۳۵ ج ۴)

آپ معزولی کے بعد فلسطین کے ایک گوشہ میں کنارہ کش ہو کر رہنے لگے۔ کبھی کبھی مدنیہ تشریف لاتے اس درمیان کبھی حضرت عثمان کے خلاف کچھ کہہ بھی ڈالتے تھے۔

حضرت عمرو بن العاص حضرت معاویہ کے حاکم اور امیر:

حضرت عثمان کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں جو شورش برپا ہوئی جس میں عبداللہ بن سبا اور اس کی جماعت آگے آگے تھی۔ مسلمانوں کے دو گروپ ہو گئے۔ ایک گروپ حضرت علیؓ کا تھا اور دوسرا گروپ حضرت معاویہ کا، حضرت عمرو بن العاص اس موقع پر حضرت معاویہ کے ساتھ تھے۔

حضرت معاویہ نے جب نظام حکومت سنبھالا اور بلاد اسلامیہ پر ان کا قتدار کامل ہو گیا۔ عام طور پر لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو آپ نے حضرت عمرو بن العاص کو دوبارہ مصر کا حاکم مقرر کر دیا۔ اس وقت مصر پر محمد بن ابی بکر کا قبضہ تھا۔ وہ حضرت علی کی طرف سے مصر کے حاکم تھے حضرت عمرو بن العاص نے ان سے مصر واپس لے لیا اس کے بعد سے آپ تادم حیات مصر کے حاکم رہے۔

فلما قتل عثمان سار الیٰ معاویة و عاهده وشهد معه صفین ومقامه فیها مشهور وهو احد الحکمین والقصة مشهورة ثم سیرة معاویة الیٰ مصر فاستنقذها من ید محمد بن ابی

جب حضرت عثمان قتل کر دیئے گئے تو حضرت عمرو بن العاص معاویہ کے پاس گئے اور ان کو مدد دی اور ان کے ساتھ صفین میں رہے اور اس میں ان کا کارنامہ معلوم ہے وہ دو حکم میں سے ایک تھے یہ قصہ بھی مشہور ہے پھر معاویہ نے

بکر وھو عامل لعلی علیھا واستعملہ معاویہ علیھا الی ان مات سنۃ ثلاث واربعین.

(اسد الغابۃ: ص۱۱۷)

ان کو مصر بھیجا۔ مصر کو انھوں نے محمد بن ابی بکر کے ہاتھ سے جو اس کے حضرت علی کی طرف سے حاکم تھے واپس لے لیا ان کو حضرت معاویہ نے مصر کا حاکم مقرر کردیا جہاں وہ تاوفات اسی عہدہ پر رہے۔ آپ کی وفات ۴۳ھ میں ہوئی۔

جنگ صفین میں حضرت عمرو بن العاص کا کارنامہ:

حضرت عمرو بن العاص جنگ صفین میں حضرت معاویہ کے ساتھ تھے۔ ہماری تاریخوں میں مکذوبات کا ایک بڑا حصہ ہے۔ خوارج، شیعہ اور دوسرے باطل فرقوں نے معرکۂ صفین کے سلسلے میں ایسے افسانے تراشے ہیں اور ان افسانوں کو ہمارے مورخین نے بھی بلا کسی نقد وتبصرہ کے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کردیا ہے کہ تاریخ کا ایک طالب علم حیران رہ جاتا ہے کہ وہ ان روایتوں اور حکایتوں میں سے کسے قبول کرے اور کسے رد کرے۔ ایک طرف صحابۂ کرام کی پاک اور مقدس زندگی نگاہ میں ہوتی ہے اور دوسری طرف یہ تاریخی روایتیں جو ان مقدس نفوس کی زندگی کی ایک بالکل متضاد اور مخالف تصویر پیش کرتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ شخصیتوں کو صرف تاریخ کی روشنی میں ہی سمجھنا چاہتے ہیں وہ ان روایات پر اعتماد کرکے صحابۂ کرام کی زندگی کا وہ نقشہ پیش کرتے ہیں جس کا نمونہ آپ نے مولانا مودودی کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' میں دیکھا۔

حضرت عمرو بن العاص نے جنگ صفین کے سلسلے میں جو شاندار کارنامہ انجام دیا اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے کام لیکر بڑھتے ہوئے خون کے دریا کو روک دیا اور امت اسلامیہ کو ایک مضبوط مرکز پر جمع کردیا وہ ایک ایسا تاریخی واقعہ اور ان کی زندگی کا وہ کارنامہ ہے جس پر ہم جتنا بھی خوش ہوتے کم تھا مگر حضرت عمرو بن العاص کا یہی ہنر نکتہ چینوں کی نگاہ میں عیب بن گیا اور انھوں نے اس صحابی رسولؐ (جس کے ایمان اور اصلاح کی گواہی خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے) پر سب وشتم کی بوچھار کردی۔

صفین کا جب معرکہ گرم ہوا اور مسلمانوں کے سر خود مسلمانوں کی تلوار سے گرنے لگے اور معاملہ نے نہایت نازک صورت اختیار کرلی تو حضرت عمرو بن العاص کو یہ تدبیر سوجھی کہ اس مصیبت سے مسلمانوں کے نکالنے کی واحد صورت یہ ہے کہ ان کو قرآن کا حوالہ دیکر فوری پر جنگ بندی پر آمادہ کیا جائے۔

چنانچہ ان کے مشورہ سے حضرت معاویہ کے لشکر میں سے کچھ لوگوں نے قرآن بلند کر کے جنگ بندی کا اعلان کر دیا اسے دیکھ کر حضرت علی کے لشکر نے بھی قرآن کے آگے سر جھکا دیا اور جنگ بند ہو گئی۔ گردنوں سے الگ ہونے والے سر اپنی جگہ رہے اور مسلمانوں نے اپنے بھائیوں کا خون بہانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔

اب معاملہ یہ طے پایا کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ کے آدمی آپس میں صلح کی گفتگو کرلیں۔ حضرت علی کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت معاویہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص مقرر ہوئے اور آپس میں گفتگو شروع ہوئی۔

حضرت عمرو بن العاص دیکھ رہے تھے کہ حضرت علی کے اردگرد سبائیوں کا گروہ ہے جو حضرت علی پر حاوی ہے اور انھیں ایک قدم بھی آزاد چلنے نہیں دیتا جب سے حضرت علی خلافت کے عہدے پر آئے اس وقت سے آپ اندرونی انتشار میں الجھے ہوئے ہیں۔ معاملات آپ کے ہاتھ سے باہر ہیں آپ کے اردگرد جو لوگ ہیں وہ آپ کے خیر خواہ نہیں ہیں۔ اسلامی فتوحات کا دروازہ بند ہے۔

دوسری طرف انھوں نے حضرت معاویہ کو دیکھا کہ انھوں نے اپنے حسن تدبر سے پورے علاقۂ شام کو اپنا تابع بنا رکھا ہے۔ لوگ ان کے گرویدہ ہیں ان کے ساتھی ان پر جان چھڑکنے والے ہیں اور انھوں نے اپنے لوگوں میں انتظام اور ڈسپلن پیدا کر رکھی ہے تو حضرت عمرو بن العاص نے محسوس کیا کہ ایسے موقعہ پر حضرت معاویہ کے سوا کوئی دوسرا امت مسلمہ کو ایک جھنڈے تلے جمع نہیں کر سکتا اس وجہ سے انھوں نے حضرت علی کے خلاف اور حضرت معاویہ کے حق میں اپنا فیصلہ سنا دیا۔

حضرت عمرو بن العاص کا یہ فیصلہ محض حضرت معاویہ کی جانبداری میں نہیں تھا

بلکہ ان کا یہ فیصلہ ازراہ اخلاص اور امت مسلمہ کی فلاح و بہبودی کے لئے تھا۔ حضرت عمرو ابن العاص بڑے دور بیں اور زمانہ شناس تھے وہ سمجھ رہے تھے کہ حضرت علی کے ساتھ مخلصین کی جماعت کم اور منافقین کی جماعت زیادہ ہے وہ اسلام کا ستیاناس کر کے رکھ دیں گے اور حضرت علی حالات کی مجبوری سے کچھ نہ کرسکیں گے۔

حضرت عمرو بن العاص کا یہ فیصلہ بالکل دیانتہ اور اس وقت کے حالات کے عین مطابق تھا وہ اسلام کی ترقی اسی میں دیکھ رہے تھے۔ نہ یہ کوئی چال تھی نہ سازش بلکہ یہ ان کا ایماندارانہ فیصلہ تھا چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ حضرت معاویہ نے کس طرح سارے عالم اسلام کو ایک جھنڈے تلے جمع کیا اور فتوحات کا دائرہ کس تیزی کے ساتھ آگے بڑھا اور اسلام بحر بر میں پھیلتا گیا۔ اور خدائی پرچم ایشیا اور یورپ میں لہرانے لگا۔

بہر حال سمجھنے والے جو بھی سمجھیں میرے نزدیک حضرت عمرو بن العاص کا یہ فیصلہ عین حالات کے مطابق تھا اور یہی ان کی دیانت دارانہ رائے تھی اور اسلام اور اہل اسلام کا اسی میں خیر مضمر تھا۔

حضرت عمرو بن العاص کا احترام خلافت:

حضرت عمرو بن العاص بڑے رعب وداب اور بڑی عظمت وشان کے مالک تھے۔ مصر جیسی عظیم الشان حکومت پر ان کا قبضہ اور تسلط تھا۔ وہ مصر کے حضرت عمر کے زمانہ میں بھی بلاشرکت غیر مالک تھے لیکن وہ خلیفۂ وقت کے حکم سے سرمو تجاوز نہیں کرتے تھے۔ اس سلسلے کے ان کے متعدد دلچسپ اور قابل عبرت واقعات ہیں سب تو یہاں ذکر نہیں کئے جاسکتے ایک واقعہ نقل کرتا ہوں۔

جب حضرت عمرو بن العاص نے مصر کا محاصرہ کیا تو حاکم مصر مقوقس نے آپ کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ ہمارے پاس کچھ آدمیوں کو بھیجیں جن سے ہم مصالحت کی گفتگو کریں۔ حضرت عمرو بن العاص نے دس منتخب آدمیوں کو حضرت عبادہ بن صامت کی سرکردگی میں بھیجا اور فرمایا کہ گفتگو صرف حضرت عبادہ کریں گے اور آپ نے حضرت عبادہ کو حکم دیا کہ تم صرف تین باتوں میں سے کسی ایک بات پر گفتگو کرنا۔ ان سے مطالبہ کرنا کہ وہ

اسلام قبول کرلیں۔یا وہ جزیہ دیں یا ہمارے درمیان فیصلہ کن جنگ ہوگی ،اور حضرت عبادہ سے آپ نے فرمایا۔

فان امیر المومنین قد تقدم فی ذالک الیّ وامرنی ان لایقبل شیئاً سوی خصلة من هٰذه الخصال الثلاث.	امیر المومنین اس بارے میں پہلے کہہ چکے ہیں کہ میں ان تین باتوں میں سے ایک کے سوا کوئی دوسری بات نہ قبول کروں۔

(حسن المحاضرہ:ص ۴۸)

یعنی اس وقت کی مصلحت کا تقاضہ جو بھی ہو لیکن گفتگو انھیں تین باتوں میں رہ کر کرنی ہے اس لئے کہ امیر المومنین کا یہی حکم ہے۔درحقیقت حضرت عمرو بن العاص کا یہ کلام بتلاتا ہے کہ وہ کس درجہ خلیفۂ وقت کے اوامر واحکام کا احترام کرتے تھے۔

حضرت عمرو بن العاص کی غیرت کی ایک مثال:

ایک طرف تو حضرت عمرو بن العاص کا معاملہ خلیفہ کی اطاعت اور امتثال امر کے بارے میں وہ تھا جو ابھی آپ نے پڑھا اور دوسری طرف آپ میں غیرت بھی اتنی تھی کہ اگر آپ اسے مجروح ہوتے دیکھتے تو اسے برداشت نہیں کر سکتے تھے خواہ آپ کا مقابل وقت کا خلیفہ اور حضرت عمر فاروق جیسا انسان ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت عمر ہی کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ مصر کی سالانہ آمدنی بھیجنے میں تاخیر ہوگئی اس پر حضرت عمر نے حضرت عمرو بن العاص سے محاسبہ کیا،انھوں نے اس کے جواب میں حضرت عمر کو جو خط لکھا ہے اس کا ایک حصہ یہ ہے۔

قد عملنا لرسول الله صلی الله علیه واسلم ولمن بعده فکنا بحمدالله مودین لامانتنا، حافظین لما عظم الله من حق ائمتنا. نریٰ غیر ذالک	ہم نے اس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر کے لئے کام کیا تھا ہم الحمد للہ امانتوں کو ادا کرنے والے رہے،اور ائمہ کے حق کی حفاظت کرنے والے تھے اس کے

قبحاوانعمل به سيئًا فيعرف لنا ذی صدق فيه قبلنا معاذالله من شرالشيم والاجتراء فی كل ماثم فاقبل عملک فان الله تعالیٰ نزهنی تلک الطعم الدنيا والرغبة فيها بعد كتابک .

(حسن المحاضرہ:ص۶۴)

سواہم دوسری بات کو قبیح سمجھتے تھے اور اس کے خلاف پر عمل کرنے کو برا جانتے تھے ہمارے ان کاموں کی قدر کی جاتی تھی اور ہماری سچائی کو تسلیم کیا جاتا تھا۔ ہم بری خصلتوں سے گناہ پر جرأت کرنے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ آپ اپنا کام ہم سے لے لیجئے آپ کے اس خط کے بعد اللہ نے ان دنی لقموں سے ہمیں پاک کر دیا ہے۔ اور ہم کو ان سے بے رغبت بنا دیا ہے۔

اس خط میں حضرت عمرو بن العاص کی غیرت کی جلوہ گری ملاحظہ کی جا سکتی ہے اور ان کی بلند ہمتی اور ان کی شخصیت کی عظمت اس خط کی ہر ہر سطر پہ پتہ چلتی ہے۔

خدا کی قسم جو اتنا باغیرت ہو کہ ذرا بھی اپنی دیانت پر آنچ آتے دیکھ کر امارت وحکومت سے بھی سبکدوش ہونا پسند کرے اس کے بارے میں یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ صفین کے موقع پر قرآن حکیم کو محض ایک چال کے طور پر دھوکہ دہی اور فریب کی خاطر استعمال کرے گا اور کلام اللہ کی عظمت وتقدس کو یوں پامال کرے گا۔

مصر کی آمدنی بھیجنے میں جو تاخیر ہوئی تھی اس کا سبب یہ تھا کہ اس سال مصر میں خشک سالی پیدا ہو گئی تھی اور اہل مصر نے ان سے درخواست کی تھی کہ ان کو ایک سال کی مہلت دی جائے چنانچہ انھوں نے دوسرے سال دو سال کی آمدنی دارالخلافۃ مدینہ منورہ بھیجوا دیں۔ (حسن المحاضرہ ص۶۰)

محمد اجمل مفتاحی

حضرت عمرو بن العاص کے تحمل اور خلیفہ کے سامنے سپر اندازی کی ایک عجیب مثال:

حضرت انس کی روایت ہے کہ مصر کا ایک آدمی حضرت عمر کے پاس مدینہ آیا اور اس نے ان سے شکایت کی کہ میں نے حضرت عمرو بن العاص کے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کیا اور میں آگے نکل گیا اس پر مجھے حضرت عمرو بن العاص نے سزا دی ہے۔

حضرت عمر نے ان کو مصر سے مدینہ طلب کیا اور شکایت دینے والے کے ہاتھ میں کوڑا دیکر کہا کہ مارو اور اپنا بدلہ لو۔ حضرت عمرو بن العاص نہایت تحمل کے ساتھ یہ سزا برداشت کرتے رہے اور جب وہ مار چکا تو خود اس نے اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ۔

انما ابنه الذی ضربنی وقد اشفیت منه.	مجھے تو ان کے لڑکے نے مارا تھا میں نے اپنے آتش غضب کو ان سے بدلہ لے کر ٹھنڈا کر لیا۔ حضرت عمرو جب مار کھا چکے تو حضرت عمر سے فرمایا۔
یا امیر المومنین لم اعلم ولم یاتنی . (حسن المحاضرہ)	امیر المومنین مجھے کچھ علم نہیں یہ تو میرے پاس آیا بھی نہیں تھا۔

دیکھا آپ نے؟ یہ تھا صحابہ کرام کا کردار۔ دین اور امانت پر ذرا سا شبہ پیدا ہوا تو یہی حضرت عمرو بن العاص کی غیرت اسے برداشت نہیں کر سکی اور وہ بلا تکلف اپنے عظیم عہدے سے استعفا کی پیش کش کر دی اس لئے کہ وہاں ان کے دین و امانت پر ضرب لگ رہی تھی۔ لیکن اس جھوٹی سزا کو اپنے جسم پر وہ بلا چون و چرا برداشت کر رہے ہیں اور اف تک نہیں کرتے کہ یہاں ان کا دین نہیں جسم مضروب ہو رہا تھا۔ کون ہے آج جو اس طرح کے اخلاق و کردار کا مظاہرہ کر سکے۔

سادگی اور تواضع:

حضرت عمرو بن العاص کی زندگی بایں جلالت قدر و عظمت شان بڑی سادہ اور

متواضعانہ تھی۔کوئی اجنبی انھیں دیکھ کر یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ یہ مسلمانوں کا امیر بھی ہوسکتا ہے۔مقوقس کا سفیر جب حضرت عمرو بن العاص سے ملاقات کر کے واپس گیا تو اس نے مقوقس کے سامنے اسلامی لشکر کا جو نقشہ پیش کیا وہ یہ تھا۔

"میں نے ایسی قوم کی زندگی دیکھی جس کے نزدیک موت زندگی سے زیادہ پیاری ہے اور تواضع بڑائی سے زیادہ محبوب ہے۔ان میں سے کسی کو دنیا کی طمع اور لالچ نہیں وہ بیٹھتے ہیں تو مٹی پر اور کھاتے ہیں تو گھٹنے کے بل اور ان کا امیر انھیں میں کا ایک فرد معلوم ہوتا ہے۔ان کا بلند مرتبہ ان کے پست مرتبہ سے ممتاز نہیں۔یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کون آقا ہے اور کون مملوک۔جب نماز کا وقت آتا ہے تو اس سے کوئی پیچھے نہیں رہتا ہے وہ نماز کے لئے ہاتھ پاؤں دھوتے ہیں اور نماز نہایت خشوع سے پڑھتے ہیں[1] (حسن المحاضرہ ص ۴۸ ج ۱)

اس کے جواب میں مقوقس نے جو بات کہی اسے تاریخ نے محفوظ کرلیا ہے اس نے کہا۔

والذی یحلف بہ لوان ھؤلاء استقبل الجبال لازا لوھا و لایقوی علیٰ قتال ھؤلآء احد.

قسم ہے اس کی جس کے نام کی قسم کھائی جاتی ہے اگر یہ لوگ پہاڑ کا بھی سامنا کریں گے تو اسے اپنی جگہ سے ہٹا کر رکھ دیں گے ان سے جنگ کرنے کی کسی کو طاقت نہیں۔

حضرت عمرو بن العاص کے لطف وشفقت کی ایک مثال:

حضرت عمرو بن العاص ایک طرف شیر جیسے دل کے انسان تھے کہ آپ کے نام سے بڑے بڑے بہادروں کا پانی پتہ ہو جاتا تھا تو دوسری طرف اللہ نے آپ کے دل میں مخلوقات کے لئے رحم وکرم اور لطف وشفقت کا دریا بھر دیا تھا حتیٰ کہ آپ کو یہ بھی گوارا نہیں تھا

---

[1] یہ ہے ایک دشمن زبان سے اس زمانہ کے مسلمانوں کا نقشہ۔اور ایک نقشہ وہ بھی ہے جس کو ہمارے سامنے مولانا مودودی نے اپنی کتاب خلافت وملوکیت میں پیش کیا۔ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

کہ آپ کی ذات سے کسی معمولی پرندے کو بھی نقصان پہونچے۔ حسن المحاضرہ میں اس سلسلہ کا ایک عجیب واقعہ لکھا ہے۔

ابن حکم اپنے والد اور سعد بن عفیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص نے جب اسکندریہ جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے حکم دیا کہ خیمے اکھاڑے جائیں۔ جب آپ کا خیمہ اکھاڑا جانے لگا تو اس میں اچانک کبوتر کا ایک بچہ نکل آیا تو آپ نے فرمایا لقد تحرم لنا یعنی اس نے ہمیں اپنا حرم بنالیا ہے پھر آپ نے حکم دیا یہ خیمہ گرایا جائے اور ایک آدمی کو مقرر کر دیا جو اس کی دیکھ بھال کرتا رہے۔

یہ واقعہ ایک معمولی سا بظاہر ہے لیکن اس سے صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہاں خانۂ دل کی کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

وفات:

حضرت عمرو بن العاص کی وفات کے سلسلے میں مختلف اقوال نقل ہوئے ہیں۔ بعض نے ان کا سن وفات ۴۷ھ، بعض نے ۴۸ھ اور بعض نے ۵۱ھ لکھا ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ آپ کی وفات ۴۳ھ میں ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ، اسد الغابہ وغیرہ)

نماز جنازہ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے پڑھائی۔ مصر میں جبل مقطم کے پاس آپ مدفون ہوئے۔ آج بھی آپ کا مزار زیارت گاہ خلائق ہے۔ (اسد الغابہ)

وفات کے وقت کی دعا:

اللھم انک امرتنی فلم ائتمروزاجرتنی فلم انزجر۔	اے اللہ آپ نے مجھے حکم فرمایا میں نے آپ کے حکم کی تعمیل نہیں کی اے اللہ آپ نے مجھے روکا لیکن میں نہیں رکا۔

پھر آپ نے اپنا ہاتھ گردن پر رکھا اور زبان مبارک سے دعا کے یہ کلمات جاری ہوئے۔

اللھم لاقوی فانتصر ولابری فعتذر ولامستکبر	اے اللہ میں قوی نہیں کہ اپنا بچاؤ کر سکوں، میں بری نہیں کہ عذر چاہوں،

بل مستغفر لا اله الا انت. میں متکبر نہیں ہوں بلکہ تجھ سے مغفرت چاہنے والا ہوں تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

یہی کہتے کہتے آپ کی روح پرواز کرگئی اور آپ اپنے خالق سے جا ملے۔

رضی اللہ عنہ وعن جمیع الصحابة.

کلمہ لاالٰہ الا اللہ کو آپ نے اصل سرمایۂ حیات جانا:

حضرت عمرو بن العاص کو جیسا کہ معلوم ہوا شرف صحبت کے سوا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی تقرب وتعلق بھی حاصل تھا۔ نیز آپ کی پوری زندگی اسلام لانے کے بعد اعلاء کلمۃ اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ میں گذری۔ متعدد غزدات وسرایا میں آپ نے شرکت کی۔ مصر جیسی عظیم حکومت کو آپ نے اسلامی مقبوضہ میں شامل کیا لیکن ان ساری قربانیوں اور کارناموں میں آپ جس چیز کو اپنا اصل سرمایۂ حیات سمجھتے تھے وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے چنانچہ عبدالرحمٰن بن شمامہ کا بیان ہے کہ۔

''جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ پر خشیت کا غلبہ تھا اور آپ کی آنکھ سے آنسو جاری تھے۔ ان کے صاحبزادے عبداللہ نے آپ کا یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ کیا موت سے ڈر رہے ہیں آپ نے فرمایا مابعد الموت کی ڈر ہے اس پر حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ آپ کو ڈر کس کا ہے۔ آپ کی زندگی خیر تھی۔ آپ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہے۔ مصر وشام کے ممالک آپ نے فتح کئے اس پر حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا تم نے سب کا ذکر کرلیا لیکن میرے اعمال میں جو سب سے بہتر چیز تھی اسے تم نے چھوڑ دیا انھوں نے پوچھا وہ کیا؟ تو کہا کہ شہادت ان لا الہ الا اللہ.

(البدایہ، اسد الغابہ، حسن المحاضرہ وغیرہ)

اللہ اللہ آپ نے دیکھا ایک مومن کامل کی زندگی۔ ایک اللہ والے کا انداز فکر ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیرکٹر، بڑے سے بڑا کارنامہ اور عظیم سے عظیم فخر اس کی نگاہ میں ہیچ ہے اور اسے اعتماد ہے تو صرف کلمۂ لا الہ الا اللہ پر۔

حضرت عمرو کے بارے میں حضرت قبیصہ کا تبصرہ:

حضرت عمرو بن العاص کو اللہ نے گوناگوں صلاحیتوں اور خصوصیتوں سے نوازا تھا۔ کرم، شجاعت، تواضع، فروتنی، للّٰہیت وخشیت، غیرت وحمیت، شفقت ومروت، سادگی قناعت، صبروتحمل، قوتِ فیصلہ، سدادرائے ذہانت وطباعی وغیرہ اوصاف آپ کی ذات میں ودیعت رکھے گئے تھے لیکن آپ کی زندگی کا جوسب سے نمایاں خلق تھا وہ آپ کی ظاہروباطن کا توافق تھا۔ حضرت قبیصہ نے آپ کی زندگی پر جوتبصرہ کیا ہے وہ درج ذیل ہے فرماتے ہیں۔

صحبت عمرو بن العاص فما رأیت رجلا ابین قرآناً ولا اکرم خلقاً ولا اشبه سریرة بعلانیته منه.

(الاصابہ:ص۲ج۳)

حضرت عمرو بن العاص کی صحبت میں میں رہا میں نے آپ سے زیادہ صاف قرآن پڑھنے والا آپ سے زیادہ شریف عادت والا اور آپ سے زیادہ وہ آدمی جس کا باطن اس کے ظاہر سے زیادہ قریب ہو کسی دوسرے کو نہیں دیکھا۔

ابن کثیر فرماتے ہیں۔

کانت له الاراء السدیده والمواقف الحمیدة والاحوال السعیدة . (البدایہ:ص۲۶ج۸)

آپ کے لئے درست رائے ہوا کرتی تھی آپ کی سیرت وکردار محمود تھے اور آپ کے احوال اچھے اور نیک تھے۔

یہ ہے حضرت عمرو بن العاص کی زندگی کا ہلکا سا نقشہ جس کو میں نے بڑے ایجاز واختصار کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ حضرت عمرو بن العاص کی زندگی کا یہ نقشہ جو آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے اور تاریخ کی انھیں کتابوں ہی سے پیش کیا گیا ہے جن پر مولانا مودودی نے اعتماد کیا ہے یہ ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شایانِ شان ہے یا وہ نقشہ جو مولانا مودودی نے پیش کیا ہے؟

☆☆☆☆☆☆

کچھ حج اور عمرہ کے بارے میں

محمد ابوبکر غازی پوری

حج کی فرضیت تو خود قرآن سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اللہ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا ہے اگر لوگ اس کی طاقت رکھتے ہیں" حج ایک دفع کرنے سے اس کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے، بار بار حج کرنا ثواب حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے ہاں عمرہ فرض نہیں ہے، مگر اس کا ثواب بہت ہے اور اگر رمضان کے زمانہ میں عمرہ ہو تو اس کا ثواب بڑھ جاتا ہے، حدیث پاک میں ہے کہ رمضان کے زمانہ کا عمرہ ثواب میں حج کے برابر ہوتا ہے۔

ذیل میں حج و عمرہ کے متعلق سے چند باتیں پیش خدمت ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حج و عمرہ کرتے رہا کرو حج و عمرہ انسانوں کے گناہوں اور اس کے فقر کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جیسے لوہے اور چاندی سے مٹی ان کے زنگ اور ان کی خرابیوں کو دور کر دیتی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ حج مبرور کی جزاء تو جنت ہی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ہشتم)

"حج مبرور" اس حج کو کہتے ہیں جو خالص اللہ کے لئے ہو، اور ریا نمود فسق و فجور سے لڑائی جھگڑا گالی گلوج سے خالی ہو، اصل میں حج ہو یا دوسری کوئی عبادت. اگر اس کی ادائیگی میں شریعت نے اس کے جو احکام بتلائیں ہیں ان کی رعایت ہوگی تو وہ عبادت مقبول عنداللہ ہوتی ہے، ورنہ اسے منھ پر مار دیا جاتا ہے۔

ابھی جو حدیث گزری ہے انہیں الفاظ کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ سے منقول ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ کے درمیان جو گناہ ہوتے ہیں وہ ان دوعمروں کی برکت سے ختم ہو جاتے ہیں اور یہ دوعمرے ان گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے، اور حج مبرور کی جزاء جنت ہی ہے۔ (ایضاً)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حج کیا اور "رفث" اور "فسق" سے بچا تو وہ گناہوں سے اسطرح پاک وصاف ہو کر گھر واپس ہوتا ہے جیسے کہ اس کی ماں نے ابھی جنا ہو، یعنی جس طرح نومولود بچہ گناہوں سے اور ہر قسم کے مؤاخذہ سے بری رہتا ہے اسی طرح رفث اور فسق سے بچنے والا حاجی ہوتا ہے۔

اس حدیث پاک میں دو لفظ فرمائے گئے، فلم یرفث ولم یفسق، یعنی اس نے رفث نہیں کیا اور فسق نہیں کیا، رفث اور فسق کیا ہے، تو بعض لوگوں نے کہا کہ رفث کے معنی جماع اور گندی بات ہے، اور حضرت امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ رفث ہر وہ عمل اور ہر وہ حرکت ہے جس کا آدمی عورت سے ارادہ کرے، مگر جمہور نے رفث سے مراد جماع ہی لیا ہے یعنی آدمی عورت سے صحبت نہ کرے۔

اور فسق سے مراد ہر طرح کی برائی اور ہر طرح کی معصیت ہے، تو حاصل یہ نکلا کہ دوران حج اگر حاجی نے اپنی بیوی سے جماع نہیں کیا، یا کسی اجنبی عورت پر بد نگاہ ہی نہیں کی یا برا ارادہ نہیں باندھا گالی گلوچ اور دوسری معصیتوں سے وہ محفوظ رہا تو اسکے سارے گناہ حج کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں اور حاجی اس بچہ کی طرح ہو جاتا ہے جس کو اس کی ماں نے ابھی جنا ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ جس نے حج کیا اور مقصد صرف حج کرنا تھا تو وہ گناہ سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ بچہ جس کو اس کی ماں نے آج کے دن جنا ہو۔ (ایضاً)

یعنی حج کے سفر کا مقصد صرف حج ہی کرنا ہو، تفریح، تجارت یا اور کوئی دنیاوی غرض نہ ہو تو ایسے حاجیوں کے لئے ثواب کا یہ وعدہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ان حجاج کو جو صرف

حج ہی کے مقصد سے بیت اللہ کا سفر کرتے تھے ان کو بار بار سفر حج کی تاکید کرتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ)

حاجیوں کے بارے میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر ان حاجیوں کو اللہ کے یہاں جو ان کا ثواب ہے اس کا پتہ چل جائے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔

حضرت کعب ہی فرماتے ہیں کہ حاجی یا عمرہ کرنے والا جب تکبیر کہتا ہے تو اس کی گونج اس جگہ کے متصل حصہ کو پھر بغل والے حصہ کو پھر اس سے ملی ہوئی زمین کو پھر اس سے متصل زمینی حصہ کو پہونچتے پہونچتے پوری دنیا میں پہونچتی ہے اور آسمان کے افق پر پہونچ کر ختم ہوتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے یہ بھی کہا کرتے تھے کہ حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں سے ملو تا کہ وہ تمہارے لئے دعا کریں، اور قبل اس کے وہ گناہوں سے آلودہ ہوں اس سے پہلے ان سے ملو، چونکہ حاجی یا عمرہ کرے والا جس وقت تازہ تازہ سفر سے واپس آتا ہے وہ ہر گناہ سے دھلا دھولا یار ہتا ہے، اس لئے اس وقت اس کی دعا بارگاہ خداوندی میں مستجاب ہوگی اور وقت گزرئے کے ساتھ ساتھ پھر جب وہ دنیا کے دھندھوں میں پڑے گا تو اس کا یہ حال باقی نہیں رہے گا۔ اس لئے اس وقت اس سے اپنے لئے دعا کی درخواست کرنی چاہئے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حاجی اور عمرہ کرنے والا اور اللہ کے راستہ کا مجاہد یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ سے مانگتے ہیں تو اللہ ان کو دیتا ہے اور جب یہ اللہ سے دعا کرتے ہیں تو اللہ ان کی دعا قبول کرتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ملاقات کچھ لوگوں سے ہوئی تو آپ نے پوچھا آپ لوگ کون ہیں؟ تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم مکہ مکرمہ کے سفر پر ہیں مکہ جا رہے ہیں، تو حضرت علیؓ نے کہا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہونے والوں میں سے ہو، تم لوگ جب مکہ پہونچو تو اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کو یاد کر کے رکھو اور اللہ سے ان حاجتوں کو طلب کرو۔

حبیب بن ثابت شام میں رہتے تھے وہ فرماتے تھے کہ ہم حج کر کے واپس آنے والوں سے مقام قادسیہ میں ملاقات کرتے تھے اور ان سے مصافحہ کرتے تھے، اور ہمارا یہ عمل اس وقت ہوتا تھا جب وہ لوگ تازہ تازہ ہوتے اور گناہوں میں مبتلا نہ ہوتے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور کمزوروں کے بارے میں اور جو جہاد کی طاقت نہیں رکھتے ہیں ان کے بارے میں فرمایا کہ ان کا جہاد حج اور عمرہ ہے۔

اور اب اخیر میں حاجی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بارے میں یہ بشارت بھی سن لے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے اور وہ حاجی جس کے لئے مغفرت کرے اس کے لئے مغفرت کی دعا فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے الفاظ یہ ہیں۔

اللهم اغفر للحاج ولمن استغفر الحاج

اے اللہ تو حاجی کی مغفرت فرما اور اسکی مغفرت جس کے لئے حاجی مغفرت چاہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

خوشخبری

مدیر زمزم کی مشہور کتاب ''ارمغان حق'' جلد ثالث بہت جلد منظر عام پر آرہی ہے، جو حضرات پہلے آرڈر دے کر رقم پیشگی ادا کریں گے ان کے لئے خصوصی رعایت ہوگی کہ ۱۲۵ر اصل قیمت۔ رعایت الگ یعنی آدھی قیمت میں یہ کتاب پیشگی رقم ادا کرنے والوں کو ملے گی۔

مدیر زمزم کی دوسری مشہور کتاب ''مقام صحابہ کتاب وسنت کی روشنی میں اور مولانا مودودی'' اس کا اڈیشن بہت پہلے ختم تھا اب اس کا نیا ایڈیشن چھپ رہا ہے۔

مدیر زمزم کا مشہور رسالہ ''صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطۂ نظر'' اس رسالہ کا چوتھا ایڈیشن چھپنے کو تیار ہے۔

نوٹ: ان کتابوں کو مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ غازیپور کے پتہ سے منگایا جا سکتا ہے۔

طٰہٰ شیرازی

خمار سلفیت

محمد اجمل مفتاحی

غیر مقلدین کا زبردست فراڈ

بیٹا: ابا جی

باپ: جی بیٹا

بیٹا: دھوکا دینا گناہ ہے ابا جی؟

باپ: جی بیٹا بہت بڑا گناہ ہے، قطعا حرام ہے، یہ منافق لوگوں کا کام ہے،

بیٹا: تو ابا جی، ہمارے علماء دھوکا کیوں دیتے ہیں؟

باپ: نہیں بیٹا، ایسا تو نہیں ہے، ہماری سلفی جماعت تو اہل تقویٰ اور پارسا لوگوں کی جماعت ہے وہ منافقوں والا کام نہیں کرتی ہے۔

بیٹا: منافقوں والا کام اب ہماری جماعت کرنے لگی ہے ابا جی۔ دیکھئے یہ کتاب قرۃ العینین ہے جو ہمارے سلفی عالم مولانا نور حسین گرجاکھی کی ہے، اس میں بہت بڑ دھوکا بلکہ بہت بڑا فراڈ مولانا نے کیا ہے۔

اس کتاب میں مولانا فرماتے ہیں۔

رسول خدا ﷺ کا وفات تک رفع یدین کرنا، اور اس کے ثبوت میں یہ حدیث ذکر کرتے ہیں کان رسول اللہ ﷺ یرفع یدیہ اذاافتتح الصلوٰۃ واذکبر للرکوع واذارفع راسہ من الرکوع فمازالت تلک صلاتہ حتی لقی اللہ.

باپ: اس میں دھوکہ کی کیا بات ہے بیٹا، ہم لوگوں کا تو یہی کہنا ہے، یہ حدیث ہمارے مذہب کی صریح دلیل ہے۔

بیٹا: ابا جان اس کے بعد مولانا لکھتے ہیں۔

''سبحان اللہ یہ کیسی پیاری اور عمدہ حدیث ہے جس کو چھیالیس ائمہ نے نقل کیا ہے اس کا اسناد کتنا عمدہ ہے، امام مالک تو تمام عالموں اور محدثوں کے پیشوا ہیں، اور وہ اس کو ابن شہاب زہری سے روایت کرتے ہیں جو اہلحدیث کے بڑے مشہور عالم اور امام تھے اور امام ازہری سالم بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں جو بڑے تابعی اور فقیہ ہیں اور سالم حضرت عبداللہ بن عمر سے جو بڑے قدیم الاسلام متبع سنت اور عالم بڑے درجہ والے جو کان یرفع سے حدیث نقل کر رہے ہیں۔ (ص۹)

باپ: بیٹا مجھے ابھی تک تمہاری بات سمجھ میں نہیں آئی، آخر اس میں دھوکہ کیا ہے؟

بیٹا: ابا جی اس حدیث کی جو سند ہمارے سلفی مولانا صاحب ذکر کر کے ایک ایک راوی کی بڑی تعریف کر رہے ہیں، اس حدیث کی یہ سند ہی نہیں ہے، بخاری و مسلم والی یہ سند ہمارے مولانا صاحب اس جعلی اور من گھڑت حدیث میں فٹ کر کے اس حدیث کو صحیح بنانا چاہتے ہیں اور بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم میں ہے، جبکہ ان کتابوں میں اس حدیث کا ذکر ہی نہیں۔

باپ: تو کیا اس حدیث کی یہ سند نہیں ہے؟

بیٹا: بالکل نہیں ابا جی، اس حدیث کی سند تو یہ ہے۔

عن ابی عبداللہ الحافظ عن جعفر بن محمد بن نصر عن عبدالرحمن بن قریش بن خزیمة الهروی عن عبداللہ بن احمد الدمجی عن الحسن بن عبداللہ بن حمدان الرقی ثنا عصمة بن محمد الانصاری ثناموسیٰ بن عقبة عن نافع عن ابن عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ. (نصب الرایہ ص۴۱۰ ج۱)

دیکھئے اس سند میں نہ امام مالک کا ذکر ہے، نہ امازہری کا نہ سالم بن عبداللہ کا، اس کی اصل سند یہی ہے جو میں نے نصب الرایہ سے ذکر کی ہے، مگر ہمارے سلفی مولانا صاحب نے اس حدیث میں بخاری و مسلم والی سند فٹ کر دی ہے، یہ

کتنا بڑا فراڈ اور دھوکا ہے، ابا جی، کیا حدیث رسول کے ساتھ اس طرح کا فراڈ بے ایمانی اور بے دینی نہیں ہے؟

باپ: بیٹا ہمارے مولانا صاحب نے اگر چہ بہت برا کا کیا ہے مگر بہر حال ایک صحیح حدیث تو رفع یدین کی ذکر کردی، یہ ہمارے خوش ہونے کیلئے کیا کم ہے، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ آخر عمر تک رفع یدین کرتے تھے، یہ تو بہت اونچی تحقیق ہے۔

بیٹا: مگر ابا جی یہ حدیث تو بالکل جعلی اور من گھڑت ہے، اس کی اصل سند کے دو راوی وضاع اور کذاب ہیں، ایک کا نام عبدالرحمٰن بن قریش ہے اور دوسرا راوی عصمہ بن محمد الانصاری ہے، یہ دونوں جھوٹے اور غیر معتبر ہیں عبدالرحمٰن بن قریش کے بارے میں علامہ حافظ ذہبی میزان الاعتدال صہ ۱۴۲ ج ۲ میں اور حافظ ابن حجر لسان المیزان صہ ۴۲۵ ج ۳ میں لکھتے ہیں۔

اتھمہ السلیمانی بوضع الحدیث یعنی محدث سلیمانی نے اس کو مہتم کہا ہے کہ وہ حدیث گڑھتا تھا۔

اور عصمہ بن محمد الانصاری کے بارے میں حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال صہ ۱۹۲ ج ۲ اور حافظ ابن حجر لسان المیزان صہ ۱۷۰ ج ۴ میں فرماتے ہیں۔

''ابو حاتم نے کہا کہ یہ قوی نہیں ہے، اور یحیٰ بن معین فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹا ہے، حدیثیں گڑھا کرتا تھا، عقیلی بیان کرتے ہیں کہ ثقہ راویوں کی طرف منسوب کر کے باطل حدیثیں بیان کرتا ہے، دارقطنی وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ متروک ہے ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی ساری حدیثیں غیر محفوظ ہیں۔ اور تاریخ بغداد میں اس کے بارے میں لکھا ہے کہ:

ابن معین فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹا تھا اور جھوٹی حدیثیں بیان کرتا تھا مزید فرماتے ہیں کہ یہ لوگوں میں سب سے بڑا جھوٹا تھا، اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں گڑھتا ہے بڑا جھوٹا ہے۔

جھوٹی اور باطل روایت میں بخاری ومسلم کی سند چپکا کر اس کو بخاری ومسلم کی حدیث ظاہر کرنا کیا فراڈ اور بے ایمانی نہیں ہے۔

باپ: ہے بیٹا، بلاشک یہ فراڈ اور بے ایمانی کی بدترین قسم ہے۔

بیٹا: تو پھر ہمارے سلفی اس طرح کے فراڈ اور بے ایمانی پر چپ کیوں سادھے رہتے ہیں؟

باپ: پتہ نہیں بیٹا

غنیۃ الطالبین شیخ عبدالقادر جیلانی کی کتاب میں غیر مقلدین کی زبردست خیانت

بیٹا: ابا جی

باپ: جی بیٹا

بیٹا: کسی کتاب میں کتر بیونت کرنا، گھٹانا بڑھانا یہ ایمانداری کا کام ہے یا بے ایمانی کا؟

باپ: اس قسم کی حرکت بے ایمانی کہلائے گی، ایمانداری سے اس کا واسطہ کہاں سے ہوگا۔

بیٹا: ابا جی بے ایمانی اور خیانت کرنا یہ تو یہودیوں کا کام ہوتا ہے۔

باپ: جی بیٹا! خیانت کرنے کو حدیث رسول میں منافقین کی علامت قرار دیا گیا ہے۔

بیٹا: ابا جی ہماری جماعت کے علماء منافق بن گئے ہیں کیا؟

باپ: کیوں بیٹا، کیا بات ہوگئی، ہم لوگ تو سلفی ہیں خالص اہل سنت والجماعت پکے مومن اور موحد۔

بیٹا: ابا جی دیکھئے یہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی کتاب غنیۃ الطالبین ہے جو اہل حدیث کے مکتبہ سعودیہ اہلحدیث منزل کراچی ہنس روڈ سے شائع ہوئی ہے ،تاریخ طبع دسمبر ۱۹۵۹ء ہے۔

باپ: جی بیٹا دیکھئے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی اس کتاب کو ہماری جماعت نے کتنے آب وتاب سے چھاپا ہے۔

بیٹا: مگر ابا جی اس میں تو زبردست خیانت کی گئی ہے، غنیۃ کا پرانا نسخہ جو ہمارے کتب خانہ میں ہے اس میں تراویح کے بارے میں شیخ کی یہ بات مذکور ہے۔

وھی عشرون رکعۃ یجلس عقب کل رکعتین ویسلم فھی خمس ترویحات، کل اربعۃ منھا ترویحۃ وینوی فی کل رکعتین اصلی رکعتی التراویح المسنونۃ اذاکان فرداً واذاکان اماما اوماموماً.

"یعنی تراویح کی بیس رکعتیں ہیں، اور ہر دوسری رکعت میں بیٹھے اور سلام پھیرے، پس یہ پانچ ترویحے ہیں، ہر چار رکعت کا نام ترویحہ ہے اور ہر دو رکعت کے بعد نیت کرے کہ میں دو رکعت تراویح کی نیت کرتا ہوں، تنہا پڑھنے والا بھی امام بھی اور مقتدی بھی۔

ابا جی چونکہ اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مذہب میں بیس رکعت تراویح مسنون ہے، اور زبان سے امام کو، مقتدی کو اور تنہا نماز پڑھنے والے کو نیت بھی کرنی چاہئے، چونکہ ان دونوں باتوں کے ہم اہلحدیث لوگ منکر ہیں، ہمارے یہاں نہ تراویح بیس رکعت ہے اور نہ زبان سے نیت کرنی درست ہے اس وجہ سے مکتبہ سعودیہ اہلحدیث منزل پاکستان سے جو نسخہ شائع کیا گیا ہے، شیخ عبدالقادر جیلانی کی ان تمام عبارتوں کو حذف کر کے اپنی طرف سے یہ عبارت لگادی گئی ہے۔

وھی احدی عشرۃ رکعۃ مع الوتر یجلس عقب کل رکعتین ویسلم.

یعنی تراویح گیارہ رکعت وتر کے ساتھ ہے، اور ہر دو رکعت کے بعد بیٹھے اور سلام پھیرے۔

باپ: بیٹا اس نسخہ کو کباڑ خانہ والی کوٹھری کی الماری کے پیچھے والے حصہ میں کاغذ میں

لپیٹ کر کھدواور اس پر لکھ دو "اہم خاندانی دستاویزات" اور دیکھو کسی حنفی مقلد کو اس کا پتہ نہ چلے۔

بیٹا: میں ابھی یہ کام انجام دیتا ہوں، مگر ابا جی یہودیوں والا یہ کام ہماری جماعت نے کیوں کیا؟

باپ: پتہ نہیں بیٹا۔

ائمہ فقہ وسنت اور محدثین کرام آٹھ رکعت تراویح نہیں پڑھتے تھے

بیٹا: ابا جی

باپ: جی بیٹا

بیٹا: امام مالک، امام شافعی امام احمد بن حنبل کون تھے؟

باپ: بیٹا یہ سب بڑے فقہاء اور ائمہ محدثین تھے

بیٹا: اور ابا جی امام بخاری امام مسلم سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، امام ابوداؤد امام ترمذی یہ سب کون لوگ تھے؟

باپ: بیٹا یہ سب بھی بڑے محدثین ہیں، امام بخاری اور مام مسلم کو تو دنیا جانتی ہے۔

بیٹا: اور ابا جی حافظ ذہبی، حافظ ابن حجر اور حافظ بن رجب؟

باپ: بیٹا یہ سب کے سب اونچے درجہ کے محدثین ہیں، انھیں سے تو کتاب وسنت کا دنیا کے چپہ چپہ میں چرچا ہے۔

بیٹا: ابا جی ان میں سے کون لوگ آٹھ رکعت تراویح پڑھتے تھے؟

باپ: آٹھ رکعت تراویح تو ان میں سے کوئی نہیں پڑھتا تھا، بیس یا بیس سے زائد ہی یہ لوگ پڑھا کرتے تھے۔

بیٹا: ابا جی کیا یہ ائمہ حدیث ہم لوگ والے اہلحدیث نہیں تھے، ہم لوگ تو آٹھ رکعت تراویح پڑھتے ہیں؟

باپ: بیٹا پہلے ہم لوگ بھی بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے، ہمارے مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی نے تحقیق کر کے بیس کے بجائے آٹھ پڑھنے کو رواج دیا، پھر

ہمارے علماء نے اس تحقیق کو حق جان کر قبول کرلیا۔

بیٹا: ان ائمہ محدثین اوران حدیث والوں کی ہماری جماعت اہلحدیث نے مخالفت کیوں کی؟ کیاان محدثین کی تحقیق غلط تھی۔

باپ: پتہ نہیں بیٹا۔

☆☆☆☆☆☆

شورش کاشمیری

ایک شخص سراپارحمت ہے ،ایک ذات ہے یکسر نور خدا
ہم ارض وسما کو دیکھ چکے ، لیکن کوئی اس جیسا نہ ملا

اس ذات پہ حجت ختم ہوئی، نبیوں کی شہادت ختم ہوئی
یعنی کہ نبوت ختم ہوئی، پھر کوئی نہ اس کے بعد آیا

سورج نے ضیااس چشم سے لی،اس نطق سے غنچے پھول بنے
اٹھا تو ستارے فرش پہ تھے ، بیٹھا تو زمیں کو عرش کیا

جب دوش پہ گیسو کھلتے ہیں ،واللیل کی شرحیں ہوتی ہیں
لولاک لما کے سانچے میں ایک نور مجسم ڈھل کے رہا

بطحا کے مسافر دیکھ کے چل، یہ اس کے نقوش پا ہی تو ہیں
تاریخ کے لالہ زاروں میں ، از غار حرا تا کرب و بلا

☆☆☆☆☆

بزرگوں سے حاصل کئے ہوئے

بعض امراض کے لئے کچھ مجرب نسخے

از: قاری خلیق اللہ صاحب، مکہ مکرمہ

مکہ مکرمہ میں ہمارے کرم فرما حضرت مولانا قاری خلیق اللہ صاحب دامت برکاتہم ہیں۔ اصلاً یہ ہندوستانی ہیں، ضلع بستی ان کا وطن ہے مگر عرصہ دراز سے یہ مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں۔ مکتبہ اثریہ سے شائع ہونے والے دو ماہی رسالہ ''زمزم'' کے قدردانوں میں سے ہیں اور مکتبہ کی کتابوں کا خاص ذوق رکھتے ہیں، شوق سے خود پڑھتے ہیں اور دوسروں کو بھی پڑھاتے ہیں، اس با مسمّیٰ ہیں یعنی نہایت ہی خلیق خدمت کا جذبہ رکھنے والے اور ہر شخص کی مدد کے لئے ہمہ وقت تیار، حج کے مسائل کے حافظ ہیں، ہر مسئلہ نوک زبان ہوتا ہے، حجاج اور عمرہ کرنے والے ان سے استفادہ کرتے رہتے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں میرا قیام وطعام حضرت قاری صاحب کے یہاں ہوتا ہے۔

حضرت قاری صاحب نے بزرگوں سے حاصل کئے ہوئے کچھ نسخوں کو جنکا مجرب ہونا ان کے علم میں ہے، یکجائی شکل میں ایک جگہ لکھ رکھا ہے۔

اس سال جب میں عمرہ کرنے گیا تو ان نسخوں کو میں نے ان سے حاصل کیا اور ان سے درخواست کی کہ ان نسخوں کو زمزم میں شائع کرنے کی اجازت دیں، انہوں نے بڑی خوشی سے اس کی اجازت دے دی۔ ذیل میں ان نسخوں کو انہیں کی زبان میں افادۂ عام کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔

(۱) داڑھ کا درد: زیتون یا سرسوں کا تیل ایک چمچ تیز گرم کرکے لکڑی پر روئی لپیٹ کر تیل میں ڈبو کر داڑھ پر رکھ دیں، ان شاء اللہ درد فوراً دور ہو جائے گا۔

(۲) کان کا درد بشرطیکہ زخم نہ ہو: مرچ سیاہ کا سفوف بقدر نصف چمچہ چائے پانی میں حل کرکے کپڑے سے چھان کر ۳ قطرے کان میں ٹپکا دیں، ان شاء اللہ درد

فوراً دور ہو جائے گا۔

(۳) کان سے پیپ کا بہنا: بکری کے پتہ کا پانی جو سبز رنگ کا ہوتا ہے، ۳ر قطرے کان میں ٹپکا دیں، انشاء اللہ ایک بار کا ٹپکانا کافی ہوگا۔

(۴) بواسیر خونی یا ریاحی: بکرے کے پتہ کے پانی میں سوتی کپڑا بھگو کر مقعد پر چپکا کر لیٹ جائیں، دو، دو گھنٹہ پر چار بار تک نیا کپڑا بھگو کر چپکاتے رہیں، انشاء اللہ ایک ہی دن میں آرام ہو جائے گا۔ اگر بواسیر قدیم ہو تو تین یا سات دن تک استعمال کریں۔ (فقہی اعتبار سے پتہ کے پانی کا حکم پیشاب کے برابر ہے لہٰذا بدن یا کپڑے میں لگے تو دھولیں۔)

(۵) ٹونسل کا علاج: ریٹھا کا چھلکا مع گودا چوتھائی پان کے پتہ میں لپیٹ کر تھوڑا سا لال چبا کر منھ میں دبا کر سو جائیں۔ انشاء اللہ ایک دن میں فائدہ ہو جائے گا۔

(۶) بار بار دست آنا: پاؤں روٹی (صامولی) جتنی ہو سکے کھالیں، درمیان میں پانی نہ پئیں، بعد میں بھی آدھے گھنٹہ تک نہ پئیں، انشاء اللہ فوراً دست بند ہو جائے گا۔

(۷) آدھے سر کا درد: یہ خون کا دوران ساری رگوں میں نہ پہنچنے کی وجہ سے ہوتا ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ ہاتھ زمین پر ٹیک کر دیوار کے سہارے دونوں پیر اوپر کر لیں اور سانس روک لیں جتنی دیر ہو سکے اس کے بعد اسی جگہ پر سیدھے کھڑے ہو جائیں، اس کے بعد جلیبی یا حلوہ کھالیں۔ یہ عمل صبح سورج نکلنے سے قبل کریں، ہفتہ کے اندر انشاء اللہ آرام ہو جائے گا۔

(۸) یرقان زرد (پیلیا): پکے ہوئے کیلے کا چھلکا اتار کر لمبائی میں پوری انگلی گھسا کر سوراخ کر کے پان والا چونا بھر کر ناشتہ، دوپہر، شام کے کھانے کے بعد ایک کیلا اسی طرح کھلا دیا کریں، انشاء اللہ پانچ دن میں یرقان دور ہو جائے گا۔

(۹) یرقان سیاہ (کالا پیلیا): دیسی چنے کے چھلکے ار تولہ رات کو مٹی کے برتن میں ایک گلاس پانی میں بھگو دیں، صبح کو چھان کر مریض کو پلا دیں، انشاء اللہ ہفتہ میں صحت ہو جائے گی۔

(۱۰) پیشاب میں جلن ہوتو ایک گلاس ٹھنڈے پانی میں دودھ پانچ چمچہ ملا کر پلا دیں۔ (از امی جان رحمہا اللہ) ہردوئی والی، احقر نے بارہا تجربہ کیا، پیشاب کے ساتھ خون آنے پر بھی مفید ہے۔ نیز تربوز کھانا بھی پیشاب کی جلن میں مفید ہے۔

(۱۱) پیشاب جلدی جلدی آنا یا تیزی سے آنے کی شکایت ہو یا بچہ بستر پر پیشاب کرتا ہوتو سینکے ہوئے تل کے لڈو بنا کر سوتے وقت وصبح کو ارا عدد کھلائیں۔ (سیاہ تل بہتر ہوگا)

(۱۲) آنکھ میں درد ہوتو سادہ نمک پانی میں حل کر کے آنکھ میں ٹپکا دیں، انشاء اللہ دومنٹ میں درد کافور ہو جائے گا۔

(۱۳) پیر کی نس چڑھ جائے تو پیر برابر زمین پر رکھ کر دبا دیں انشاء اللہ فوراً تکلیف دور ہو جائے گی۔

(۱۴) سردی، زکام، کھانسی کا علاج: اجوان و میتھی بقدر ایک چمچہ چائے۔ ادرک ایک تولہ تراش کر، لونگ پانچ عدد، ایک تولہ مصری، دو کپ پانی میں اتنا پکائیں کہ نصف باقی رہ جائے۔ دن میں ۲۔۳ بار پی لیں بہت جلد فائدہ ہوگا، ان شاء اللہ۔

(۱۵) کھانسی کے لئے شہد میں ہلدی ڈال کر گرم کر کے چاٹ لیں، اس کے بعد پانی نہ پئیں۔

(۱۶) سردی کے لئے: اجوائن، پیاز، لہسن کو ناریل کے تیل میں پکا کر سینے وغیرہ پر مالش کریں۔

(۱۷) پتھری گلا کر نکالنے کا نسخہ (خواہ پتہ میں ہو یا مثانہ میں): سہاگہ، نوشادر قلمی، فلفل سیاہ، جوا کھار، لوٹا سجی، نمک سیندھا، ہیرا ہینگ، شورہ قلمی، سارے اجزاء بڑوں کے لئے ۱۰/۱۰ گرام، بچوں کے لئے ۵/۵ گرام کو کوٹ کر چھان کر چالیس خوراک بنا کر کیپسول میں بھر کر تازہ پانی کے ساتھ استعمال کریں، بشرطیکہ ناغہ نہ ہو، انشاء اللہ پتھری گل کر نکل جائے گی۔ بعد ناشتہ ورات کے کھانے کے دوا استعمال کریں اور پانی خوب

کثرت سے پئیں۔ اگر پتھری کچھ باقی رہ جائے تو دوبارہ یہی کورس کرلیں۔

(۱۸) حصول قوت کے لئے: لبوب کبیر (اگر اصلی نسخہ سے تیار کیا گیا ہو) نصف تولہ دودھ کے ساتھ صبح کو قبل ناشتہ استعمال کریں۔

(۱۹) ناشتہ مقوی: (لبوب کبیر کے قائم مقام) جائیفل، جاوتری، دارچینی ۱/۱ تولہ لے کر کوٹ چھان کر سفوف بنا کر نصف چمچہ خرد ایک انڈا میں مع زردی وسفیدی حل کردیں اور اس میں شکر دو تولہ، گھی دو تولہ حل کر کے پکا کر روٹی کے ساتھ ناشتہ کریں، جب قوت محسوس ہونے لگے بند کردیں، اگر گرمی محسوس ہو تو سفوف کی مقدار کم کردیں۔

(۲۰) شوگر کا علاج: جائیفل کے آٹھ ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑا صبح کو نہار منھ چبا کر پانی پی لیا کریں، جب شوگر موقوف ہو جائے تو بند کردیں۔

(۲۱) کھانسی خواہ خشک ہو: گلقند ایک تولہ صبح وشام مع ۳/دانے بادام مقشر (چھلکا اتارا ہوا بادام) مع گلقند چبا کر کھائیں۔

(۲۲) بخار کا مجرب علاج: صبر (ایلوا) دو چنے کے برابر پانی میں گھول کر مریض کو پلا دیں۔ اگر دوبارہ ضرورت پڑے تو ۲۴/گھنٹے کے بعد دوسری خوراک دیں۔ بچوں کو بقدر مسور گڑ کے اندر رکھ کر نگلوا دیں پانی کے ساتھ۔

(۲۳) یرقان کا علاج ایک دن میں: بنڈال کا پھول ایک عدد شام کو ایک کپ پانی میں بھگو دیں، صبح کو مل کر سوتی کپڑے سے چھان کر مریض کو لٹا کر گردن پیچھے جھکا کر ۳۔۳ قطرے دونوں ناک میں جلدی سے ڈال دیں، تھوڑی دیر تلخی پر صبر کریں، مادۂ فاسدہ ناک سے نکل کر صاف ہو جائے گا انشاء اللہ۔ پرہیز: ۳/دن تک تلی ہوئی اشیاء، مسالوں، چکنائی، خصوصاً دہی سے پرہیز کریں۔

...... **نوٹ** ......

بنڈال کا پھول کسی وید سے حاصل کریں، کیونکہ اطباء کے نزدیک (اس نام سے) غیر معروف ہے۔

شوق مدینہ زادھا

محمد ابوبکر غازیپوری

باد صبا اڑاکر سوئے مدینہ لے چل
شاہِ ہدیٰ کے در پر جی ہورہا ہے بے کل
گنبد پہ جب پڑے گی پیاسی نگاہ مضطر
دل کو سکون ہوگا نکلیں گے آنسو بہ کر
ان کے حضور جاکر پالیں گے اپنی منزل
نظر کرم جو ہو گی حل ہوگی ساری مشکل
باچشم نم جاکر روضے کی جالی چھوکر
لب تو نہ ہونگے گویا رکھ دیں گے سر کو در پر
بے حال ہم جوہوں گے سب حال خود کھلے گا
منہ گرچہ بند ہوگا چہرہ ہی بول دے گا
کانٹے قدم قدم پر شیطان ہر جگہ پر
بہکا رہاہے ہم کو ایک بوجھ سا ہے دل پر
قرآن ہم نے چھوڑا سنت سے منہ کو موڑا
باطل سے دل لگایا رشتہ خدا سے توڑا
ویران اپنا گھر ہے سوکھی ہے اپنی کھیتی
ایمان کو ہے خطرہ گرداب میں ہے کشتی
امت کو تھام لے اب تو اے سراپا رحمت
تیری خدا سنے گا برسے گا ابر رحمت
پھر سبزہ زار ہوگا ویران سا یہ گلشن
پھر ہوگی شمع ایماں فضل خدا سے روشن
بالکل نہیں ہیں خالی رکھتے ہیں دل میں شعلہ
ایمان اور یقین کا گوکہ بجھا بجھا سا

مقلد اور غیر مقلد

حضرت امام اعمش نے ایک دفعہ حضرت امام ابوحنیفہ سے فرمایا، اے فقہاء کی جماعت تم طبیب ہو اور ہم (یعنی محدثین) عطار ہیں اور ابوحنیفہ تو دونوں میدانوں کے مرد ہیں۔

حضرت امام اعمش حضرت امام ابوحنیفہ کے استاذ اور مشہور محدث ہیں، انھوں نے اپنے شاگرد سے محدث اور فقیہ کا فرق واضح فرمادیا کہ فقیہ تو طبیب ہے جو ہر دوائی کے خواص اور ان کے مختلف خواص کی تطبیق میں پوری صلاحیت رکھتا ہے، پنساری کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ کستوری کا نام جانتا ہو اور اسکی پہچان رکھتا ہو مگر طبیب اس کے سیکڑوں خواص ہر نسخہ اس کی مقدار نسخہ کی دیگر دواؤں سے اس کے امتزاج سے جو مضر پہلو سامنے آئیں ان کا حل بھی جانتا ہے، وہ اس کے خواص پر سیکڑوں صفحات لکھ سکتا ہے، سیکڑوں بیماریوں میں اس کا صحیح استعمال کرسکتا ہے، پنساری کے پاس دواؤں کا ذخیرہ تو ہوتا ہے مگر وہ خود کسی کا علاج نہیں کرسکتا بلکہ خود اپنے اور اپنی بچوں کے علاج میں اطبا ہی کا محتاج ہوتا ہے۔

جو مریض طبیب سے علاج کرائے اسے مقلد کہتے ہیں جو اطباء سے لڑے پنساری کی دوکان سے اپنی مرضی کی دوا اٹھا کر کھاتا رہے اور اپنے مرض کو ایسا بگاڑے کہ پھر طبیب بھی اس کو لاعلاج قرار دے اسے غیر مقلد کہتے ہیں۔

(از مولانا صفدر امین اکاڑوی)

محمد اجمل مفتاحی مئو ناتھ بھنجن یوپی انڈیا

(۱) حسن بن صالح ابوعبداللہ الکوفی

حسن بن صالح علم وفضل اور فقہ وحدیث کے امام تھے، عبادت وتقویٰ اور خدا خوفی میں ان کا درجہ بہت اونچا تھا، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ذکر بلند کلمات سے کیا ہے۔فرماتے ہیں۔ **الامام الکبیر، احدالاعلام، الفقیہ العابد.**

امام وکیع فرماتے ہیں کہ ۱۰۰ھ میں ان کی پیدائش ہوئی، ان میں تمام ترفضل وکمال کے باوجود کچھ بدعتیں بھی پائی جاتی تھیں، اس وجہ سے بعض محدثین نے ان سے حدیث لینا ترک کردیا تھا۔

ان کے شیوخ میں سلمہ بن کہیل خودان کے والد صالح، عبداللہ، بن دینار سماک بن حرب ابواسحٰق السبیعی وغیرہ اجلہ اہل علم ہیں۔

ان سے جن لوگوں نے روایت کی ہے ان میں عبداللہ بن مبارک، وکیع، مصعب بن مقدام، احمد بن یونس، علی بن جعد کے علاوہ ایک بڑی جماعت ہے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ ظالم امراء کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز نہیں رکھتے تھے اوران کے خلاف آواز بلند کرنے کا فتویٰ دیتے تھے، اگرچہ خود کبھی ائمہ جور کے خلاف تلوار اٹھانے کا ان کو موقع نہیں ملا۔

حسن بن صالح عبادت وتقویٰ اور خوف وخشیت میں مشہور تھے، عبیداللہ بن موسیٰ کہتے تھے حسن کے بھائی علی کو قرآن سنا رہا تھا تو جب میں اس جملہ **فلا تعجل علیهم** پر پہونچا تو حسن پر خوف وخشیت کا ایسا غلبہ ہوا کہ وہ زمین پر گرگئے اور جیسے ذبح کے وقت بیل کے منھ سے آواز نکلتی ہے اسی طرح سے ان کے منھ سے جھاگ کے ساتھ آواز نکل رہی تھی، تو ان کے بھائی علی نے ان کو سنبھالا، اٹھا کر کے بیٹھایا، اورانکے چہرہ پر پانی چھڑکا اور منھ پوچھا اوراپنے سے لگا کر بٹھلایا۔

احمد بن یونس کہتے ہیں کہ میں حسن کے ساتھ بیس سال تک ہم نشینی کی، میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ انھوں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی ہو، یادنیا کا تذکرہ کیا ہو۔

علی بن سلیمان درانی کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس کے چہرے پر

حسن سے زیادہ خوف وخشیت کا اثر ہو،ایک رات انھوں نے نماز میں عم یتساءلون کی تلاوت شروع کی تو بار بار اسی سورہ کو دہراتے رہے تا آنکہ اسی حال میں ان پر غشی طاری ہو گئی اور صبح تک وہ اس سورہ کو پورا نہ کر سکے۔

امام وکیع کہتے ہیں کہ حسن ان کے بھائی علی اور ان کی والدہ نے رات کے تین حصے کر لئے تھے ایک حصہ میں حسن نماز پڑھتے ایک حصہ میں ان کے بھائی اور ایک حصہ میں ان کی والدہ، جب انکی والدہ کا انتقال ہوگیا تو دونوں بھائیوں نے رات کو آدھے آدھے میں تقسیم کرلیا پھر جب حسن کے بھائی علی کی بھی وفات ہوگئی تو حسن پوری رات اللہ کی عبادت میں جاگ کر گزارتے تھے، جب انکا گزر کسی قبرستان سے ہوتا تو بیہوش ہوکر گر جاتے اور ان کے منھ سے چیخ نکلتی۔

حسن فرماتے تھے کہ ورع کی بہت چھان بین کی تو میں نے زبان میں سب سے کم اس چیز کو پایا، یعنی زبان کی معصیت سے انسان بہت کم بچ پاتا ہے۔

حسن بن صالح ہی کا قول ہے شیطان شر کے ایک دروازہ میں داخل کرنے کیلئے انسان پر خیر کے سو دروازے کھول دیتا ہے۔

ان کی وفات ۱۶۹ھ میں ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ص ۵۲ ج ۷)

mdajmalansari52@gmail.com

حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری کی تصانیف

مسائل غیر مقلدین

غیر مقلدین کی ڈائری

آئینہ غیر مقلدیت

ارمغان حق ۲ جلدیں

غیر مقلدین کے لیے لمحہ فکریہ

سبیل الرسول پر ایک نظر

کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ

مقام صحابہ کتاب وسنت کی روشنی میں

حدیث کے بارے میں غیر مقلدین کا معیار رد قبول

صحابہ کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر

صلوۃ الرسول پر ایک نظر

کیا ابن تیمیہ علماء اہل سنت والجماعت میں سے ہیں؟

صور تنطق (عربی)

وقفه مع معارضی شیخ الاسلام (عربی)

وقفه مع لا مذهبیه

هل الشيخ ابن تيمية من اهل السنة والجماعة؟

(صوت الاسلام عربی) سه ماهی رساله

(زم زم اردو ۲ ماہی رسالہ)

اسٹاکسٹ: ربانی بک ڈپو دہلی۔

فون:۔ 9811504821, 9873875484

mdajmalansari52@gmail.com